جملہ حقوق محفوظ

اس ناول کے نام مقام، کردار اور کہانی سے تعلق رکھنے والے اداروں کے نام قطعی فرضی ہیں۔

مطبوعات ـــــ اسرار پبلی کیشنز
زیر اہتمام
کتابی دنیا۔ میکلوڈ روڈ لاہور

پبلشر۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ سلطان محمد

پرنٹر۔ ۔ ۔ ۔ ۔ حمایت اسلام پریس لاہور

پیشرس

لیجیے "ڈاکٹر دعاگو" بھی کتابی صورت میں حاضر ہے ...... یہ ناول روزنامہ "حریت" کراچی میں بالاقساط شائع ہوتا رہا ہے۔ کسی اخبار کے لیے لکھنا میرے لیے نیا تجربہ تھا! بہرحال اسے بھی میرے پڑھنے والوں نے کافی سراہا ہے۔ بہتیرے حضرات تو یہاں تک کہہ رہے ہیں کہ یہ عمران اور جاسوسی دنیا کے ان دونوں ناولوں سے بہتر ہے، جو میری صحت یابی کے بعد شائع ہوئے ہیں۔ پسند اپنی اپنی!

دو تین قسطیں ہی شائع ہوئی تھیں کہ ایک پڑھنے والے کا نہایت گرما گرم خط آ پہنچا جس کا متن یہ تھا کہ میں یہ کیسی گھٹیا حرکت کر بیٹھا ہوں۔ کسی روزنامے کے لیے لکھنا میرے شایان شان نہیں ہے۔!

اول تو میری شان ہی کیا۔ دوسرے یہ کہ اپنے یہاں کا باوا آدم ہی نرالا ہے۔ گھٹیا اور بڑھیا کے عجیب عجیب معیار قائم کر رکھے ہیں یار لوگوں نے۔۔ ارل اسٹینلے گارڈنر

ساری دنیا میں سب سے زیادہ پڑھے جاتے ہیں۔ کئی بڑے دانشوروں نے بھی ان کے کارناموں کو سراہا ہے۔ انہیں گارڈنر صاحب کے بہتیرے اچھے ناول سب سے پہلے امریکہ کے بعض روزناموں اور ہفت روزہ اخبارات میں بالاقساط شائع ہوئے ہیں پھر کتابی صورت میں آئے ہیں۔!

"حریت" پاکستان کا ایک بلند پایہ روزنامہ ہے۔ ملک کے بہترین دماغ اس کے کارکن ہیں۔ لہٰذا میں نہیں سمجھتا کہ اس کے لیے ناول لکھنا گھٹیا بات کیسے ہوئی۔

ویسے سچی بات تو یہ ہے ؎

میں خود آیا نہیں لایا گیا ہوں

"حریت" کے ایڈیٹر فخر ماتری صاحب بڑے باحوصلہ آدمی ہیں جس کام کا تہیہ کرتے ہیں ہر حال میں کر گزرتے ہیں۔!

ابن صفی

۸/۳/۶۴

لوگ اکثر سوچتے ہیں کہ عمران کی شخصیت اتنی غیر متوازن کیوں ہے۔ وہ ہر معاملے کو ہنسی میں کیوں اڑا دیتا ہے۔ والدین کا احترام اس طرح کیوں نہیں کرتا جیسے کرنا چاہیئے۔

اس کے پیچھے ایک طویل داستان ہے۔ بچپن میں ماں اسے نماز روزے سے لگانا چاہتی تھی۔ باپ نے ایک امریکی مشن اسکول میں داخل کرا دیا۔ باپ سخت گیر آدمی تھے اپنے آگے کسی کی نہ چلنے دیتے جب تک گھر میں رہتے.... سناٹا چھایا رہتا.... لوگ اتنی آہستگی سے گفتگو کرتے کہ قریب ہی سے سنی جا سکتی۔ تو عمران بچپن ہی سے دوہری زندگی گزارنے کا عادی ہوتا گیا۔ باہر کچھ ہوتا تھا اور گھر میں کچھ۔

اس کے باپ رحمان صاحب جیسے جیسے ترقی کرتے گئے سخت گیری بھی بڑھتی گئی

مشن اسکول اور گھریلو تربیت کے تضاد نے اسے بچپن سے ہی ذہنی کشمکش میں مبتلا کر دیا گیا۔

ماں کہتی:۔ اللہ ایک ہے نہ اُسے کسی نے جنا اور نہ کوئی اُس سے جنا گیا۔

مشن اسکول کہتا:۔ عیسیٰ مسیح خدا کے بیٹے تھے۔

بچپن ہی سے ذہین تھا۔ اسکول میں بحث کرنا چاہتا یا ماں کے اقوال دہراتا تو ڈانٹ کر چپ کرا دیا جاتا۔ گھر پر عیسیٰ مسیح کی خدائی بیان کرتا تو ماں تھپڑ رسید کر دیتی باپ کو ان فروعات سے دلچسپی ہی نہیں تھی۔ ان کا قول تھا کہ میں مسلمان ہوں تو بیٹا بھی ہر حال میں مسلمان ہوگا۔!

نتیجہ یہ ہوا کہ بیٹا چوں چوں کا مربہ بن گیا۔ تیرہ سال کی عمر تک پہنچتے پہنچتے نہ اُسے عیسیٰ مسیح سے کوئی دلچسپی رہی اور نہ اس سے کہ اللہ واحد ہے یا اس کے دو حصے دار اور بھی ہیں۔ ہر چیز کا مضحکہ اڑا دینے کی عادت پڑتی جا رہی تھی۔

آئی ایس سی کرنے کے بعد لندن کے لیے رختِ سفر بندھ گیا۔ وہاں رحمان صاحب کے ایک انگریز دوست کے قیام ہوا۔ ان پابندیوں سے نجات ملی جن میں اب تک گزری تھی بس پھر کیا تھا کھل کھیلا....... شاید ہی کوئی خانہ چھوڑا گیا ہو۔ انگریز میزبان پولیس آفیسر تھا! اکثر کہتا تم بھی تو محکمہ سراغرسانی کے آفیسر کی اولاد ہو! کچھ نہ کچھ جراثیم ورثے میں ملے ہی ہوں گے۔ کرمنالوجی کا بھی مطالعہ کرو۔ اکثر عملی مشق کے لیے ایک آدھ کیس بھی لا دیتے۔ اس چکر میں پڑنے کے بعد ہر قسم کے آدمیوں سے ٹکراؤ ہوا...... اور ان سے بہت کچھ سیکھنے کا موقع ملا! وقت کافی تھا۔ دو سال بی ایس سی کے... دو سال ایم ایس سی کے اور پھر ڈاکٹریٹ کے لیے ریسرچ کا وقفہ۔!

بہرحال وہ لندن سے سو فیصدی "ناکارہ" بن کر واپس آیا۔ رحمٰن صاحب کو علم ہی نہیں تھا کہ صاحبزادے سائنس کے ڈاکٹر ہونے کے علاوہ کرمنالوجی کے بھی ماہر بن کر تشریف لائے ہیں۔ انہوں نے اسے یونیورسٹی میں بھجوانا چاہا۔ لیکن عمران نے صاف انکار کر دیا۔ کہنے لگا.... لڑکے پڑھا سکتا ہوں بوڑھے مجھ سے نہیں پڑھائے جائیں گے۔!

رحمٰن صاحب کو توقع نہیں تھی کہ وہ اس بے تکلفانہ انداز میں نافرمانی کرے گا۔ بہت جھلائے۔ گرجے برسے بھی۔ لیکن وہ تو یورپین اسٹائل کا قلندر بن کر واپس آیا تھا ذرہ برابر پروا نہ کی۔

کچھ دنوں بعد محکمہ سراغرسانی کے سپرنٹنڈنٹ کیپٹن فیاض سے یارانہ ہو گیا اور اس

نے مذاق ہی مذاق میں بعض کیسوں میں اس کی رہنمائی کی۔ بس پھر کیا تھا۔ فیاض کی بن آئی[ٹ]..... یعنی حیرت انگیز طور پر اس کی سروس بک میں کارناموں کا اضافہ ہونے لگا نہ جانے کتنے ناقابل حل معمے آئینہ ہو گئے۔ اور محکمے میں کیپٹن فیاض کا طوطی باقاعدہ بولنے لگا۔

پھر کچھ دنوں کے بعد عمران بعض آفیسروں کی نظر میں آ گیا..... اور آفیسر آن اسپیشل ڈیوٹیز کی حیثیت سے اس کا تقرر اپنے باپ ہی کے محکمے میں ہو گیا! رحمٰن صاحب اب ڈائرکٹر جنرل تھے! منظوری کے لیے کاغذات ان کے سامنے پہنچے تو بہت بگڑے! لیکن چونکہ وزارتِ داخلہ کی طرف سے سفارش تھی اس لیے مجبوراً تقرر کی منظوری دینی ہی پڑی ویسے وہ متحیر ضرور تھے کہ ایسا کیونکر ہوا۔

پھر ایک دن وہ بھی آیا کہ اوپر کی پروا کئے بغیر انہیں عمران کو الگ ہی کر دینا پڑا ہوا یہ کہ شاداب نگر میں ایک نامعلوم اسمگلر نے بڑا ہنگامہ برپا کر رکھا تھا۔ مرکز سے کئی آفیسر شاداب نگر بھیجے گئے لیکن ناکام واپس آئے۔ آخرکار عمران کی باری آئی اس نے بڑے دھڑلے سے اس اسمگلر اور اس کے خطرناک گروہ کا قلع قمع کیا۔ لیکن۔ لیکن رحمٰن صاحب کو عمران کا طریقۂ کار پسند نہ آیا...... فرمانے لگے۔ یہ سراغرسانی نہیں کھلا ہوا لفنگا پن ہے۔ لہٰذا یا تو قاعدے سے کام کرو۔ ورنہ استعفےٰ دے دو۔ عمران اور قاعدے کی باتیں؟ وعدہ نہ کر سکا۔ اس لیے استعفا دینا پڑا۔

شاداب نگر سے ایک اینگلو برمیز لڑکی روشی بھی عمران کے ساتھ آئی تھی اس لیے گھر بھی چھوڑنا پڑا۔ رحمٰن صاحب بھلا اس کا وجود کیونکر برداشت کرتے۔

کیپٹن فیاض نے کئی متروکہ فلیٹوں میں قبضہ کر رکھا تھا! عمران نے دھونس دھڑلے

[ٹ] اس داستان کے لیے عمران سیریز کا ناول "بھیانک آدمی" پڑھیے

سے کام لے کر ایک فلیٹ کی کنجی حاصل کی اور روشی سمیت وہیں جم گیا۔

سراغرسانی کا عملی تجربہ تو تھا ہی۔ لہٰذا پرائیویٹ سراغرسانی کی ٹھہری! لیکن اپنے یہاں پرائیویٹ سراغرسانی کے لیے قانوناً کوئی جگہ نہ تھی! لہٰذا دفتر پر فارورڈنگ اینڈ کلیرنگ ایجنسی کا بورڈ لگانا پڑا۔ جس کا مفہوم عمران کی لغات میں "شادی اور طلاق تھا۔!

شہر میں ان دنوں خاندانی جھگڑوں کا موسم تھا! طلاق کے اتنے کیسز آئے کہ نپٹانا مشکل ہو گیا۔ روشی اس کی پارٹنر کی حیثیت سے کام کر رہی تھی۔

اسی دوران میں وزارتِ خارجہ کے سیکرٹری سر سلطان جو عمران اور اس کی صلاحیتوں سے بخوبی واقف تھے ایک بڑی مشکل پھنس گئے۔ وہ ان کا ایک نجی معاملہ تھا جس کی تشہیر ان کی بدنامی کا باعث بنتی — عمران ان کی مدد کرتا ہے اور اس خوبی سے اس کیس کو نپٹا کر اصل فتنے کا سر کچل دیتا ہے کہ کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوئی۔

پھر سر سلطان مجبور کرتے ہیں کہ وہ محکمۂ خارجہ کی سیکرٹ سروس کی سربراہی قبول کر لے۔

بہرحال کچھ دنوں بعد وہ سیکرٹ سروس کا چیف بن گیا! اس کے ماتحت اسے ایکسٹو کے نام سے جانتے تھے۔ طرفہ تماشا تھی اس کی شخصیت بھی۔ عمران کی حیثیت سے وہ سیکرٹ سروس کا ایک معمولی ایجنٹ اور انفارمر تھا۔ اس کے ماتحت اس کا مذاق اڑاتے تھے لیکن جب وہ ایکسٹو کی حیثیت سے انہیں فون پر مخاطب کرتا تو ان کا دم نکل جاتا۔ فون پر اس طرح مؤدب ہو جاتے جیسے وہ سامنے ہی موجود ہو۔ ایکسٹو کو انہوں نے کبھی نہیں دیکھا تھا اور دل میں اسے دیکھ لینے کی شدید خواہش رکھتے تھے۔ لیکن جب وہ بحیثیت عمران ان سے مل بیٹھتا تو وہ اسے چٹکیوں میں اڑانے کی کوشش کرتے۔

صرف ایک ماتحت ایسا تھا جو اس کی دونوں حیثیتوں سے واقف تھا۔ وہ بلیک زیرو تھا اور اس کے دوسرے ماتحتوں کو علم نہیں تھا کہ ان کے علاوہ کوئی اور بھی ایکسٹو کا ماتحت ہے۔ یہ ماتحت "بلیک زیرو" کہلاتا تھا ———— اس کا کام یہ تھا کہ عمران کی عدم موجودگی میں ایکسٹو بن کر ماتحتوں کو کنٹرول کرے۔ ماتحتوں میں ایک سوئیس لڑکی جولیانا فٹزواٹر بھی تھی۔ تنویر، چوہان، صفدر، نعمانی اور خاور۔ براہِ راست ملٹری سیکرٹ سروس سے آئے تھے۔

بہرحال وہ نہیں جانتے تھے کہ عمران ہی ان کا چیف آفیسر ہے۔ انہیں صرف اس کا علم تھا کہ ان کا چیف آفیسر ایکسٹو کبھی کبھی عمران سے بھی کام لیا کرتا ہے

عمران کی رہائش اب بھی اسی فلیٹ میں تھی۔ اس کے دو ملازم بھی ساتھ ہی رہتے تھے۔ سلیمان اور جوزف...... ! سلیمان بھی عمران کی محبت میں رحمان صاحب کی ملازمت چھوڑ آیا تھا۔

جوزف نیگرو تھا۔ ایک اعلیٰ درجے کا لڑاکا۔ ایک مقدمے میں سلطانی گواہ بن کر رہا ہوا تھا اور پھر عمران ہی سے لپٹا رہ گیا تھا۔ اس کا قول تھا کہ عمران سے زیادہ شاندار مالک اس زمانے میں ملنا بیحد مشکل ہے۔ ظاہر ہے چھ بوتل یومیہ کون پلا سکتا۔ وہ ہر وقت نشے میں ڈوبا رہتا تھا۔ لیکن نشے میں بھی کسی شکاری کتے ہی کی طرح خطرے کی بو سونگھتا تھا اور اس طرح چاق و چوبند نظر آنے لگتا تھا جیسے کبھی پی ہی نہ ہو۔!

روشی کبھی کی فلیٹ چھوڑ گئی تھی۔ شائد اس کا خیال تھا کہ کچھ دنوں بعد عمران باقاعدہ طور پر اس پر عاشق ہو جائے گا۔ اور پھر شادی —

عمران اور عشق —؟ تصور ہی مضحکہ خیز ہے۔ بہرحال وہ اس کی تلون طبعی کی متحمل نہ ہو سکی۔ اور اسے رہائش کے لیے الگ انتظام کرنا پڑا۔ ویسے تعلقات اب

بھی اچھے ہی تھے اور عمران کبھی کبھی اس سے بھی کام لیتا تھا۔

سیکرٹ سروس کا ہیڈ کوارٹر شہر کی مشہور عمارت دانش منزل تھی۔ لیکن اس کی اصل حیثیت سے محکمۂ خارجہ کے سیکرٹری یا سیکرٹ سروس کے ممبران کے علاوہ اور کوئی واقف نہیں تھا۔

بہرحال مزے میں گزر رہی تھی۔ عمران اپنے فلیٹ میں ہی ایک ایسے فون پر اپنے ماتحتوں کی کالیں ریسیو کرتا جس کے نمبر ٹیلی فون ڈائرکٹری میں درج نہیں تھے۔ یہیں سے بحیثیت "ایکسٹو" احکامات بھی صادر کرتا تھا۔

گھر والے تو منہ دیکھنے کے بھی روادار نہ تھے۔ صرف ماں بیچاری تڑپا کرتی تھی رحمٰن صاحب کا حکم تھا کہ وہ کمپاؤنڈ میں بھی قدم نہ رکھنے پائے۔ اکثر عمران پھاٹک ہی پر رک کر چوکیدار سے سب کی خیر و عافیت معلوم کر لیا کرتا تھا! آج بھی نکلا تھا اسی غرض سے! ماں ہائی بلڈ پریشر کی مریضہ تھیں۔ کچھ دن پہلے اطلاع ملی تھی کہ آج پھر ان پر اٹیک ہوا ہے۔

دوپہر کا وقت تھا پھاٹک بند تھا۔ ذیلی کھڑکی کھلی ہوئی تھی۔۔۔۔ عمران نے رک کر ادھر ادھر دیکھا— اور چوکیدار کی کوٹھری کے ٹین پر پتھر پھینکنے ہی والا تھا کہ ایک کار اس کے پیچھے آ کر رکی۔۔۔۔۔ وہ جھکا ہوا زمین سے پتھر اٹھا رہا تھا!۔

دفعتاً گاڑی سے آواز آئی "اے کون ہے ہٹو سامنے سے۔!"

عمران اچھل پڑا— آواز اس کی بہن ثریا کی تھی!۔

"اوہ آپ ہیں— ہٹیے سامنے سے— یہ پھاٹک کس نے بند کر دیا ہے" ثریا جھلائے ہوئے لہجے میں بولی— عمران کا ذرہ برابر بھی احترام نہیں کرتی تھی—!

"مم— میں پھاٹک کھلوانے— ہی کا انتظام کر رہا تھا!" عمران نے کہا، اور چوکیدار کی ٹین کی چھت پر پتھر پھینک مارا— زوردار آواز ہوئی اور ساتھ ہی چوکیدار

ی آواز بھی سنائی دی: "اے کون ہے۔۔۔۔۔ سؤر کا بچہ—!"

وہ دہاڑتا ہوا اپنی کوٹھری سے نکلا لیکن عمران پر نظر پڑتے ہی دانت نکال دیئے ثریا گاڑی سے اتر آئی۔ وہ خود ہی ڈرائیو کر رہی تھی۔ اور پچھلی سیٹ پر ایک باریش اور جسیم شحیم آدمی بیٹھا ہوا تھا۔

"یہ کیا لغویت پھیلائی ہے آپ نے" ثریا قریب آ کر دانت پیستی ہوئی آہستہ سے بولی۔

"کیسی لغویت—!"

"فضول باتیں مت کیجئے!" اس نے آہستہ سے کہا۔ غالباً وہ نہیں چاہتی تھی کہ اس کا ساتھی کچھ سن سکے۔ پھر اس نے چوکیدار کو للکارا "پھاٹک کیوں بند کر رکھا ہے—!"

چوکیدار نے بوکھلائے ہوئے انداز میں پھاٹک کھولا۔ عمران ایک طرف ہٹ گیا تھا اور ثریا پھر اسٹیرنگ پر جا بیٹھی! گاڑی فراٹے بھرتی ہوئی کمپاؤنڈ میں چلی گئی عمران منہ پر آئی گرد جھاڑتا رہ گیا۔

چوکیدار اب قریب آ گیا تھا۔

"مائی ڈیئر ساب!" اس نے دانت نکال دیئے۔۔۔۔ ہنستا رہا۔ پھر بولا "ہم سمجھا۔۔۔۔ شیطان بچہ لوگ ہے۔ ادھر بھوت آتا۔۔۔۔۔۔ امرودوں پر پتھر چلاتا۔!"

"کوئی بات نہیں— کوئی بات نہیں!" عمران سر ہلا کر بولا "بس خیریت بتا جاؤ!"

"خو ساب!" پٹھان چوکیدار یک بیک نہ صرف سنجیدہ ہو گیا بلکہ مضحکہ خیز طور پر مغموم بھی نظر آنے لگا۔۔۔۔۔ تھوک نگل کر پھر بولا "خو۔ ساب بیگم ساب آچا نئیں ہے۔! بی بی جی ابی ڈاکٹر کو لایا۔ کل بی لایا تھا۔۔۔۔"

"کیا حال ہے۔"

"تو پتہ نہیں ساب ۔ ۔ ۔ ۔ بس سب بولتا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ طبیعت خراب ہے!"

"صاحب کس وقت آتے ہیں آج کل ۔!"

"کبھی چار بجے ۔ کبھی رات کو ۔"

"یہ گاڑی میں ڈاکٹر تھا!"

"جی صاحب ۔!"

"یہ کون ڈاکٹر تھا!" عمران یادداشت پر زور دیتا ہوا بولا۔

"پتہ نہیں ساب" چوکیدار نے جواب دیا۔

"خیر ہاں تو ۔ اب تم اپنی بھی خیریت بتا جاؤ"

"ارے ساب ہم کیا ۔ ۔ ۔ ۔ ہی ہی ہی ۔!"

"کب ہو رہی ہے تمہاری شادی وادی ۔!"

"پیسہ کِدر ہے ساب ۔ ۔ ۔ ۔ اپنا مولک میں لڑکی والے کو پیسہ دینا پڑتا ہے! ڈہائی ہزار ۔"

"لڑکی اور پیسہ ۔!" عمران نے ٹھنڈی سانس لی!

"خو ساب ۔ ۔ ۔ ۔ ہی ہی ہی ۔ آپ کا شادی کب ہوگا ۔"

"جب کوئی لڑکی والا مجھے پچاس ہزار روپیہ دے گا ۔ اس سے کم پر ۔ ۔ ۔ ۔ ناممکن ۔ ۔ ۔ ۔ قطعی ناممکن ۔"

پٹھان نے اُسے ایسی نظروں سے دیکھا جیسے اس نے کوئی ناقابلِ برداشت حد تک نامعقول بات کہی ہو ۔!

"خو ساب ۔ آپ لوگ کا ۔ ۔ ۔ ۔ کیا بات ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ادھر تو ۔ ۔ ۔ ۔ لڑکی لوگ مفت بٹتا ہے ۔"

"یقیناً ۔ یقیناً ۔!" عمران نے غمناک انداز میں سر کو خفیف سی جنبش دی۔

وہ دراصل ڈاکٹر کی واپسی کا منتظر تھا۔ تاکہ اسی سے ماں کی صحیح کیفیت معلوم کر سکے گھر والے تو سیدھے منہ بات بھی نہ کرتے ۔ ۔ ۔ ۔!

اس نے چوکیدار کو مغموم نظروں سے دیکھتے ہوئے ٹھنڈی سانس لی۔ اور منہ چلا کر بولا۔ "مگر یار ڈھائی ہزار جمع کرتے کرتے تو تم بوڑھے ہو جاؤ گے اور شاید وہ لڑکیاں بھی بوڑھی ہو جائیں جن کی تم امیدواری کر رہے ہو ۔!"

"اللہ کی مرضی ساب!" پٹھان نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ "وہ بڑا کریم ہے روز نیا نیا لڑکی پیدا کرتا ہے!"

"بیشک بیشک!" عمران نے اس طرح سر کو ہلا کر کہا جیسے وہ جملہ کسی بڑے بڑے عالم دین کی زبان سے نکلا ہو۔

"خو ۔ ساب ۔ ۔ ۔ ۔ امارا باپ کو بھی اللہ تعالے نے جورو دیا تھا ۔ ام کو بھی دے گا ۔"

"بالکل، بالکل ۔ ۔ ۔ ۔" عمران نے کلائی کی گھڑی پر نظر ڈالتے ہوئے سر ہلایا ۔

"بڑا ساب آپ سے کیوں ناراض ہے؟"

"دکھ بھری کہانی ہے ۔ لالہ ۔ ۔ ۔ ۔" عمران نے ٹھنڈی سانس لی۔ چند لمحے خاموش رہا پھر بولا "بڑا ساب ۔ ۔ ۔ ۔ اسی مولک میں ٹھیک رہتا جدھر کا تم ہے ۔ غلطی سے ادھر پیدا ہو گیا ۔!"

"ارے ۔ ہی ہی ہی ہی ۔ ۔ ۔ بہوت غصہ ور ہے ۔ ۔ ۔ ۔ امارا بھی دم نکلتا ۔!"

اسی طرح دیر تک تضیعِ اوقات ہوتی رہی۔ کچھ دیر بعد وہ لحیم شحیم ڈاکٹر پورچ میں نظر آیا۔ عمدہ تراش کے گرم سوٹ میں ملبوس تھا۔ سر پر فلیٹ ہیٹ تھی ۔ ۔ ۔ اور ڈاڑھی! اس میں تو یقینی طور پر کوئی خاص بات تھی ۔ ورنہ چہرہ اتنا عجیب نہ معلوم ہوتا۔

وہ گاڑی کی پچھلی نشست پر بیٹھ گیا! ثریا نے پھر اسٹیرنگ سنبھالا۔

کار پھاٹک سے گزر کر باہر آگئی۔ عمران اپنی ٹو سیٹر کی طرف بڑھ رہا ہے۔ جو کوٹھی سے تھوڑے ہی فاصلے پر پارک کی گئی تھی۔!

عمران چاہتا تو ثریا ہی سے پوچھ لیتا۔ لیکن ضروری نہیں تھا کہ جوابات تشفی بخش ہوتے کیونکہ ثریا کی زبان بھی قینچی کی طرح چلتی تھی۔ وہ کچھ پوچھتا اور وہ اسے ادھیڑ کر رکھ دیتی۔ اسی وقت اگر ڈاکٹر ساتھ نہ ہوتا تو عمران کی شامت آجانے میں دیر تھوڑا ہی لگتی۔

اب اس کی ٹو سیٹر ثریا کی گاڑی کے پیچھے چل رہی تھی۔ عمران سوچ رہا تھا کہ ثریا کے رخصت ہو جانے کے بعد ہی ڈاکٹر سے گفتگو کرے گا۔

اگلی کار شہر کے سب سے زیادہ متمول آدمیوں کی بستی میں رکی تھی۔ ڈاکٹر اترا۔ چند لمحے ثریا سے گفتگو کی۔ اور پھر پچھلی نشست کا دروازہ بند کر کے ایک عمارت کی کمپاؤنڈ میں مڑ گیا۔

عمران اپنی گاڑی آگے نکال لے گیا تھا اور رفتار کم کر دی تھی۔ جیسے ہی ثریا نے واپسی کے لیے اپنی کار موڑی اس نے بھی یو ٹرن لیا اور گاڑی اسی عمارت کے سامنے روک دی۔ نیچے اتر کر پھاٹک کی طرف بڑھا۔ لیکن نیم پلیٹ پر نظر پڑتے ہی ٹھٹھک گیا —— ایک بار اپنے مخصوص اسٹائل میں آنکھیں پھاڑیں۔۔۔۔ اور نیم پلیٹ کو اور زیادہ قریب سے دیکھنے لگا جس پر تحریر تھا۔

"ڈاکٹر دُعاگو"

ذہنی اور جسمانی امراض کے ماہر

نام کے نیچے ڈگریوں کی فوج تھی۔ انگلینڈ، امریکہ اور جرمنی وغیرہ کے حوالے تھے۔ عمران نے کمپاؤنڈ کے اندر جھانکا۔۔۔۔ لیکن سامنے کوئی بھی نظر نہ آیا۔

وہ چند لمحے پھاٹک پر ہی کھڑا رہا پھر کمپاؤنڈ میں داخل ہو گیا۔

پورچ سے ملحقہ برآمدہ بھی سنسان تھا! عمران پورچ میں پہنچ کر پھر رک گیا اور اس کی انگلی کال بل کے پش سوئچ کی طرف بڑھنے لگی۔!

پہلے ہی دباؤ پر۔۔۔ صدر دروازہ کھلا اور ایک باوردی بیرہ باہر نکل کر عمران کی جانب بڑھا۔!

"میں ڈاکٹر صاحب سے ملنا چاہتا ہوں!" عمران نے اس سے کہا

"اپنا کارڈ عنایت فرمائیے۔ جناب!" بیرے نے بڑی شائستگی سے کہا اور ہاتھ پھیلا دیا

عمران نے اپنا ملاقاتی کارڈ نکال کر اسے دیا۔

کارڈ لے کر بیرہ تو اندر چلا گیا اور عمران سیٹی بجانے کے سے انداز میں ہونٹ سکوڑ کر برآمدے کا جائزہ لینے لگا۔۔۔۔۔۔ پھر اچھل پڑا صدر دروازہ بڑی زور دار آواز کے ساتھ بند ہوا تھا۔

پھر نگاہ میں بجلی سی کوند گئی تھی۔۔۔ عمران نے متحیرانہ انداز میں آنکھیں پھاڑیں اور اس بجلی پر نظر جما دی جو اب کوندنے کے ساتھ ساتھ ہی گرجنے بھی لگی تھی۔

"نہیں —— نہیں —— ڈاکٹر تم سے نہیں مل سکیں گے۔" بجلی نے کہا۔!

یہ ایک سفید فام غیر ملکی لڑکی تھی۔ بال سنہرے تھے۔۔۔ آنکھیں سیاہ اور دلکش تھیں۔ ہونٹ یاقوت کے تراشے۔ قد متوسط۔ متناسب الاعضاء۔۔۔ آنکھوں کی بناوٹ کہہ رہی تھی کہ پھرتیلی بھی ہے عمر بیس بائیس سال سے زیادہ نہ رہی ہوگی۔

عمران نے متفکرانہ انداز میں اس کی طرف دیکھا اور بولا "کیوں نہ مل سکیں گے"

لڑکی نے چٹکی میں دبے ہوئے وزیٹنگ کارڈ پر نظر ڈالی اور پھر عمران کو گھورتی ہوئی بولی "کیونکہ ..... تم ایم ایس سی اور ڈی ایس سی بھی ہو ۔ !"

"اگر وہ ملنے پر آمادہ ہو گئے تو وعدہ کرتا ہوں کہ ڈگری اور ڈاکٹریٹ آکسفورڈ یونیورسٹی کو واپس کر دوں گا۔"

"تم لوگ دوسروں کا وقت برباد کرنا خوب جانتے ہو۔"

"میں نے وقت کو آباد ہوتے کبھی نہیں دیکھا..... مس اررر ......" عمران ہکلایا۔ پھر بولا "لیکن ڈاکٹر سے مل کر ہی جاؤں گا۔ آخر ایم ایس سی اور ڈی ایس سی ہونا اتنی بری بات کیوں ہے۔"

"پڑھے لکھے لوگ عموماً ڈاکٹر کا دماغ چاٹنا شروع کر دیتے ہیں۔"

"میں نہیں چاٹوں گا۔ وعدہ کرتا ہوں ۔ !"

"تم کیوں ملنا چاہتے ہو ۔ !"

"ایک مریضہ کے متعلق گفتگو کروں گا جو زیرِ علاج ہے۔"

"اچھا! وہ کچھ سوچتی ہوئی بولی "کارڈ کی پشت پر مریضہ کا نام اور پتہ لکھ دو۔"

عمران نے کارڈ لے کر پشت پر والدہ کا نام اور پتہ لکھا۔ لڑکی کارڈ اس سے لے کر پھر اندر چلی گئی۔ عمران نے مضحکانہ انداز میں اپنے شانے سکوڑے اور پھر ڈھیلے چھوڑ دیئے۔

تھوڑی دیر بعد وہ واپس آئی اور بولی "چلو۔ لیکن پھر سمجھا رہی ہوں کہ ڈاکٹر سے بحث نہ کرنا۔"

"اگر کروں تو خود کان پکڑ کر باہر نکال دینا مجھے کوئی شکایت نہ ہو گی۔"

وہ اُسے نشست کے کمرے میں لائی۔ یہاں دیواروں پر تجریدی آرٹ کے

بہت بھدے بھدے نمونے نظر آ رہے تھے۔ سامنے ہی ایک ایسا درخت تھا جس کی جڑیں آسمان سے باتیں کر رہی تھیں اور شاخیں زمین پر اوندھی پڑی تھیں نیچے لکھا ہوا تھا "تنہائی" پھر دوسری تصویر پر نظر پڑی۔ پورے فریم پر صرف ایک بڑی سی آنکھ بنی ہوئی تھی۔ جس کے گرد کچھ رنگ بے ترتیبی سے بکھیر دیئے گئے تھے اس کے نیچے تحریر تھا "جدائی" پھر ایک بیوقوف سا چہرہ نظر آیا جس کے گرد مچھلیوں سے ایک پیٹرن بنا ہوا تھا..... اس تصویر کا عنوان تھا "وسعتیں"۔ پھر ایک تصویر میں ایک بھینس نظر آئی جس کی پشت پر بین رکھی ہوئی تھی اور نیچے تحریر تھا "جذبۂ تخلیق"

لڑکی بھی جا چکی تھی اور ڈاکٹر بھی ابھی نہیں آیا تھا اس لیے عمران ان تصاویر سے دل ٹہلاتا رہا۔ بھلا بہلاتا کیونکر۔ ویسے وہ سوچ رہا تھا کہ دل ٹہلانا بھی کسی قسم کی کوئی "تجریدی" حرکت ہی ہو سکتی ہے۔ !

ڈاکٹر آیا۔ اس پر ایک اچٹتی سی نظر ڈالی اور چپ چاپ بیٹھ گیا۔ عمران بھی مصافحہ کے لیے نہیں اٹھا تھا۔ اس وقت وہ سرے سے احمق نظر آ رہا تھا۔ اور بالکل احمقانہ انداز میں ڈاکٹر کی طرف دیکھے جا رہا تھا۔

"فرمایئے۔" ڈاکٹر تھوڑی دیر بعد بولا۔

"وہ ۔ وہ ۔ جی ہاں ۔ !"

"میرا خیال ہے کہ میں نے آپ کو رحمان صاحب کی کوٹھی کے سامنے بھی دیکھا تھا؟"

"جی ہاں ۔ جی ہاں ۔"

"مریضہ سے آپ کا کیا رشتہ ہے ۔ !"

"مم ۔ میری ..... والدہ ہیں ۔"

"اوہ ۔ تو وہ آپ ہی ہیں ۔ !"

"جی ہاں ۔ جی ہاں ۔" عمران احمقانہ انداز میں سر ہلاتا ہی چلا گیا۔

"میں خود ہی آپ سے ملنا چاہتا تھا۔!"

"جی بڑی خوشی ہوئی۔" عمران نے دانت نکال دیئے اور پھر ہونٹ بند کر کے بوقو کی طرح ڈاکٹر کی طرف دیکھنے لگا۔

"ہو سکتا ہے آپ ہی ان کی علالت کا باعث ہوں"

"جی وہ — ہائی بلڈ پریشر —!"

"وہ کوئی ایسی اہم چیز نہیں — پریشر زیادہ ہائی نہیں ہے — بہ آسانی نارمل ہو سکتا بشرطیکہ —!"

ڈاکٹر جملہ ادھورا چھوڑ کر خاموش ہو گیا اور عمران اتنے اطمینان سے چاروں طر دیکھنے لگے جیسے پوری بات ذہن نشین ہو گئی ہو۔ ۔ ۔ ۔ ۔ پھر یک بیک چونک کر ڈا کی جانب دیکھتا ہوا بولا "کیا آپ شاعر بھی ہیں"

ڈاکٹر بھی چونک پڑا اور اس کے ہونٹ خفیف سے کھل گئے۔

"یہ نتیجہ کیسے اخذ کیا آپ نے!" اس کے لہجے میں بھی تحیر تھا۔

"یہ دعا گو تخلص ہے شاید —!"

"اوہ سمجھا! شاید آپ بھی بحث فرمائیں گے!"

"نہیں میں نقاد نہیں ہوں — عمران نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا" ویسے آج ڈاکٹروں میں شاعری کی وبا عام ہے — قریب قریب ہر ڈاکٹر تخلص ضرور رکھتا ہے چا وہ ادب کا ڈاکٹر ہو چاہے ادویات کا —! کیا آپ نے ڈاکٹر بلبل چہچہانی کا نام نہ سنا —!"

"صاحبزادے — صاحبزادے ۔ ۔ ۔ ۔ آپ کہاں کی ہانک رہے ہیں؟"

"جی! میں نہیں سمجھا؟" عمران نے ناخوشگوار لہجے میں کہا۔

"آپ کس لیے تشریف لائے ہیں —"

"میں یہ معلوم کرنے آیا ہوں کہ والدہ صاحبہ کی طبیعت اب کیسی ہے؟"

"کیا گھر سے نہیں معلوم کر سکتے تھے —!"

عمران نے ایک طویل سانس لی اور اس کے چہرے پر دکھوں کے بادل چھا گئے چند لمحے وہ مایوسانہ انداز میں سر ہلاتا رہا پھر بولا "اس اونچے مکان کا کرایہ ادا کرنے کی حیثیت نہیں رکھتا!"

"سمجھا — یعنی آپ اپنی عادات ترک نہیں کر سکتے —!"

عمران نے سوچا اسے سب کچھ بتا دیا گیا ہے۔ مشکل ہے کہ ثریا ایک بات چھیڑ کر پوری تفصیل میں نہ جائے۔ اس نے ڈاکٹر کو کوئی جواب نہ دیا۔ بس اپنے چہرے پر ایک حماقت زدہ سا سوگ طاری کئے بیٹھے رہا۔

"میں نے مسٹر رحمان سے وعدہ کیا ہے کہ مسز رحمان کے صحت یاب ہو جانے کے بعد آپ کا بھی علاج کروں گا!"

"واقعی!" عمران بیحد خوش ہو کر بولا "مجھ پر بڑا احسان ہوگا اگر آپ ان کا بھی علاج کر سکیں!"

"ان کا نہیں آپ کا —!"

"کیا بات ہوئی —!" عمران پھر سست پڑ گیا۔

"آپ بھی کسی پیچیدہ ذہنی مرض کا شکار ہیں!"

"اوہ آپ سمجھ گئے!" عمران کھسیانی ہنسی کے ساتھ بولا "مگر کسی سے کہئے گا نہیں جی ہاں واقعی ۔ ۔ ۔ !"

چند لمحے خاموش رہا پھر رازدارانہ انداز میں آہستہ سے کہنے لگا "عجیب بناوٹ ہے میرے دماغ کی۔ وہ آپ کی جو نرس ہے نا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ بڑی شوخ لپ اسٹک لگاتی ہے ۔ ۔ ۔ ہونٹ دیکھ کر میں سوچنے لگا تھا ۔ ۔ ۔ یا اللہ کیا بلبل الٹ گیا ہے!"

"بلبل الٹ گیا ہے ؟" ڈاکٹر نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ پھر جلدی سے بولا ۔

"لاحول ولا قوۃ ۔"

اس کے ہونٹوں پر جھینپی ہوئی سی مسکراہٹ تھی۔

"جی ہاں اور کیا !" عمران سر ہلا کر بولا۔ "بالکل لاحول ولا قوۃ ..... بس ایسے ہی اوٹ پٹانگ خیالات میرے ذہن میں آتے رہتے ہیں ..... ضرور علاج کیجئے میرا

"میرا خیال ہے کہ آپ خود ہی شاعر ہیں" ڈاکٹر ہنسنے لگا۔ "بلبل الٹ گیا ہے۔ وا کتنی نادر تشبیہ ہے ۔ سبحان اللہ ۔ !"

"ہاں تو میں والدہ ۔ صاحبہ ۔ !"

"فکر نہ کیجئے ۔ !" ڈاکٹر ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "وہ اچھی ہو جائیں گی ۔ وہ دراصل ذ الجھاؤ کی شکار ہیں ..... یہی بہتر ہے کہ ان کی جذباتی کشمکش کا ردِعمل دوران خو ہو رہا ہے ..... دوسری صورت میں تو ہسٹریا قسم کے دورے بھی پڑ سکتے ہیں

"اوہ ..... میرے خدا" عمران یک بیک چونک پڑا۔ "کہیں غیر ارادی طور پر بحث نہ چھڑ جائے ۔ مجھے سرخ ہونٹوں سے ہول آتا ہے ۔ !"

"نہیں کوئی بات نہیں !" ڈاکٹر نے مسکرا کر کہا۔ "یہ مارتھا کے فرائض میں داخل کہ کسی تضیع اوقات کرنے والے کو مجھ تک نہ آنے دے ۔ اکثر لوگ فضول قسم کی با کر کے بڑا وقت برباد کرتے ہیں۔"

عمران کچھ نہ بولا۔ ڈاکٹر نے تھوڑی دیر بعد کہا۔ "میرا طریق علاج بعض لوگو بے یقینی اور الجھن میں مبتلا کر دیتا ہے ۔ میں دراصل سائیکیٹرسٹ ہوں ..... اگر میں اس سلسلے میں لوگوں سے کوئی سائنٹیفک بحث چھیڑوں تو ان کے پلّے نہ پڑے گی کیونکہ عام طور پر میرے سبھی مریض پڑھے لکھے نہیں ہوتے ۔ لہٰذا ان کے نشین کرانا پڑتا ہے کہ وہ میری دعاؤں سے اچھے ہو رہے ہیں۔ کبھی ان کے بازو

تعویز بھی باندھنا پڑتا ہے جو حقیقتاً سادہ کاغذ کا ایک ٹکڑا ہوتا ہے۔"

"اوہ تو اسی لیے آپ ڈاکٹر دعاگو ہیں ۔ !"

"جناب !" ڈاکٹر مسکرایا۔ "اگر یہاں میں سائیکیٹرسٹ کا بورڈ لگوا دیتا تو کوئی پاس بھی نہ پھٹکتا ۔ !"

"کمال ہے !" عمران سر ہلا کر بولا۔

"پڑھے لکھے لوگ تو خود ہی اپنا ذہن کریدنے لگتے ہیں۔ اور اس طرح اپنی الجھنیں بعض اوقات خود ہی رفع بھی کر لیتے ہیں ..... لیکن جو پڑھے لکھے نہیں ہوتے ہ اپنی بے چینی اور ذہنی الجھاؤں کو کوئی معنی نہیں پہنا سکتے۔ لہٰذا دوڑے آتے ہیں رے پاس آ کر کہتے ہیں کہ شاید ان پر کسی نے کچھ کر دیا ہے پھر میں ان کے ذہن کو دیتا ہوں۔ الجھنوں کی وجہ معلوم کر کے انہیں رفع کرنے کی تدبیر کرتا ہوں اور ان کی سل کے لیے ایک تعویز بھی چل جاتا ہے وہ مرض سے نجات پاتے ہیں اس سادہ کاغذ نجات دہندہ سمجھتے ہیں جو ان کے بازو پر بندھا ہوتا ہے۔ !"

"یہ طریقہ بھی سائنٹفک ہے !" عمران نے سنجیدگی سے کہا۔

"اس لیے میں ڈاکٹر دعاگو کہلاتا ہوں۔ بعض پڑھے لکھے مجھے فراڈ بھی سمجھتے ہیں ! کم ے لکھے لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ شاہ صاحب انگریزی بھی پڑھے ہوئے ہیں ! سوٹ ٹ میں رہتے ہیں۔ لیکن عملیات تیر بہدف ہیں ! خطا کرتے ہی نہیں ۔ !"

"مگر بورڈ پر تو جسمانی امراض کا حوالہ بھی موجود ہے۔"

"ہمارا جسم قطعی طور پر ذہن کا تابع ہے اس لیے پچھتر فیصدی جسمانی امراض کی بھی ذہنی ہی ہوتی ہیں۔ مثال کے طور پر میرے پاس ایک ایسی نوجوان مریضہ آئی کے دونوں بازو مفلوج ہو کر رہ گئے تھے حرکت ہی نہیں کر سکتے تھے۔ اعصابی امراض ماہرین کا کہنا ہے کہ رگ اور پٹھے معمول پر ہیں۔ ان میں کوئی نقص واقع نہیں ہوا۔

یہ کیس ہر ایک کے لیے گورکھ دھندہ بنا ہوا تھا۔ میں نے لڑکی کے ذہن کو کرید کر وج معلوم کر لی۔"

ڈاکٹر خاموش ہو کر مسکرایا پھر بولا۔" اور میں نے اس کے بازو پر تعویذ باندھ کر اس کے باپ کو مشورہ دیا کہ وہ اسے کہیں باہر بھیج دے۔ . . . کیونکہ اس پر کیا جانے والا جادو اس شہر کی فضا پر منڈلا رہا ہے یہاں رہی تو کبھی اچھی نہ ہو گی۔ تو جناب . . باپ نے لڑکی کو اس کے نانہال بھجوا دیا۔ وہ دو ماہ بعد بالکل ٹھیک ہو گئی۔ پھر میں نے اس کے باپ کو مشورہ دیا کہ اگر وہ اس کی خیریت چاہتا ہے تو اسے یہاں کبھی نہ بلائے نانہال ہی سے اس کی شادی کر کے رخصت کر دے۔ یہی ہوا . . . . لڑکی آج بھی زند اور بخیریت ہے۔"

ڈاکٹر پھر خاموش ہو کر سگریٹ کیس کھولنے لگا . . . . پھر اسے عمران کی طرف بڑھاتا ہوا بولا۔" آپ جانتے ہیں مرض کیا تھا۔"

"شکریہ! میں سگریٹ نہیں پیتا!" عمران نے اس طرح کہا جیسے سگریٹ نہ پینا بھی جر ہو۔!"

"لڑکی کی ماں سوتیلی تھی۔ جس سے اسے شدید نفرت تھی۔" ڈاکٹر سگریٹ سلگانے کے لیے رکا اور سگریٹ سلگا کر دھواں چھوڑتا ہوا بولا۔" روزانہ رات کو اس کے پیر دبا پڑتے تھے۔ لڑکی بامروت تھی انکار نہ کر سکتی تھی۔ لیکن اندر ہی اندر کھولتی رہتی تھی کاش اسے یہ کام نہ کرنا پڑتا . . . . . لاشعور میں دبی ہوئی نفرت اعصاب پر بجلی بن کر گری اور ہاتھ مفلوج ہو گئے۔ پیر نہ دبانے کی خواہش بلا واسطہ طور پر پوری ہو گئی سمجھ رہے ہیں نا آپ۔!"

"جی ہاں۔ بالکل بالکل۔"

"اسی طرح ملٹن اندھا ہو گیا تھا جو اپنی بیوی کی شکل نہیں دیکھنا چاہتا تھا۔"

اب تو بالکل سمجھ گیا۔!" عمران بوکھلا کر بولا۔ "شادی کے چھ ماہ بعد عموماً بیوی کی شکل دیکھنے کو جی نہیں چاہتا ______ معاذ اللہ ______ اللہ محفوظ رکھے جملہ مومنین کو۔!"

"آپ کی والدہ کبھی اتنی زیادہ بیمار بھی ہو سکتی ہیں کہ آپ کے والد صاحب بوکھلا کر آپ کو گھر آنے کی اجازت دے ہی دیں۔"

"ہوں۔!" عمران تشویش کن انداز میں سر ہلانے لگا۔

"آپ کی بے راہ روی بھی ان کے مرض کی وجہ ہو سکتی ہے . . . . . اب میں کرید رہا ہوں ان کے ذہن کو۔ دیکھئے کیا نتیجہ برآمد ہوتا ہے۔"

"واقعی آپ بہت گہرے آدمی ہیں۔" عمران نے ڈاکٹر کو تحسین آمیز نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

اتنے میں نرس مارتھا کمرے میں داخل ہوئی اور ڈاکٹر کو کسی کا وزٹنگ کارڈ دیا۔

"اچھی بات ہے جناب!" ڈاکٹر اٹھتا ہوا بولا۔ "کبھی کبھی ملتے رہیئے گا۔"

"لیکن خدا کے لیے میرا ذہن نہ کریدیئے گا!" عمران نے کہا۔ "ورنہ میں کسی کام کا نہ رہ جاؤں گا۔"

"اچھا۔ اچھا۔" ڈاکٹر معنی خیز ہنسی کے ساتھ بولا۔

عمران ڈرائنگ روم سے اٹھ کر پھر برآمدے میں آیا لیکن اسے یہاں ایک ایسا آدمی نظر آیا جو کم از کم دعا تعویذ کا قائل تو ہو ہی نہیں سکتا تھا۔ یہ وزارتِ خارجہ کا ایک ڈپٹی سیکرٹری تھا۔ عمران اسے اچھی طرح پہچانتا تھا۔ ہو سکتا ہے کہ وہ اسے نہ جانتا رہا ہو۔"

اب نرس اسے اندر لے گئی۔ لیکن جاتے جاتے عمران نے آہستہ سے کہا تھا

"میں یہیں آپ کا منتظر رہوں گا۔"

ڈپٹی سیکرٹری کو اندر پہنچا کر وہ واپس آئی اور تیکھے لہجے میں پوچھا۔ "کیا بات ہے؟"

"اس ہسپتال میں قیام کا انتظام بھی ہے یا نہیں۔!"

"کیوں؟"

"شاید میں بھی داخل ہونا پسند کروں۔!"

"تمہیں کیا بیماری ہے۔ مگر تم نے یہ ڈاکٹر ہی سے کیوں نہیں پوچھا۔ میں کوئی فلرٹ لڑکی نہیں ہوں سمجھے۔!"

"میں جانتا ہوں کہ تم بیحد نیک اور شریف ہو! ڈاکٹر سے پوچھنا بھول گیا تھا۔ دراصل مجھے بھول جانے ہی کا مرض ہے۔"

عمران اسے اپنی پیچ دار باتوں میں الجھائے رہا! مقصد جو کچھ بھی ہو۔ وہ جو تھوڑی غصہ ور بھی معلوم ہوتی تھی بات بات پر بے تحاشہ ہنس رہی تھی۔ شاید دس منٹ گزر گئے پھر وہ چونکی اور اس نے کہا "تم ضرور داخلہ لے لو...... بھول جانے کا مرض چند دنوں میں جاتا رہے گا.... ڈاکٹر ماہر ترین سائیکو انلیسٹ ہیں۔"

دفعتاً صدر دروازہ پھر زوردار آواز کے ساتھ بند ہوا۔ عمران چونک پڑا۔ باہر آنے والا وہی ڈپٹی سیکرٹری تھا جو کچھ دیر پہلے ڈاکٹر سے ملنے آیا تھا۔ عمران نے اس کے چہرے پر کوئی عجیب سی بات مارک کی۔ آنکھیں خالی خالی اور ویران سی نظر آ رہی تھیں وہ سامنے ہی نظر اٹھائے ہوئے تیزی سے آگے بڑھتا چلا گیا۔ پھر پھاٹک سے بھی گزر گیا۔ عمران لڑکی کی طرف مڑا۔ لیکن دوسرے ہی لمحے اچھل پڑا۔ وہ فائر کی آواز تھی اور ساتھ ہی ایک تیز چیخ بھی فضا میں ابھری تھی۔

عمران آواز کی جانب جھپٹا! اندازہ یہی تھا کہ یہ سب کچھ کمپاؤنڈ کے باہر ہوا ہے عمران سے اندازے کی غلطی نہیں ہوئی تھی۔ بائیں جانب پھاٹک سے چند ہی گز کے فاصلے

ڈپٹی سیکرٹری انتہائی کرب کی حالت میں ایڑیاں رگڑ رہا تھا اور اس کی داہنی کنپٹی سے ابلتے ہوئے خون سے قرب و جوار کی زمین سرخ ہوتی جا رہی تھی۔ ساتھ ہی عمران کی نظر اس ریوالور پر بھی پڑی جو تشنج کی وجہ سے داہنی مٹھی میں جکڑ کر رہ گیا تھا۔

عمران کے پیچھے ہی پیچھے نرس مارتھا بھی آئی تھی۔ دم توڑتے ہوئے زخمی پر نظر پڑتے ہی ہسٹریائی انداز میں چیخنے لگی........ پھر اسی طرح چیختی ہوئی دوبارہ کمپاؤنڈ میں بھاگ گئی۔

اب وہ ایک ٹھنڈی لاش تھی۔ ریوالور اب بھی اس کی مٹھی میں جکڑا ہوا تھا۔ ذرا ہی سی دیر میں بھیڑ لگ گئی۔ عمران محض ایک تماشائی کی حیثیت میں کھڑا آنکھیں پھاڑتا رہا۔ کسی کی بھی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ لاش کے سلسلے میں کیا کرنا چاہیئے۔ دفعتاً مجمع سے کسی بلند آواز میں کہا

"کھسکو یہاں سے ورنہ خواہ مخواہ گواہی شہادت میں دوڑنا پڑے گا۔!"

پھر کیا تھا دیکھتے ہی دیکھتے مجمع صاف ہو گیا۔ اب وہاں صرف عمران تنہا کھڑا احمقانہ انداز میں پلکیں جھپکا رہا تھا۔

پھر ڈاکٹر دعاگو بھی جھپٹتا ہوا پھاٹک سے نکلا اور عمران کے قریب ہی رک گیا

"اوہ۔ اوہ۔ میرے خدا...... وہ ہو ہی گیا جو نہ ہونا چاہیئے تھا۔!"

وہ مضطربانہ انداز میں بڑبڑایا "ہاں۔ اوہ۔ ریوالور مٹھی میں دبا ہوا ہے۔ خودکشی میرے خدا....."

پھر بائیں ہتھیلی سے اپنی پیشانی رگڑتا ہوا عمران کی طرف مڑا اور یک بیک چونک کر بولا "اوہ۔ میں بھی کتنا احمق ہوں۔ پولیس کو اطلاع دینی چاہیئے۔"

وہ پھر پھاٹک کی طرف مڑ گیا۔ عمران جہاں تھا وہیں کھڑا رہا۔ راہ گیر رکتے اور استفسار حال کر کے بڑی تیزی سے آگے بڑھ جاتے۔ قریب کی بعض کوٹھیوں کی کھڑکیاں کھٹ کھٹ بند ہو رہی تھیں۔ غالباً سبھی کو خدشہ تھا کہ کہیں شہادت کے لیے عدالت میں طلب نہ کر لیے جائیں۔!

ڈاکٹر پھر واپس آیا...... اور عمران سے بولا "آپ ابھی یہاں موجود ہیں"

عمران نے اثبات میں سر ہلا دیا

"جائیے ورنہ خواہ مخواہ گواہی کے لیے عدالت میں طلب کر لیے جائیں گے!"

"اب کے یہ تجربہ بھی سہی!" عمران مسکرایا

"یہ وزارتِ خارجہ کا ڈپٹی سیکرٹری تھا"

"ارے!" عمران نے حیرت ظاہر کی۔

"جی ہاں! کتنا اچھا آدمی تھا۔ کیا بتاؤں آپ سے! میں اس کا علاج کر رہا تھا۔"

"اف فوہ۔ عمران صرف آنکھیں پھاڑ کر رہ گیا۔

"زندگی سے مایوس ہو چکا تھا۔"

"اکثر بواسیر کے مریض ہو جاتے ہیں"

"جی!" ڈاکٹر نے آنکھیں پھاڑ دیں۔

"جی ہاں!" عمران نے سعادت مندانہ انداز میں سر ہلا دیا۔

"نہیں جناب! آپ بھی کمال کرتے ہیں۔ یہ فوبیاز اور کومپلکسز کا شکار تھا"

یہ کیا چیزیں ہیں!" عمران نے حیرت سے پوچھا

"آپ سائنس کے ڈاکٹر ہیں" ڈاکٹر دعاگو کے لہجے میں حیرت تھی۔

"جی۔ وہ تو...... میں نے آئس کریم فریزنگ پر ریسرچ کی تھی" عمران نے شرما کر کہا۔

پلوہ۔! پھر کبھی بتاؤں گا!" ڈاکٹر نے گھڑی پر نظر ڈال کر کہا۔ "کتنا غیر ذمہ دار ہوتا جا رہا ہے یہ محکمہ بھی...... دس قدم پر پولیس اسٹیشن ہے لیکن ابھی نہیں پہنچے۔ کسی صورت سے"

عمران کچھ نہ بولا۔ دو ایک راہ گیر پھر رکے اور لاش سے متعلق استفسار کر کے جلدی سے آگے بڑھ گئے۔

لاحول ولاقوۃ!" ڈاکٹر برا سا منہ بنا کر بولا "کس مصیبت میں پھنس گیا! کاش ان حضرت نے گھر جا کر خودکشی کی ہوتی۔ ابھی راہ گیر دماغ چاٹ رہے ہیں پھر عدالت چاٹے گی لاحول ولا قوۃ۔ لاحول ولاقوۃ........ کیوں جناب آپ کیوں اپنی گردن پھنسوا رہے ہیں۔ آپ بھی تشریف لے جائیے۔!"

"اکیلے آپ کا جی نہ گھبرائے گا" عمران نے بڑی معصومیت سے پوچھا۔

ڈاکٹر اسے اس طرح گھورنے لگا جیسے گالی دیتے ہوئے رک گیا ہو۔ پھر لاپرواہی سے شانے سکوڑے اور دوسری طرف دیکھنے لگا۔

مقامی تھانے کا انچارج چند کانسٹیبلوں کے ساتھ جھپٹتا ہوا اسی طرف آ رہا تھا۔

"آپ ہی نے فون کیا تھا؟" اس نے لاش پر نظر ڈالتے ہوئے ڈاکٹر سے پوچھا تھا۔

"جی ہاں!" ڈاکٹر نے پھاٹک کی طرف مڑتے ہوئے کہا "اب جو کچھ بھی پوچھنا ہے اندر آ کر پوچھیے گا۔ کھڑے کھڑے پیروں میں درد ہونے لگا"

سب انسپکٹر نے پلکیں جھپکائیں کچھ کہنے کے لیے ہونٹ کھولے لیکن پھر خاموش ہی رہ گیا۔ کیونکہ ڈاکٹر جا چکا تھا! پھر وہ قہر آلود اسٹائل میں عمران کی طرف مڑا اور سنگین لہجے میں غرایا "اور آپ کون ہیں"

نج۔ جی.... میں.... علی عمران۔ ایم۔ ایس۔ سی۔ پی۔ ایچ۔ ڈی۔

اُکسن ہوں۔"

"ہوں!" اس کی آنکھیں کچھ اور زیادہ ابل پڑیں۔ "یہاں کیوں کھڑے ہیں؟"

"مم۔ میں نے کہا۔ کہیں کوئی گڑبڑ نہ کر جائے۔!"

"کیسی گڑبڑ۔!"

"جی کوئی ریوالور ہی پار کر جائے۔ کافی قیمتی معلوم ہوتا ہے۔ ہاتھی دانت کا نقشین دستہ ہے۔"

"یہ کیسے مرا۔!"

"پتہ نہیں۔ جب میں نے دیکھا ہے تو تڑپ رہا تھا۔۔۔ ڈاکٹر صاحب کہہ رہے تھے کہ محکمہ خارجہ کا ڈپٹی سیکرٹری ہے!"

"جی!" انچارج اچھل پڑا۔۔۔ اب اس پر کچھ اس قسم کی بوکھلاہٹ طاری ہو گئی جیسے ڈپٹی سیکرٹری کو سلام کرنا بھول گیا ہو اور اب لاش ہی کو سلیوٹ جھاڑ بیٹھے گا پھر وہ بدحواسی ہی کے عالم میں دوڑتا ہوا ڈاکٹر کے کمپاؤنڈ میں داخل ہو گیا جاتے جاتے اپنے ماتحتوں کو کہہ گیا تھا کہ عمران کو روکے رکھیں۔

عمران نے ٹھنڈی سانس لی اور جیب میں چیونگم کا پیکٹ تلاش کرنے لگا۔

پولیس پارٹی کے افراد اسے ایسے ہی کڑے تیوروں سے دیکھ رہے تھے جیسے مرنے والا کا خون اسی کے سر پر ہو!

"مجھے کب تک انتظار کرنا پڑے گا بھائی صاحب!" اس نے ایک کانسٹیبل سے پوچھا۔ اور وہ اپنی بڑی بڑی مونچھوں پر ہاتھ پھیرتا ہوا بولا۔ "میں نہیں جانتا!"

"اللہ۔!" عمران ٹھنڈی سانس لے کر منہ چلانے لگا۔

پھر انچارج کے واپس آتے آتے ایک دوسری پارٹی بھی وہاں پہنچ گئی جو محکمہ سراغرسانی کے دو تین افسروں اور کیپٹن فیاض پر مشتمل تھی۔! شاید انچارج نے ڈاکٹر کے

کے فون پر اطلاع دی تھی۔

فیاض نے عمران کو دیکھ کر ایک طویل سانس لی اور بولا۔ "تو یہ تم ہو!"

"الحمد اللہ!" عمران نے بڑے خلوص سے کہا۔

اتنے میں انچارج بھی اندر آ گیا۔ شاید وہ اتنی دیر تک ڈاکٹر کا بیان لیتا رہا تھا۔

"آپ کو میرے ساتھ تھانے چلنا پڑے گا!" تھانے دار نے عمران سے کہا۔ پہلے اس نے کیپٹن فیاض کو سلیوٹ کیا تھا۔

کیپٹن فیاض نے مسکرا کر عمران کی طرف دیکھا۔

"انہیں تو بخش ہی دیجئے۔ انسپکٹر۔" فیاض بولا۔

"جیسی جناب کی مرضی۔!" سب انسپکٹر بولا۔

"اب آپ تشریف لے جا سکتے ہیں جناب!" فیاض نے عمران سے کہا۔

شش شکریہ۔۔۔ جناب والا" عمران بوکھلاہٹ کی ایکٹنگ کرتا ہوا احتراماً جھک گیا! پھر سیدھا کھڑا ہو کر بولا۔ "مگر میں ایک ہفتہ گھر پر نہیں مل سکوں گا۔"

اور فیاض کے جواب کا انتظار کئے بغیر وہ واپسی کے لیے مڑ گیا تھا!

ٹوسیٹر پھاٹک کے قریب ہی کھڑی تھی۔ بیٹھا اور سیدھا نکلا چلا گیا۔

اپنے فلیٹ پر پہنچ کر اس نے فون پر جولیانا فٹز واٹر کے نمبر ڈائیل کئے اور بحیثیت ایکسٹو اسے اس واقعہ سے آگاہ کرتا ہوا بولا۔ "معلوم کرو کہ ڈاکٹر دعاگو نے پولیس کو کیا بیان دیا ہے۔ صفدر اس کام کے لیے موزوں رہے گا۔ دو گھنٹے کے اندر اندر مجھے آگاہ کر دو۔"

پھر سلسلہ منقطع کر کے ریسیور کریڈل پر ڈال دیا۔ اس کی پیشانی پر شکنیں تھیں اور آنکھیں گہری سوچ میں ڈوبی ہوئی تھیں۔

اتنے میں جوزف پر نظر پڑی جو ایک گوشے میں بیٹھا بسور رہا تھا۔!

"جوزف ـــ کیا بات ہے ؟" عمران نے پوچھا اور جوزف اٹھ کر آہستہ آہستہ چلتا ہوا اس تک آیا۔ اور ایک ٹانگ ڈھیلی چھوڑ کر کھڑا ہو گیا۔ وہ جماہیوں پر جماہیاں لے رہا تھا۔

"میں کہتا ہوں باس !" اس نے بڑی مسکینی سے کہا۔ "جب میری شراب افورڈ نہیں کر سکتے تو پھر مجھے تاڑی پینے کی اجازت کیوں نہیں دیتے ۔ ؟"

"تم اس وقت ہوش میں ہو اس لیے میں تم سے بات نہیں کرنا چاہتا دفع ہو جاؤ"

"بار والا کہہ رہا تھا کہ اب شراب کا ادھار کھاتہ بند کر دیا گیا ہے ۔ اپنے باس سے کہو ماہانہ حساب نہیں چل سکتا ! نقد خریدا کرو ۔ !"

"میں خود ہی ایک بھٹی لگانے کی سوچ رہا ہوں " عمران نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔ ورنہ دیوالیہ نکل جائے گا ۔ !"

"آخر تاڑی پینے میں کیا حرج ہے ۔"

"میں اسے گناہ نہیں سمجھتا جو تھوڑے پیسوں میں ہو جائے ! اس لیے تاڑی پینے کی اجازت ہرگز نہ دوں گا۔ دفع ہو جاؤ ـــ !"

اتنے میں دروازے سے سلیمان نے ہانک لگائی "صاحب اس کلوٹے کو سمجھائیے ورنہ اچھا نہ ہو گا "

"کیا اچھا نہ ہو گا ۔ !"

"میں مار دوں گا سالے کو" سلیمان نے دانت پیس کر مکا ہلاتے ہوئے کہا "سالے کو جب شراب نہیں ملتی تو میرا مغز چاٹتا ہے . . . . ہونہہ میں نے ایک بار تھوڑی سی برانڈی پی لی تو مجھے مارنے دوڑے تھے اور یہ سالہ روزانہ جھک لو تلیں۔ ارے باپ رے ۔"

سلیمان سینے پر ہاتھ مار کر رہ گیا۔

"جاؤ ۔ تم سالا ۔ جاؤ ۔ !" جوزف ہاتھ ہلا کر دہاڑا۔

"اب دیکھئے" ! سلیمان آنکھیں نکال کر بولا۔

"میں بتاؤں !" عمران نے سر ہلا کر سنجیدگی سے کہا۔ "تم لوگ ہاتھوں میں ڈنڈے سنبھالو۔ اور میں بیچ میں کھڑا ہو جاتا ہوں۔ بس ایک دو تین کہہ کر شروع ہو جانا . . پھر ایک گھنٹے بعد حاصل ضرب کو آپس میں تقسیم کر لینا۔ سمجھے ۔ !"

پھر اس نے میز سے رول اٹھایا اور دونوں کی طرف جھپٹتا ہوا دہاڑا۔ "جاؤ نکلو دفع ہو جاؤ ۔ چلو۔ !"

دونوں بھاگ کر ادھر ادھر کمروں میں جا گھسے اور عمران ایک کرسی پر بیٹھ کر ٹانگیں ہلانے لگا۔ تھوڑی ہی دیر بعد فون کی گھنٹی بجی۔ عمران نے ریسیور اٹھا لیا۔ دوسری طرف سے محکمہ سراغرسانی کا سپرنٹنڈنٹ کیپٹن فیاض بول رہا تھا۔

"گھر ہی پر رہنا ۔ میں آ رہا ہوں ـــ !" اس نے کہا تھا۔

"لیکن میں گھر سے جا رہا ہوں ـــ اب یہاں صرف جوزف اور سلیمان رہیں گے۔ اس سے بہتر تو یہی تھا کہ شادی کر لیتا ـــ خدا محفوظ رکھے ـــ !"

"بکواس مت کرو تم بڑی مصیبت میں پھنس گئے ہو !" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"شادی سے پہلے ہی " عمران نے مایوسانہ لہجے میں پوچھا۔

"بکواس کرنا بھول جاؤ گے ـــ اگر گھر سے غائب ہوئے تو مجبوراً وارنٹ نکلوانا پڑے گا "

"ارے باپ رے " عمران گھبرا کر بولا

"بس ـ دوسری طرف سے آواز آئی ـ اور سلسلہ منقطع ہو گیا۔

عمران ریسیور رکھ کر احمقانہ انداز میں مسکرایا اور چیونگم کا پیکٹ پھاڑنے لگا۔ پندرہ منٹ بعد ایکس ٹو والے فون کی گھنٹی بجی اور عمران اٹھ کر دوسرے کمرے

میں چلا گیا۔ اس فون پر دوسری طرف جولیانا فٹنز واٹر تھی۔

"صفدر بیان کی نقل حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا ہے۔" وہ کہہ رہی تھی "ڈپٹی سیکرٹری بعض ذہنی امراض میں مبتلا تھا۔ ڈاکٹر دعاگو اس کا معالج تھا۔ . . . پچھلے چند ماہ سے ڈپٹی سیکرٹری بیحد مایوس ہو گیا تھا! اکثر اس سے کہتا رہتا کہ اب وہ خودکشی کر لے گا۔ آج بھی یہی کہنے آیا تھا کہ اب وہ کبھی کام کا آدمی نہ بن سکے گا۔ دنیا کو اب اس کی قطعی ضرورت نہیں رہی۔ کوئی اس کی پرواہ نہیں کرتا۔ گھر والے اسے بدگرشت سمجھنے لگے ہیں۔ بیوی سوچنے لگی ہے کہ کاش وہ بیوہ ہوتی۔ بچے اس کا احترام نہیں کرتے۔ . . . . آوارہ ہو رہے ہیں۔ اگر وہ زندہ بھی رہا تو کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہ رہ جائے گا . . . . . اب وہ ضرور خودکشی کرے گا۔ ڈاکٹر نے آج بھی اسے سمجھانے کی کوشش کی تھی۔ لیکن باہر نکل کر اس نے آخرکار خودکشی کر ہی لی۔"

"اور کچھ!" عمران نے پوچھا۔

"جی نہیں۔ رپورٹ کا لب لباب سنا چکی ہوں۔"

"ہوں۔ دوسرے احکامات کی منتظر رہو۔" عمران نے کہا اور سلسلہ منقطع کر دیا۔ اور نشست کے کمرے کی طرف مڑا ہی تھا کہ کسی نے باہر سے کال بل کا بٹن دبایا۔

"آ گئے رانڈ کے سانڈ صاحب!" عمران بڑبڑایا . . . . . . اور سلیمان کو آواز دے کر کہا کہ باہر دیکھے۔

آنے والا کیپٹن فیاض ہی تھا۔ چہرے پر فکر مندی کے آثار تھے۔!

"تم وہاں کیوں گئے تھے!" اس نے بیٹھنے سے پہلے ہی پوچھا۔

"ڈپٹی سیکرٹری کے تڑپنے کا منظر دیکھنے گیا تھا۔"

"میں کہتا ہوں سنجیدگی سے گفتگو کرو۔ میں بہت پریشان ہوں۔"

"یار تم اب ایک مرغی خانہ کھول دو۔ جب کڑک مرغیاں انڈے دینے لگتی ہیں تو دلبستگی کا خاصا سامان پیدا ہو جاتا ہے۔ کیسا جی خوش ہوتا ہے جب مرغی انڈا دے کر اٹھتی ہے۔ سبحان اللہ۔"

"میں کہتا ہوں سنجیدگی سے گفتگو کرو۔" فیاض بولا۔

"تم بھی بگڑ لو۔" عمران ٹھنڈی سانس لے کر بولا "آج صبح صبح پتہ نہیں کس گلفام کی صورت دیکھی تھی۔ معاذ اللہ۔"

"مجھے سختی پر مجبور نہ کرو۔"

"استغفر اللہ۔"

"کیا تم پھر سیکرٹ سروس والوں کے لیے کام کر رہے ہو!"

"سرکاری راز ہیں سوپر فیاض۔ بتائے نہیں جا سکتے۔ ویسے تم ڈاکٹر ہی سے پوچھ سکتے ہو کہ میں وہاں کیوں گیا تھا!"

اس نے جو کچھ مجھے بتایا ہے مجھے اس پر بھی یقین ہے . . . . لیکن . . ." فیاض نے جملہ پورا نہیں کیا۔!

لیکن سسرال والوں کا خیال کچھ اور ہے۔" عمران ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

"اے تم جورو سے اتنا ڈرتے کیوں ہو۔؟"

"غیر متعلق باتیں نہ کرو۔!"

"مجھے معلوم ہے کہ ڈپٹی سیکرٹری تمہاری بیوی کا عزیز ہے!"

"پھر اس سے کیا ہوا۔"

"بہت کچھ ہوا مری جان۔ سیکرٹری کی خودکشی کے باعث تم ہی بنے بھلے جورو کے غلام۔!"

"کیا مطلب!" فیاض چونک کر اسے گھورنے لگا۔

"کیا تمہارا محکمہ ڈپٹی سیکرٹری میں دلچسپی نہیں لے رہا تھا۔"

"تم کیا جانو۔" فیاض متحیرانہ انداز میں کرسی سے اٹھ گیا۔

"میں کیا نہیں جانتا!" عمران سر ہلا کر بولا۔ "اس کی پرواہ مت کرو۔ تمہارا محکمہ اس میں دلچسپی لے رہا تھا اس کی نگرانی ہو رہی تھی تمہیں اطلاع ملی تھی کہ وہ ایک غیر ملکی سفارت خانے کے لیے جاسوسی کر رہا ہے۔ تم لوگوں نے اس کی نگرانی شروع کرا دی۔ ادھر تمہارے پیٹ میں چوہے بھی دوڑ رہے تھے... لہٰذا پیٹ ہلکا کرنے کے لیے تم نے وہ بات اپنی بیوی کو بتا دی...... کیا غلط کہہ رہا ہوں اور پھر تمہاری بیوی سے بات اس تک پہنچ گئی۔ ۔ ۔ آدمی کمزور دل کا تھا بوکھلا گیا....... پھر ظاہر ہے خوف اس کو خودکشی کی طرف لے گیا۔"

عمران خاموش ہو کر فیاض کو گھورے جا رہا تھا فیاض نے تھوک نگل کر کچھ کہنا چاہا لیکن پھر نہ جانے کیوں ہونٹ بھینچ لیے۔!

دوسرے کمرے سے سلیمان اور جوزف کی زبانی جھڑپوں کی آوازیں آ رہی تھیں

کچھ دیر بعد فیاض بڑبڑایا "لیکن اب کیا ہوگا۔"

"وارنٹ نکلواؤ میرے!" عمران نے بڑے خلوص سے کہا۔ اتنے میں فون کی گھنٹی بجی۔ عمران نے ریسیور اٹھایا۔ کال فیاض کے لیے تھی وہ ریسیور لے کر کسی کی گفتگو سنتا رہا لیکن چہرے کے آثار چڑھاؤ سے صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ گفتگو خوشگوار نہیں تھی۔ دفعتاً اس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں اور وہ ریسیور رکھ کر دروازے کی طرف جھپٹا لیکن پھر پلٹ کر میز سے فلٹ ہیٹ اٹھائی اور اس بار باہر نکلتے وقت دروازے کی چوکھٹ سے بری طرح ٹکرایا۔

عمران کی آنکھیں معنی خیز انداز میں گردش کر رہی تھیں۔!

---

* * *

پھر عمران پرائیویٹ فون کی طرف جھپٹا! اس پر اپنے ماتحت سارجنٹ نعمانی ے نمبر ڈائیل کئے جو اس کے فلیٹ کے قریب ہی رہتا تھا۔

"ہیلو نعمانی۔" اس نے بھرائی ہوئی سی آواز میں کہا۔ "ایکسٹو اسپیکنگ۔ دیکھو عمران کے فلیٹ سے ابھی ابھی کیپٹن فیاض نکلا ہے اس کا تعاقب کرو۔ یہ علوم کرو کہ وہ کس سے ملتا ہے اور دونوں کے درمیان ہونے والی گفتگو بھی سن سکو و بہت اچھا ہے! اوور اینڈ آل۔"

ریسیور رکھ کر وہ پھر نشست کے کمرے میں آیا اور کوشش کرنے لگا کہ اسے لیمان اور جوزف پر شدت سے غصہ آ جائے کیونکہ وہ نابنجار کیپٹن فیاض کی موجودگی یں بھی آپس میں لڑتے رہے تھے پھر اس نے انہیں آواز دی۔

دونوں ہی غصے سے سرخ ہو رہے تھے۔ عمران برس پڑا۔

"آپ اس حرامزادے کلوٹے کو کچھ نہیں کہتے جو دن رات مجھے کوستا رہتا ہے ے ایسے ایسے کوسنے دیتا ہے کہ بڑی بوڑھیاں بھی پانی پانی ہو جائیں۔" سلیمان نے ہانپتے ہوئے کہا۔ اور عمران نے جوزف کو گھور کر دیکھا اور انگریزی یں دہاڑا۔ "کیوں بے۔ تو اسے کوستا رہتا ہے۔"

"کیوں نہ کوسوں!" جوزف نے لاپرواہی سے کہا۔ "اگر تمہارا خیال نہ ہوتا باس اس کی ہڈیاں توڑ کر رکھ دیتا۔ یہ باسٹرڈ میری ساری بوتلیں جھوٹی کر دیتا ہے یک ایک گھونٹ لے کر۔!"

"اب میں کیا جانوں سالے نے انگریزی میں کیا کہا ہے۔" سلیمان نے بُرا

سامنے بنا کر کہا۔

"وہ کہتا ہے کہ تم اس کی بوتلیں جھوٹی کر دیتے ہو۔!"

"بکتا ہے سالا۔ میں تو صرف سونگھ رہا تھا۔"

"سلیمان۔!" عمران نے آنکھیں نکالیں۔

"اپنی ایسی کی تیسی میں جائے۔" سلیمان نے جھلا کر کہا۔ اور تیزی سے باورچی خانے کی طرف چلا گیا۔

جوزف چپ کھڑا رہا۔ . . . . اور عمران قلم اٹھا کر کاغذ کے ٹکڑے پر کچھ لکھنے لگا اور پھر اسے جوزف کی طرف بڑھاتا ہوا بولا "اس پتہ پر جاؤ۔ ڈاکٹر ہے وِچ ڈاکٹر۔ اس سے کہنا کہ تمہارے سر پر بری روحیں منڈلا رہی ہیں۔ . . . . . جب تم اونگھنے لگتے ہو تو ایک چیل تمہارے کانوں میں بڑے زور سے چیختی ہے؟"

"لاؤ۔!" جوزف نے غصیلے لہجے میں کہا اور کاغذ عمران کے ہاتھ سے لے کر فوجیانہ انداز میں ایڑیوں پر گھوم کر فلیٹ سے باہر نکل گیا۔

وہ کچھ اس قسم کا تابعدار شکاری کتا تھا جتنا کہا جاتا اتنا ہی کرتا۔ کسی معاملے میں کبھی بحث نہیں کرتا تھا۔ اور اس وقت تو غصے ہی میں تھا اور چاہتا تھا کہ کسی پر غصہ اتار کر جی ہلکا کر لے۔ باہر اس کے لیے بہت مواقع تھے! اس لیے خود بھی باہر جانا چاہتا تھا۔ عمران کے خیال سے گھر میں کسی قضیے کو طول دینا پسند نہیں کرتا تھا۔

عمران نے ایک طویل سانس لی اور جسم ڈھیلا چھوڑ کر ٹانگیں ہلانے لگا . . . اس کی پیشانی پر شکنیں تھیں۔ شاید وہ بہت سنجیدگی سے سوچ رہا تھا پھر یک بیک چونکا اور شریر سی مسکراہٹ اس کے ہونٹوں پر بکھر گئی! اس نے بھی فون کا ریسیور اٹھا کر کیپٹن فیاض کے گھریلو نمبر ڈائیل کئے اور جلد ہی دوسری طرف سے اس کی

بیوی کی آواز سنی!"

"کون صاحب ہیں۔!"

"صاحب نہ کہو! ورنہ تمہارے میاں قیامت بپا کر دیں گے ابھی ابھی وہ مجھے جنگلی بنا کر گئے ہیں۔!"

"اوہ تو آپ ہیں! فرمائیے!"

"کوئی بری خبر تم تک پہنچی یا نہیں۔"

"میں نہیں سمجھی۔!"

"فیاض نے کچھ نہیں بتایا۔"

"نہیں۔ تو۔ خواہ مخواہ بور نہ کیجئے! بتائیے کیا بات ہے!"

"محکمہ خارجہ کے ڈپٹی سیکرٹری تمہارے کون ہیں!"

"اوہ۔ وہ چھکن بھائی۔!"

"لاحول ولا قوۃ . . . میں ڈپٹی سیکرٹری کی بات کر رہا ہوں۔!" عمران نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"ہاں . . . ہاں . . . میرے رشتے کے بھائی ہیں۔ ہم لوگ انہیں چھکن بھائی کہتے ہیں۔ عرفیت ہے۔"

"تب تو اچھا ہی ہوا کہ مر گئے!"

"کیا مطلب۔ کیا بک رہے ہیں آپ!"

"کچھ دیر گزری انہوں نے ڈاکٹر دعاگو کے پھاٹک پر خودکشی کر لی ہے۔ میں موجود تھا۔!"

"ہائے اللہ۔ اور۔ اور۔ فیاض کہاں ہے۔"

"جھک مارتے پھرتے ہیں۔ میں آ رہا ہوں تم کہیں جانا مت!" عمران نے

کہا اور ریسیور کریڈل میں رکھ دیا! لباس وغیرہ کی طرف دھیان دیئے بغیر... نیچے اترا اور ٹو سیٹر میں بیٹھ کر فیاض کے گھر کی طرف روانہ ہو گیا۔

فیاض کی بیوی بیرونی برآمدے ہی میں ٹہلتی ہوئی ملی! اس کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔

"عمران بھائی۔ خدا کے لیے" اس نے کچھ کہنا چاہا مگر پھر ہونٹ مضبوطی سے بند کر لیے۔

"ہوں۔ ہوں! چلو اندر چلو۔"

وہ دونوں نشست کے کمرے میں آئے وہ عمران کو استفہامیہ انداز میں دیکھ رہی تھی۔ لیکن عمران خاموش ہی رہا۔ آخر وہ پھٹ پڑی۔ "کیا بوریت پھیلائی ہے آپ نے اگر کوئی بات ہوتی تو فیاض مجھے ضرور فون کرتے۔!"

عمران اسے تیز نظروں سے گھور رہا تھا۔ آخر آہستہ سے بولا "تم نے اُسے یہ خبر کیوں پہنچائی تھی کہ اس کی نگرانی ہو رہی ہے؟"

"مم۔ میں۔ نن۔ نہیں تو۔!"

"اڑنے کی کوشش نہ کرو۔ فیاض کی قسمت میں بھی زوجۂ مادر نما ہی لکھی تھی۔"

"عمران بھائی۔ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔" فیاض کی بیوی کو غصہ آ گیا۔

"اب یہ بتاؤ کہ!" عمران اس کے لہجے کو قطعی نظر انداز کر کے بولا "کسی تیسرے کو علم تو نہیں کہ تم نے اسے مطلع کر دیا تھا۔"

وہ کچھ نہ بولی۔ صرف تھوک نگل کر رہ گئی۔ بار بار نچلے ہونٹ پر زبان پھیر رہی تھی اور عمران اسے متواتر گھورے جا رہا تھا۔

"یہ بہت ضروری ہے! مجھے بتاؤ! ورنہ فیاض کی ملازمت پر زوال آنے کا خدشہ ہے۔"

"نن۔ نہیں! کسی کو بھی نہیں معلوم۔!"

"فیاض کو بھی نہیں بتایا۔"

اس نے نفی میں سر ہلا دیا اور بے بسی سے عمران کی طرف دیکھتی رہی۔

"تمہیں یقین ہے۔!"

"ہاں انہیں علم نہیں۔!"

"اب بھی نہ ہونا چاہیئے ورنہ تمہاری طرف سے اس کے دل میں کدورت آ جائے گی اگر وہ تم سے پوچھے تو انکار ہی کرتی رہنا۔ ورنہ بات ضرور بڑھے گی۔"

"میں ایسا ہی کروں گی۔" وہ ہانپتی ہوئی بولی۔

"مگر تم سے ایسی حماقت کیسے ہوئی تھی۔"

"وہ دیکھئے رشتے داری کا معاملہ ہے۔ اس لیے انہیں آگاہ کرنا ہی پڑا۔ میں نے سوچا ممکن ہے فیاض سے محکمے کو غلط فہمی ہوئی ہو۔ چھکن بھائی بچاؤ کی کوئی صورت نکال لیں۔"

"لیکن انہوں نے خود کشی کر لی۔"

"میرے خدا۔ کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔"

"ان کی موت کی ذمہ دار تم ہی ہو۔ خیر اب اس معاملے میں زبان قطعی بند رکھنا اور اس کے متعلقین سے اُس وقت ہی رابطہ قائم کرنا جب فیاض سے اس حادثہ کی اطلاع ملے یا اس کے متعلقین ہی تمہیں مطلع کریں۔"

"میں یہی کروں گی۔"

"میرے خیال سے وہ بہت بدنام آدمی تھا!"

"پتہ نہیں۔ میں کچھ نہیں جانتی۔"

"فیاض نے کبھی تذکرہ نہیں کیا۔"

"نہیں۔!"

"عورتوں کے معاملے میں وہ بہت بدنام تھا۔"

"خدا جانے۔ اب تو اللہ ان کی مغفرت کرے۔ ہائے بھابی کیسی تڑپ رہی ہوں گی۔۔۔ اب کوئی سہارا نہیں۔ اولاد ہی ہوتی تو کچھ آنسو۔۔۔۔!"

"کیا لاولد تھے۔!"

"جی ہاں۔!"

"بیوی یقیناً سوشل ہوں گی! وہ دونوں کسی نائٹ کلب کے ممبر بھی تو تھے۔"

"جی ہاں۔ ٹپ ٹاپ کے۔!"

"غالباً وہیں اکثر دیکھا ہے۔" عمران کچھ سوچتا ہوا بولا۔

"مجھے بڑی ندامت ہے!"

"ختم کرو۔ فیاض پر ہرگز نہ ظاہر ہونے دینا ویسے وہ تم پر شبہ ضرور ظاہر کرے گا!" پھر عمران اٹھ گیا۔۔۔۔ اور چلتے چلتے بولا۔ "فیاض کو نہ معلوم ہونے پائے کہ میں اس وقت یہاں آیا تھا۔"

"نہیں معلوم ہوگا!" اس نے بڑے خلوص سے کہا اور پھاٹک تک اسے چھوڑنے آئی۔

عمران پھر گھر واپس آیا۔ سلیمان نے بتایا کہ پرائیویٹ فون پر کال تھی اس نے اسی کمرے میں آکر فون سے منسلک ٹیپ ریکارڈ کا سوئچ آن کر دیا۔

نعمانی کی آواز سنائی دینے لگی "میں نے کیپٹن فیاض کا تعاقب کیا تھا۔ وہ سیدھا اسی سفارتخانے کے ایک آفیسر کے گھر گیا تھا جس کی لڑکی نے سیامی بلی پال رکھی ہے۔ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہاں کس سے ملا تھا اور کیا گفتگو ہوئی تھی۔ اوور اینڈ آل۔!"

عمران نے ٹیپ ریکارڈ بند کر کے ایک طویل سانس لی۔

یہ سلسلہ ایسا ہی تھا کہ فون پر کال ریسیو نہ ہونے پر پیغام خود بخود ریکارڈ ہو جاتا تھا وہ پھر نشست کے کمرے میں آبیٹھا۔

فون کی گھنٹی پھر بجی۔ عمران نے ہاتھ بڑھا کر ریسیور اٹھایا۔ دوسری طرف سے آنے والی آواز پہچانی نہ جا سکی۔ کوئی کہہ رہا تھا۔۔۔ "ہیلو۔۔۔۔ کون ہے۔۔۔۔ یہاں اس نمبر پر کون رہتا ہے۔"

"علی عمران ایم۔ ایس۔ سی۔ ڈی۔ ایس۔ سی (راکسن)"

"اوہ۔ تو یہ نوبل جوزف۔۔۔۔۔۔ ہیوی ویٹ چیمپئن۔۔۔!"

"جی ہاں! وہ میرا ملازم ہے۔ آپ کہاں سے بول رہے ہیں۔؟"

"ڈاکٹر دعاگو۔!"

"ارے تو وہ جلتی آج ہی آپ کے پاس پہنچ گیا!" عمران نے حیرت سے کہا۔ اسے برے برے خواب نظر آتے تھے۔ کہتا تھا آسیب کا سایہ ہو گیا ہے دماغ چاٹ رہا تھا۔ میں نے آپ کا پتہ بتا دیا۔۔۔ مگر آپ کو فون کا نمبر کس نے بتایا؟"

"وزیٹنگ کارڈ پر نمبر موجود ہے"

"کسی کے وزیٹنگ کارڈ پر"

"مسٹر نوبل جوزف کے وزیٹنگ کارڈ پہ۔۔۔۔"

عمران نے ٹھنڈی سانس لی اور بولا۔ "ڈاکٹر اسے دیکھئے۔۔۔۔۔ وہ سچ مچ آسیب زدہ معلوم ہوتا ہے۔"

"وہ تو ٹھیک ہے لیکن اس نے یہاں ہنگامہ برپا کر دیا ہے! نرس نے اسے یونہی نکمہ کہہ دیا تھا۔۔۔۔۔۔ کسی بری نیت سے نہیں۔ بس مزاحاً لیکن وہ بری طرح بگڑ رہا ہے۔ دونوں میں خاصی جنگ ہوئی ہے۔!"

"مجھے بیحد افسوس ہے ڈاکٹر۔" عمران نے شرمندگی سے بھرپور لہجے میں کہا۔ "اس
نالائق کو فوراً نکال باہر کیجئے۔"

دوسری طرف سے ہلکا سا قہقہہ سنائی دیا پھر ڈاکٹر کی آواز آئی۔ "نہیں نہ
میں اس کا علاج کروں گا۔ خاصا دلچسپ کیس ہے! اونگھتے وقت کانوں میں ج
چنگھاڑتی ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ یہ تو کوئی ایسی خاص بات نہیں ۔ ۔ ۔ ۔ لات
کھانا حلق تک ٹھونس لیتا ہوگا ویسے بھی وہ ایک عمدہ کیس ہے ۔ اس
کی اسٹڈی میرے لیے کافی دلچسپ ثابت ہوگی ۔ اچھا شکریہ ۔ !"

ریسیور رکھ کر عمران نے پھر ٹھنڈی سانس لی اور جسم ڈھیلا چھوڑ کر ٹانگ
ہلانے لگا۔ پھر کچھ دیر بعد سلیمان کو آواز دی ۔ وہ آیا اور ایک ٹانگ ڈھیل چھو
کمر پر دونوں ہاتھ رکھے ہوئے کھڑا تھا۔

"ابے ۔ کیا تم دونوں نے اپنے وزیٹنگ کارڈ بھی چھپوا رکھے ہیں۔"

"جی صاحب ۔ میں نے تو اردو میں چھپوائے ہیں ۔ !"

"اچھا ۔ !" عمران خوش ہو کر بولا۔ ذرا مجھے بھی دکھانا۔"

"ابھی لیجئے !" سلیمان بھی خوش ہو کر کارڈ لینے دوڑ گیا ۔

تھوڑی دیر بعد عمران اس کے وزیٹنگ کارڈ کو چٹکی میں دبائے متحیرانہ ا
میں پلکیں جھپکا رہا تھا ۔ کارڈ پر تحریر تھا

ایم سلیمان

بی۔ او۔ اے آئی

ایم ۔ ایس ۔ سی ۔ ڈی ۔ ایس ۔ سی (آکسن

"اب میں تیرا کھانا پکایا کروں گا۔" عمران نے ٹھنڈی سانس لے کر ک
"کیونکہ بی ۔ او ۔ اے آئی میری سمجھ میں نہیں آیا۔"

"میرا دعویٰ ہے کہ اس کے نیچے کی ڈگریاں بھی آپ کی سمجھ میں نہیں آسکتیں۔" سلیمان بیحد خوش ہو کر بولا۔

"بالکل ۔ ۔ ۔ ۔ بالکل ۔ ۔ ۔ !" عمران نے مایوسی سے کہا۔ "اب تو ہی سمجھا دے !"

"پورے کا مطلب ہے ۔ ۔ ۔ ۔ باورچی آف علی عمران ایم ایس ڈی ایس سی (آکسن)"

عمران نے دونوں ہاتھ اٹھائے لیکن پھر سر پیٹ لینے کا ارادہ ملتوی کرتا ہوا بولا۔ "لیکن کارڈ چھپوانے کی کیوں ضرورت پیش آئی سلیمان صاحب۔"

"جی وہ اکثر بڑے بڑے لوگوں میں بھی اٹھنا بیٹھنا ہو جاتا ہے نا ۔ ۔ ۔ ۔ لوگ نام پوچھ بیٹھتے ہیں ۔ ۔ ۔ ۔ میں کارڈ نکال کر ان کے سامنے رکھ دیتا ہوں۔"

"مگر اس کی ضرورت ہی کیوں پیش آئے کہ آپ بڑے لوگوں میں اٹھیں بیٹھیں؟"

"اکثر آپ کئی کئی دن تک گھر سے غائب رہتے ہیں اس لیے اپنی دو جانوں کے لیے کون پکاتا پھرے ۔ !"

"پھر کیا کرتا ہے بے۔" عمران نے آنکھیں نکالیں۔

"مجبوراً کرنا پڑتا ہے !" سلیمان کراہا۔ "کلوٹے کو کولڈ بیف اور ڈبل لوٹیاں خرید دیتا ہوں اور خود آپ کا کوئی بہترین سوٹ پہن کر شہر میں دعوتیں کھاتا پھرتا ہوں ۔ اتنا بڑا شہر ہے دونوں وقت کہیں نہ کہیں تو شامیانہ نظر آ ہی جاتا ہے ۔ !"

"کوئی پوچھتا بھی نہیں۔" عمران نے حیرت سے کہا۔

"ہمت بھی ہے کسی کی ۔ ایسے شاندار سوٹ میں ۔ جی ہاں ۔ ۔ ۔ اور اگر کسی نے پوچھ بھی لیا تو برا سا منہ بنا کر کارڈ تھما دیتا ہوں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ وہ مرعوب ہو کر ہاتھوں ہاتھ لیتا ہے ۔"

اُو سلیمان۔" عمران نے دردناک لہجے میں کہا۔

"جی صاحب!"

"تو کسی دن میری بھی مٹی پلید کرائے گا۔"

"وہ کیسے صاحب!"

"اگر کسی دن کوئی کھوجی آدمی بی۔ او۔ اے۔ آئی کا مطلب پوچھ بیٹھا تو

"بتادوں گا۔"

"کیا بتادے گا۔" عمران نے حیرت سے کہا۔

"یہی کہ میں بیچلرز آف آرٹسٹک انڈسٹریز بھی ہوں۔"

"ہائیں.... ہائیں" عمران حیرت سے آنکھیں پھاڑ کر بولا "ابے ت اتنا قابل کب سے ہو گیا ہے۔!"

"وہ جو گلوٹا ہے نا۔" سلیمان بائیں آنکھ مار کر آہستہ سے بولا۔ "انگریزی کی ت وہی میرا کام چلایا کرتا ہے۔"

عمران نے پھر ٹھنڈی سانس لی۔ اور مردہ سی آواز میں بولا۔ "جاؤ دفع ہو جاؤ۔ رات کو مونگ کی دال کھاؤں گا۔"

دفعتاً فون کی گھنٹی بجی۔ عمران نے ریسیور اٹھایا۔ دوسری طرف سے کوئی عو بول رہی تھی۔!

"عمران بھائی۔ خدا کے لیے فوراً پہنچیے۔"

"آپ کون ہیں؟"

"بیگم فیاض۔!"

"اوہ۔ خیریت۔!"

"بس آجائیے۔ جیسے بیٹھے ہوں ویسے ہی چلے آئیے۔"

"آخر کچھ بتاؤ نا۔"

"اوہ جلدی کیجیے۔" دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہو گیا۔

عمران ٹائی کی گرہ درست کرتا ہوا فلیٹ سے باہر آیا۔ پھر ٹوسیٹر کی طرف بڑھ ہی رہا تھا کہ کوئی چیز ایک جھٹکے کے ساتھ کوٹ کے بائیں شولڈر پیڈ کو پھاڑتی ہوئی دوسری طرف نکل گئی۔ اور عمران بے تحاشہ چاروں خانے چت گر پڑا...... پھر تیزی سے کروٹ لی اور ٹوسیٹر کے پیچھے رینگ گیا۔ دل کی دھڑکن سر میں دھمک پیدا کر رہی تھی۔ بے آواز رائفل کی گولی کدھر سے آئی تھی۔ وہ اندازہ نہ کر سکا۔

* * *

چلتی ہوئی شاہراہ تھی۔ ٹریفک بھی خاصی تھی۔ پھر عمران کا اس طرح اچانک پڑنا۔ دوسروں کو اپنی طرف کیوں نہ متوجہ کر دیتا۔ آس پاس کے کئی دکاندار جو ے جانتے تھے دوڑ پڑے۔!

"کیا ہوا جناب۔!"

"کیا ہوا.... عمران صاحب!"

"کیا ہوا۔ سرکار۔!"

"گک.... کچھ نہیں۔" عمران کراہ کر اٹھتا ہوا بولا۔ وہ اپنا وہی نشانہ ل رہا تھا جس کے پیڈ کے چیتھڑے اڑ گئے تھے چند لمحے اکڑوں بیٹھا پلکیں جھپکاتا پھر اٹھتا ہوا بولا "پتہ نہیں کیوں چکر آ گیا تھا۔!"

لیکن کئی نظریں اُدھڑے ہوئے شولڈر پیڈ پر جمی ہوئی تھیں۔ عمران فلیٹ انب مڑ گیا۔

خواہ مخواہ لنگڑانے بھی لگا تھا۔ حالانکہ کہیں خراش بھی نہیں آئی تھی۔ فلیٹ میں پہنچ کر کوٹ اتارا اور ایک جانب صوفے پر اچھال دیا۔

پھر فون پر کیپٹن فیاض کے گھریلو نمبر ڈائیل کئے۔ جواب ملنے میں دیر نہ لگی۔

دوسری طرف سے نسوانی آواز آئی تھی۔

”بیگم فیاض ـ“ عمران نے کہا۔

”جی ہاں! فرمائیے۔ کون صاحب ہیں!“ دوسری طرف سے آواز آئی۔

”میں عمران ہوں ـ!“

”اوہ ـ اچھا ـ کہیئے ـ“

”تم نے کچھ دیر قبل مجھے فون کیا تھا؟“

”میں نے ـ؟ نہیں تو ـ“

”تمہیں یقین ہے؟“

”عمران بھائی میں آج مذاق کے موڈ میں نہیں ہوں“ دوسری طرف سے ناخوشگوار لہجے میں کہا گیا۔

”تو تم نے مجھے فون پر کوئی پیغام نہیں دیا تھا“

”نہیں۔ نہیں۔ نہیں“ شاید فیاض کی بیوی جھنجھلا گئی تھی۔

عمران نے چپ چاپ ریسیور کریڈل پر رکھ دیا۔ سب کچھ روشن ہو چکا تھا۔ کسی نے اسے گھر سے باہر نکالنا چاہا تھا اس لیے باآسانی کسی بے آواز رائفل کا نشانہ بنایا جا سکے۔ مگر وہ کون ہو سکتا ہے؟ ـ اور کیوں؟

وہ سوچتا اور اونگھتا رہا پھر یک بیک چونکا اور اٹھ کر اس کمرے میں آیا۔ جہاں ایکسٹو والا فون رہتا تھا۔ فون پر کسی کے نمبر ڈائیل کئے اور ماؤتھ پیس میں بولا ”نعمانی فیاض سفارتخانے کے افسر کے بنگلے سے نکل کر کدھر گیا تھا۔“

”ایک منٹ توقف کیجئے! میں صفدر کو فون کر کے معلوم کرتا ہوں“

عمران نے ریسیور ایک طرف ڈال دیا! اور پھر خیالات کی وادیوں میں بھٹکنے لگا یہ قصہ سفارت خانے کے ایک آفیسر کی نگرانی سے شروع ہوا تھا! شبہ تھا کہ وہ اپنے ملک کے لیے جاسوسی کر رہا ہے۔ اس کی نگرانی کے دوران میں ڈپٹی سیکرٹری بھی محکمۂ سراغرسانی کی نظروں میں آیا۔ عجیب اتفاق تھا کہ عمران کے محکمے اور محکمہ سراغرسانی نے بیک وقت اس آفیسر میں دلچسپی لینا شروع کیا تھا لیکن محکمہ سراغرسانی اس سے ے خبر تھا کہ محکمہ خارجہ کی سیکرٹ سروس بھی اس مخصوص معاملے کی طرف متوجہ ہو چکی ہے۔ پھر ڈپٹی سیکرٹری کی خودکشی۔ اور اسی دن خود اس پر حملہ —— اس کا مطلب تو یہی ہو سکتا تھا کہ وہ لوگ بھی اس سے آگاہ تھے کہ ان کی نگرانی ہو رہی ہے اس آگاہی کا واحد ذریعہ ڈپٹی سیکرٹری ہی رہا ہو گا —— اور ڈپٹی سیکرٹری کو یاض کی بیوی نے آگاہ کیا تھا۔

عمران نے پورا جسم کھینچ کر ایک طویل انگڑائی لی اور پھر ریسیور اٹھا کر کان سے گا لیا۔ دوسری طرف سے ”ہیلو.... ہیلو“ کی آوازیں آ رہی تھیں۔

”ہیلو ـ!“ عمران دہاڑا۔

”یس سر! کیپٹن فیاض اپنے آفس میں ہے۔ صفدر نے اطلاع دی ہے!“

”دیٹس آل ـ!“ عمران نے سلسلہ منقطع کر دیا۔

اب وہ پھر لباس تبدیل کر رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد اس نے پھر ایکس ٹو والے فون پر یکے بعد دیگرے اپنے تمام ماتحتوں سے رابطہ قائم کر کے بحیثیت یکسٹو انہیں بتایا کہ عمران پر اس کے فلیٹ کے قریب کسی نامعلوم آدمی نے بے واز رائفل سے فائر کیا تھا۔! لیکن وہ بچ گیا۔ اب پھر آدھے گھنٹے بعد وہ اپنے لیٹ سے برآمد ہو گا لہٰذا اس کی لاعلمی میں اس کی نگرانی کی جائے اور خیال رکھا جائے

کہ اب اس پر کہیں سے حملہ نہ ہو سکے۔

گھڑی شام کے پانچ بجا رہی تھی۔ آدھے گھنٹے تک اسے اپنے ماتحتوں کا منتظر رہنا تھا۔ وہ پھر اپنا جسم ڈھیلا چھوڑ کر ٹانگیں ہلانے لگا۔

اتنے میں جوزف کمرے میں داخل ہوا۔ موڈ بیحد خراب معلوم ہوتا تھا۔ عمران پر نظر پڑتے ہی "اٹن شن" کی پوزیشن میں آگیا۔

"کیوں؟" عمران اسے گھورتا ہوا بولا۔ "تم نے وہاں گڑبڑ کیوں کی تھی۔!"

"صرف تمہارا خیال تھا باس!" اس نے نتھنے پھیلا کر جواب دیا۔ "ورنہ.... ورنہ میں وہاں...."

"بکواس بند کرو۔ تم نے اس لڑکی کی توہین کی تھی۔!"

"اس نے میری توہین کی تھی!" جوزف سینے پر ہاتھ مار کر کسی کٹکھنے کتے کی طرح غرایا۔

"اس نے تو صرف نیگرو ہی کہا تھا نا۔"

"میں نے بھی اسے صرف سفید کتیا کہہ دیا۔!"

"ہوں۔ خیر۔ ڈاکٹر سے کیا باتیں ہوئیں۔"

"باس...." وہ اس کے قریب آکر آہستہ سے بولا۔ "وہ مجھے وچ ڈاکٹر نہیں معلوم ہوتا۔ کوئی خاص بات ہے اس کے ساتھ۔ اسے دیکھتے ہی میرے اندر سویا ہوا درندہ جاگ اٹھا تھا۔!"

وہ خاموش ہو کر عمران کی طرف دیکھنے لگا۔

"میں تم سے پوچھ رہا ہوں۔ کیا وہ تمہارا علاج کرے گا؟"

"نہیں تو۔ وہ باسٹرڈ کہنے لگا تم حلق تک کھانا ٹھونس لیتے ہو گے.... اسی لیے اونگھتے وقت تمہارے کانوں میں چیل چیختی ہے۔ میں نے کہا کہ نہیں

اکثر میں بالکل بھوکا ہوتا ہوں۔ لیکن چیل ضرور چیختی ہے۔ اس نے مجھے ایک تعویذ دیا ہے۔ سی کر پہن لوں۔ باس۔!"

"ضرور۔ ضرور۔" عمران سر ہلا کر بولا! اس کی آنکھوں میں گہرے تفکر کے آثار نظر آرہے تھے۔

"اور اس نے کہا ہے کہ کبھی کبھی مجھ سے ملتے رہنا... کنسلٹیشن فیس کے نام سے پچاس روپے بھی وصول کر لیے ہیں ولد الحرام نے... اب میں کیا کروں گا۔"

"کیوں۔؟"

"میں نے سوچا تھا کہ اب تاڑی۔!"

"دفع ہو جاؤ۔!" عمران آنکھیں نکال کر بولا۔

جوزف پھر اٹینشن کی پوزیشن میں آکر ایڑیوں پر گھوم گیا۔

ساڑھے پانچ بجے عمران فلیٹ سے باہر نکلا...... اور بے فکری سے اپنی ٹو سیٹر کی طرف بڑھتا چلا گیا! آج یہ گاڑی دن بھر کھلے میں ہی پڑی رہی تھی کرائے کے گیراج تک لے جانے کی نوبت ہی نہیں آئی تھی جو فلیٹ سے زیادہ دور نہیں تھا۔!

وہ ٹو سیٹر کے قریب پہنچ کر رکا۔ چند لمحے کچھ سوچتا رہا پھر ایک گزرتی ہوئی خالی ٹیکسی کو رکوایا اور اپنی ٹو سیٹر کی بجائے ٹیکسی میں بیٹھتا ہوا بولا۔ "محکمہ سراغرسانی کے دفتر چلو۔"

وہ سوچ رہا تھا جو لوگ بھری پڑی سڑک پر رائفل چلانے کی ہمت کر سکتے ہیں وہ اسے ختم کر دینے کے سلسلے میں کوئی خانہ خالی نہیں چھوڑ سکتے۔!

دفتر پہنچ کر اسے فیاض تک پہنچنے میں کوئی دشواری پیش نہ آئی۔ کیونکہ وہاں

سبھی پہچانتے تھے۔

فیاض ابھی تک کاغذات دیکھ رہا تھا حالانکہ اسے چار ہی بجے دفتر سے اٹھ جانا چاہیئے تھا۔

اس نے عمران کو تشویش کن نظروں سے دیکھا اور سر کی جنبش سے ایک کرسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولا۔ "تم ثمینہ کو بور کرنے کیوں گئے تھے؟"

"گیا تھا۔!" عمران سر ہلا کر بولا۔ "مگر مایوسی ہوئی۔ ان محترمہ کا کوئی قصور نہیں معلوم ہوتا۔ بات کسی دوسرے ذریعہ سے ڈپٹی سیکرٹری تک پہنچی ہوگی۔"

"تمہارا دماغ چل گیا ہے۔ کیا ثبوت ہے تمہارے پاس کہ اسے اس نگرانی کا علم ہوگیا تھا۔"

"خودکشی۔!" عمران اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔

"دوسری وجوہات بھی ہوسکتی ہیں۔!"

"مثال کے طور پر؟"

"وہ لاولد تھے۔!"

"ہوں۔ یہ تو کوئی ایسی بات نہیں جو خودکشی کی طرف لے جاسکے۔ لیکن ٹھہرو۔ ڈاکٹر دعاگو کی رپورٹ میں چند بچوں کا بھی تذکرہ ہے جو ڈپٹی سیکرٹری کا احترام نہیں کرتے تھے۔"

"ہاں۔ آں۔ لیکن اس نے اپنے بچوں کا حوالہ نہیں دیا تھا! اس کے بھانجے اور بھانجیاں بھی اسی کے ساتھ رہتی تھیں۔"

"پھر بھی لاولدیت تو خودکشی کا باعث نہیں ہوسکتی!" عمران بولا۔

"وہ۔ جنسی اعتبار سے۔۔۔۔!"

"ہوں۔ خیر مارو گولی۔" عمران لاپرواہی سے بولا۔ "تم اس قدر بوکھلائے

ہوئے انداز میں میرے فلیٹ سے رخصت ہو کر کہاں گئے تھے۔!"

"کیوں۔" فیاض کی پیشانی پر شکنیں پڑ گئیں۔!

"اس لیے کہ تمہاری اس بوکھلاہٹ نے مجھے موت کے منہ میں پہنچا دیا تھا۔۔۔۔ بس قسمت تھی بچ گیا۔!" عمران نے کہا اور مختصراً وہ داستان دہرائی جو اس کی بیوی کی فون کال اور خود پر انجانے حملے سے متعلق تھی۔

"اگلو۔ مری جان۔" عمران کچھ دیر بعد سر ہلا کر بولا۔ "کیونکہ میری زندگی بھی خطرے میں پڑ گئی ہے۔!"

"میں سوچ رہا ہوں کہ تم پر حملہ کی کیا وجہ ہوسکتی ہے!"

"غالباً مجھے بھی اسی پر غور کرنا چاہیئے۔ کیوں۔؟" عمران نے بڑے بھولپن سے پوچھا۔!

"یار بور نہ کرو۔ میں بڑی الجھن میں ہوں۔!"

"اور خطرے میں بھی ہو۔ ویسے وہ سیاہی بل والی بے حد حسین ہے مسکراتی ہے تو فضائیں گنگنا اٹھتی ہیں۔ اور۔۔۔۔ اور۔۔۔۔ باقی سب خیریت ہے الحمدللہ۔"

فیاض جو اسے غضبیل نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ اس کے خاموش ہوتے ہی اوپری ہونٹ بھینچ کر بولا۔ "ایک بات بتاؤں۔ تم ادھر کا رخ نہ کرنا۔۔۔۔۔۔۔۔ نہیں تو رحمان صاحب بھی کچھ نہ کرسکیں گے۔ سمجھے۔ اور تم۔ تمہیں کیا کہوں۔ حد سے بڑھتے جارہے ہو۔" پھر نفرت سے ہونٹ سکوڑ کر بولا۔ "میں جانتا ہوں کہ تم سیکرٹ سروس والوں کے انفارمر ہو۔ لیکن سچ کہتا ہوں کہ اگر میرے محکمے کے معاملات میں ٹانگ اڑائی تو رحمان صاحب کا بھی لحاظ نہ کرسکوں گا۔ سمجھے۔!"

"بالکل سمجھ گیا۔" عمران نے سعادت مندانہ انداز میں سر ہلا کر کہا۔ تھوڑی دیر تک خاموش رہا پھر بولا۔ "میں تو یہ پوچھ رہا تھا کہ تم سے فون پر کس نے کیا کہا تھا۔!"

"میں تمہیں کیوں بتاؤں۔۔۔" فیاض نے پھر آنکھیں دکھائیں

"اچ۔ چھا۔ جی!" عمران کرسی سے اٹھ کر انگڑائی لیتا ہوا بولا "خیر دیکھا جا گا۔ اب اجازت دو۔"

"میں تمہیں پھر وارننگ دیتا ہوں۔ اس چکر میں نہ پڑو!" فیاض اسے گھورتا بولا۔

"مشورے کا شکریہ" عمران نے فلٹ ہیٹ اٹھا کر سر پر جمائی اور ٹاٹا کرتا کمرے سے باہر نکل گیا۔

پھر چاروں اطراف کا جائزہ لیتے ہوئے اس نے محسوس کیا کہ اس کے ماتح بڑی جانفشانی سے اس کی دیکھ بھال کر رہے ہیں۔ عمران ان میں سے کسی کی طر متوجہ ہوئے بغیر آگے بڑھتا گیا۔۔۔ اس بار اس نے موٹر رکشا کو ترجیح دی۔ او ڈرائیور کو دوسروں سے مقابلے پر اکساتا ہوا آندھی اور طوفان کی طرح گھر آ پہنچا رات کے نو بج رہے تھے۔ یہاں جوزف اور سلیمان ریڈیو پہ کسی مقامی کالج کے مش کا اقتباس سن رہے تھے۔ اور اس شان سے کہ ریڈیو پوری آواز سے کھلا ہوا عمران کو دیکھ کر بھی انہوں نے آواز کا حجم کم نہیں کیا۔ اتنے میں معلن کی آواز آئی "اب محترمہ زاہدہ خلیق الزمان اپنا کلام پیش کریں گی"

پھر محترمہ نے جیسے ہی اپنا پہلا شعر ختم کیا "واہ واہ۔۔۔۔ کی بجائے "مسلم لیگ باد کے نعرے سنائی دینے لگے۔

"ابے اُدو۔۔۔۔ بدبختو" عمران دانت پیس کر مکا ہلاتا ہوا بولا۔ "بند کرو۔!"

"سننے دیجئے" سلیمان نے لاپرواہی سے ہاتھ جھٹک کر کہا۔

"اچھا بے۔ کیا سمجھ میں آتا ہے تیرے" عمران نے آنکھیں نکالیں۔

"سب سمجھ میں آتا ہے!" سلیمان نے اس بار اس طرح ہاتھ ہلایا جیسے کان کے قریب منمناتا ہوا مچھر اڑایا ہو۔

"ابے۔ ابے۔ ہوش میں ہے یا نہیں۔"

"وہ پی کر شعر پڑھتے ہیں۔۔۔ میں پی کر شعر سنتا ہوں۔"

"جوزف۔۔۔۔ تیری سمجھ میں کیا آتا ہے۔!" عمران نے اردو میں پوچھا۔

"اچھا لگتا باس۔۔۔۔ یہ سب جو ہاؤ ہاؤ۔۔۔۔ کرتا ہے۔!"

"واہ وا۔۔۔۔ ہاؤ ہاؤ نہیں" عمران اچھل کر اس کی گردن دبوچتا ہوا بولا۔ بائیں ہاتھ سے سلیمان کی گردن جکڑ رکھی تھی۔ اسی طرح دونوں کو دوسرے کمرے میں دھکیل آیا اور پھر ریڈیو بھی اٹھا کر ان کے سپرد کر کے دروازے کو زوردار آواز کے ساتھ بند کر دیا۔

"اگر زیادہ آواز سے ریڈیو کھولا تو۔۔۔۔ پاگل ہو جاؤں گا۔۔۔۔ سمجھے۔؟" اس نے کھڑکی سے انہیں مکا دکھا کر کہا۔

انہوں نے صرف دانت نکال دیئے اور سلیمان ریڈیو کا پلگ ساکٹ میں نصب کرنے لگا تھا۔

عمران پھر اپنی کرسی پر آ بیٹھا تھا۔ اب وہ جسم کو ڈھیلا چھوڑ کر حسب عادت ٹانگیں ہلانے لگا۔ لیکن پھر اس طرح چونکا جیسے کوئی خاص بات یاد آگئی ہو۔!

میز کی دراز کھینچ کر اعشاریہ دو پانچ کا سیاہی مائل پسٹل نکالا اور اس کا میگزین چیک کر کے جیب میں ڈالا۔ اب شاید پھر کہیں جانے کی تیاری کی تھی۔

دفعتاً ایسا معلوم ہوا جیسے کوئی جھپٹ کر کمرے میں داخل ہوا ہو۔ عمران دروازے کی طرف جھپٹ پڑا۔۔۔۔ یہ ایک بڑی سیاہ رنگ کی لمبی اور گنجان دم والی بلی تھی۔ اس کے پیچھے ایک جناوری سا دیسی بلا بھی نظر آیا۔ جو اسے دوڑائے ہوئے تھا۔

"ابے۔۔۔۔ ابے۔۔۔۔" عمران دہاڑا۔۔۔۔ اس نے یونہی خواہ مخواہ دونوں کے درمیان حائل ہونا چاہا۔ لیکن وہ نامعقول بلا غراتا ہوا عمران ہی پر جھپٹ پڑا۔ اب اس سیامی بلی کا کہیں پتہ نہ تھا۔ لیکن عمران اور بلے میں باقاعدہ ٹھن گئی تھی۔ ایسا م ہو رہا تھا جیسے وہ بلا پاگل ہی ہو گیا ہو۔ جھپٹ جھپٹ کر حملے کر رہا تھا۔ اگر عمران میں بھی بندروں جیسا پھرتیلا پن نہ ہوتا تو شاید اب تک کبھی کا زخمی ہو چکا ہوتا۔

سلیمان اور جوزف کھڑکی کی سلاخیں پکڑے زور زور سے قہقہے لگا رہے تھے۔ عمران نے جب دیکھا کہ فری اسٹائل کا ماہر یہ بلا کسی طرح پیچھا ہی نہیں چھوڑتا تو اس نے جیب سے پستول نکال کر ایک فائر کر ہی دیا۔ گولی کھوپڑی پر بیٹھی او بلا کئی فٹ اچھل کر فرش پر آ رہا۔

جوزف اور سلیمان بھی ہنستے ہوئے اسی کمرے میں آگئے تھے۔

"بلی کہاں گئی؟" عمران چاروں طرف دیکھتا ہوا بولا۔

"بلی۔ بلی۔۔۔۔" جوزف ہنستا ہوا بولا۔ "اس بیچاری کو نہ مارو باس۔۔ اس بیچاری کا کیا قصور۔!"

عمران دروازے کی طرف جھپٹا پھر سارا فلیٹ چھان مارا۔۔۔۔ لیکن بلی ک کہیں پتہ نہ تھا۔!

"سیامی بلی۔!" وہ ایک جگہ رک کر بڑبڑایا اور کسی گہری سوچ میں ڈوب گ

پھر تھوڑی دیر بعد وہ ایکسٹو والے فون پر جولیانا فٹنر واٹر کے نمبر ڈائیل کر رہا تھا۔ دوسری طرف سے جواب مل جانے پر اس نے کہا۔ "جولیا۔ عمران کے فلیٹ میں ایک بلے کی لاش پڑی ہوئی ہے۔ اسے اٹھوا لو۔ اس کے ناخنو پر کسی قسم کا زہر تلاش کرنا ہے۔" اوور اینڈ آل"

پھر وہ جوزف کی طرف آیا جو مردہ بلے کو الٹ پلٹ کر دیکھ رہا تھا۔

* * *

دوسری صبح عمران نے سب سے پہلے پرائیویٹ فون سے منسلک ٹیپ ریکارڈ کا سوئچ آن کیا۔ جولیانا فٹنر واٹر کا پیغام موجود تھا۔۔۔۔ وہ کہہ رہی تھی "آپ کا خیال درست تھا۔ بلے کے ناخن کسی بہت ہی مہلک قسم کے زہر میں ڈبوئے گئے تھے۔ میڈیکل رپورٹ کے مطابق معمولی قسم کی خراش ہی موت کے گھاٹ اتار دینے کے لیے کافی ہوتی۔ کیا میں عمران سے مل سکتی ہوں؟"

عمران نے ٹیپ ریکارڈ بند کیا ___ جولیا کے نمبر ڈائیل کئے۔ دوسری طرف سے جواب ملنے میں دیر نہ لگی۔۔۔۔ عمران ماؤتھ پیس میں کہہ رہا تھا "تم عمران سے نہیں مل سکتیں۔ جتنا کہا جائے اتنا ہی کرو۔!"

ریسیور رکھ کر ناشتے کے لیے شور مچانے لگا۔ پچھلی رات اس طرح سویا تھا۔ جیسے اس سے زیادہ مطمئن آدمی روئے زمین پر نہ پایا جاتا ہو۔ کئی ماتحت رات بھر فلیٹ کی نگرانی کرتے رہے تھے۔

حوائج ضروری اور ناشتے سے فارغ ہو کر اس نے لباس تبدیل کیا۔ کلائی کی گھڑی پر نظر ڈالی۔ اور باہر نکل آیا۔ ٹوسیٹر گیراج میں تھی اس لیے کچھ دور پیدل بھی چلنا پڑا۔

پھر تھوڑی دیر بعد وہ ایک معمولی سے چائے خانے میں نظر آیا۔۔۔۔ جس کی تلاش تھی اس پر نظر پڑتے ہی باچھیں کھل گئیں ___ یہ تھے استاد محبوب نرالے عالم ___ بے پناہ قسم کے شاعر۔ شاعر کس پائے کے ہوں گے۔ یہ تو تخلص ہی سے ظاہر تھا

۔۔۔۔ اتنا لمبا چوڑا تخلص شاید ہی کسی مائی کے لال کو نصیب ہوا ہو۔ محبوب نرالے عالم استاد کا قول تھا کہ بڑا شاعر وہی ہے جس کے یہاں انفرادیت بے تحاشہ پائی جاتی ہو۔ لہٰذا ان کا کہا ہوا شعر ہمیشہ بے وزن ہوتا تھا۔۔۔ فرماتے تھے وزن تو سبھی کی شاعری میں ہوتا ہے لہٰذا میری "بے وزنی" ہی میری انفرادیت ہے اور اس طرح مجھے بہت بڑا شاعر تسلیم کیا جانا چاہیئے۔ بسر اوقات کے لیے پھیری لگا کر مسالے دار سوندے چنے بیچتے تھے۔ مقبولیت کا یہ عالم تھا کہ جو بھی پکڑ پاتا بری طرح جکڑ لیتا بعض اوقات تو ایسا بھی ہوتا کہ سننے سنانے کے چکر میں استاد ہفتوں دھندے سے دور رہتے۔ بڑے بڑے لوگوں سے یارانہ تھا۔۔۔ پھر عمران کیسے محروم رہتا۔

اس وقت استاد پر نظر پڑتے ہی لپک کر ان کی طرف جھپٹا تھا۔۔۔ اور استاد اپنے مخصوص انداز میں دانت نکالے ہوئے اس کی گرمجوشی کا جواب دے رہے تھے

"کوئی عمدہ سا شعر استاد —" عمران انہیں کی میز پر جمتا ہوا بولا۔

استاد نے منہ اوپر اٹھایا۔ تھوڑی دیر ناک بھوں پر زور دیتے رہے پھر جھوم کر بولے۔ "سنیئے"

حسن کو آفتاب میں صنم ہوگیا ہے
عاشق کو ضرور بے خودی کا غم ہوگیا ہے

"جواب نہیں ہے استاد۔۔۔۔۔۔" عمران نے میز پہ ہاتھ مار کر کہا۔ "اچھا اٹھیئے"

"کہاں؟" استاد نے پوچھا۔

"جہاں لے چلوں۔" عمران نے بائیں آنکھ دبا کر آہستہ سے کہا۔ "ایک ڈاکٹر کی نرس پر دل آگیا ہے۔۔۔ بار بار جانے کا کچھ تو جواز ہونا ہی چاہیئے۔۔۔۔ آج آپ کو مریض بنا کر لے جاؤں گا۔"

استاد نے دانت نکال دیئے اور بولے۔ "کس ڈاکٹر کا قصہ ہے۔"

"ڈاکٹر دعاگو۔"

"یہ کون ہے۔" استاد نے ناک بھوں پر زور دیتے ہوئے پوچھا۔

"ہے۔ ایک۔ آیئے۔!" عمران استاد کا ہاتھ پکڑ کر دروازے کی طرف کھینچتا ہوا بولا۔

"یہ گاڑی آپ کی بڑی زوردار ہے۔" استاد ٹو سیٹر میں بیٹھتے ہوئے بولے۔ "بس میاں بیوی بیٹھ سکتے ہیں۔"

"ہم میں بیوی کون ہے استاد؟" عمران نے پوچھا۔ اور استاد "ہی ہی ہی ہی" کر کے رہ گئے۔ پھر بولے۔ "پچھلی رات مجھ میں غالب کی روح حلول کر گئی تھی۔۔ سنو

تم بھلا باز آؤگے غالب
راستے میں چڑھ جاؤگے غالب
کعبہ کس منہ سے جاؤگے غالب
شرم تم کو مگر نہیں آتی

"یہ تو وزن دار ہے استاد!" عمران نے حیرت سے کہا۔

"میں نے بتایا نا غالب کی روح حلول کر گئی تھی۔ پھر وزن کیسے نہ ہوتا۔!"

اکثر استاد کے جسم میں بعض مشہور متقدین کی روحیں بھی حلول کر جاتی تھیں۔ اور وہ باوزن اشعار بھی کہہ نکلتے تھے۔ متاخرین میں تو وہ کسی کو قابل اعتنا ہی نہیں سمجھتے تھے۔!

ڈاکٹر دعاگو کی نرس یا سیکرٹری نے ایک طویل مسکراہٹ کے ساتھ ان کا استقبال کیا۔ وہ اس وقت وزیٹرس رجسٹر کے اوراق الٹ رہی تھی۔

"گنجائش نکل سکے گی۔!" عمران نے انگریزی میں پوچھا۔ "ایک مریض لایا ہوں۔"

"مریض کے نام پر وہ اس طرح چونکی جیسے کچھ یاد آگیا ہو۔ پھر موڈ بھی کچھ بگڑتا

سا نظر آیا اور وہ برا سا منہ بنا کر بولی "وہ نیگرو تمہارا ملازم تھا؟"

"مجھے افسوس ہے محترمہ!" عمران نے ٹھنڈی سانس لی "میں نہیں جانتا تھا کہ وہ نابنجار تم جیسی رنگِ بہار سے جھگڑا کر بیٹھے گا۔"

"نہایت بیہودہ آدمی ہے۔ تم اسے کس طرح برداشت کرتے ہو؟"

"ایک دکھ بھری کہانی ہے" عمران نے غمناک لہجے میں کہا "پھر کبھی سناؤں گا ہاں یہ لو" اس نے جیب سے دس دس کے پانچ نوٹ نکال کر اس کی طرف بڑھائے اور بولا "نام ہے استاد محبوب نرالے عالم.... خاص قسم کے ذہنی فتور میں مبتلا ہیں رجسٹر میں درج کر لو۔"

مارتھا نے نوٹ لیے اور رجسٹر میں کچھ لکھنے لگی۔ پھر ہاتھ ہلا کر کہا "اس کمرے میں انتظار کرو۔"

عمران دروازے کی طرف مڑا لیکن مارتھا جلدی سے بولی "تم نہیں۔ انہیں جانے دو۔"

عمران نے ٹھنڈی سانس لی اور استاد سے بولا "آپ ذرا دیر اس کمرے میں بیٹھیے میں ابھی آیا۔!"

استاد نے معنی خیز انداز میں پلکیں جھپکائیں اور دوسرے کمرے میں چلے گئے۔

"میں تو کل اسے گولی مار دیتی!" مارتھا نے ہاتھ ہلا کر بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"نہ مار کر تم نے مجھ پر ظلم کیا ہے" عمران ٹھنڈی سانس لے کر بیٹھتا ہوا بولا۔

مارتھا نے اسے استفہامیہ انداز میں دیکھا... اور جواب طلب نظروں سے دیکھ کر رہ گئی۔!

عمران اب دوسری طرف دیکھ رہا تھا اور حسبِ عادت ٹانگیں ہل رہی تھیں۔

"میں اس کا مطلب نہیں سمجھی!" مارتھا نے کچھ دیر بعد کہا

"کس کا مطلب؟" عمران نے حیرت سے کہا

"اس حبشی کے متعلق۔ تم نے کہا تھا کہ میں نے اسے گولی نہ مار کر تم پر ظلم کیا تھا!"

"او۔ ہا۔ ہاں... میں اس سے تنگ آ گیا ہوں....!"

"نکال باہر کرو۔ بیہودہ ہے۔"

"کئی بار نکال چکا ہوں" عمران نے مایوسانہ انداز میں کہا۔ پھر چونک کر بولا "ڈاکٹر کتنی دیر بعد ملیں گے۔"

"کم از کم بیس منٹ ضرور لگیں گے" وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتی ہوئی مسکرائی پھر بولی "تمہیں پہلے بھجوا رہی ہوں"

"اُف فوہ!" یک بیک عمران اچھل پڑا۔ اور خوفزدہ نظروں سے چاروں طرف دیکھتا ہوا بولا "میرے خدا کتنا خوفناک منظر تھا"

"بس!" مارتھا ہاتھ اٹھا کر بولی "میں سمجھ گئی اب تم اس خودکشی کے متعلق بور کرو گے۔!"

"بب.... باپ رے۔ کس طرح تڑپ رہا تھا بیچارہ۔!"

"میں تمہیں کمرے سے باہر نکال دوں گی" وہ دونوں کانوں میں انگلیاں ٹھونس کر بولی۔!

"اچھا۔ اچھا" عمران ٹھنڈی سانس لے کر بولا "بات یہ ہے کہ میں اسے پہچانتا تھا اس کی بیوی بہت غمگین ہے۔"

"ضرور ہو گی!" مارتھا نے غصیلے لہجے میں کہا۔ پھر کلائی کی گھڑی دیکھ کر بولی "میرا خیال ہے کہ اب تم اپنے مریض کو اندر لے جاؤ!"

پھر اس نے میز پر رکھی ہوئی گھنٹی بجائی۔ ایک چپڑاسی نما آدمی اندر آیا۔

"کیا نام تھا؟" مارتھا نے عمران سے پوچھا۔ پھر خود ہی رجسٹر پر جھک کر استاد محبوب نرالے عالم کا نام پڑھنے کی کوشش کرنے لگی۔

"استاد محبوب نرالے عالم!" عمران نے چپڑاسی سے کہا۔ اور چپڑاسی باہر چلا گیا

پھر تھوڑی دیر بعد استاد کمرے میں تشریف لائے اور مارتھا کو کنکھیوں سے دیکھتے ہوئے منہ چلانے لگا ... عمران کو ایسا محسوس ہوا جیسے وہ مٹھی بھر خستہ کرارے چنے چبائے بغیر ہی حلق سے اتارنے کی کوشش کر بیٹھا ہے۔

پھر دو تین منٹ بعد ڈاکٹر دعا گو کا سامنا ہوا۔ اور وہ عمران کو اس طرح دیکھنے لگا جیسے پہچاننے کی کوشش کر رہا ہو۔ پھر لہک کر بولا "اوہ آپ ہیں۔ فرمائیے کیسے تکلیف فرمائی۔"

"ایک اور مریض لایا ہوں" عمران نے استاد کی طرف اشارہ کیا۔

"انہیں کیا ہوا ہے؟" ڈاکٹر دعا گو استاد کو نیچے سے اوپر تک دیکھتا ہوا بولا۔

عمران نے ایک ٹھنڈی سانس لی۔ اور غمناک آواز میں بولا "انہیں شاعری ہو گئی ہے۔!"

"جی۔!" ڈاکٹر دعا گو نے آنکھیں پھاڑ دیں۔ چند لمحے استاد کو گھورتا رہا پھر عمران کی طرف مڑ کر بولا "میں نہیں سمجھا۔"

"یہ اکثر شکایت کرتے ہیں کہ پچھلی رات ان میں کسی مرحوم شاعر کی روح حلول کر گئی تھی۔!"

"اوہ.....!" ڈاکٹر دعا گو پھر استاد کی طرف تشویش کن نظروں سے دیکھتا ہوا بولا "آئی سی۔ آپ کب ایسا محسوس کرتے ہیں کہ آپ میں کسی شاعر کی روح حلول کر گئی ہے"

"جی" استاد نے کھنکھار کر رحم طلب نظروں سے عمران کی طرف دیکھا اور پھر آہستہ سے بولے "جی میں بمبئی میں تھا کہ ایک جن سے ملاقات ہو گئی تھی"

"اوہ.....!" ڈاکٹر دعا گو کے ہونٹوں پر ایک پل کے لیے ہلکی سی مسکراہٹ کی لرزشیں نظر آئیں اور پھر معدوم۔ وہ توجہ اور دلچسپی سے استاد کی طرف دیکھ رہا تھا۔

"اور جی۔ یہ لوگ میری اردو شاعری کی قدر کرتے ہیں۔ لیکن میں اسے کچھ بھی نہیں سمجھتا۔ میرا اصل رنگ دیکھنا ہوا تو فارسا میں سنیئے"

"فارسا؟" ڈاکٹر دعا گو نے حیرت سے دہرایا۔

"یہ مصیبت بھی ہے!" عمران نے سر ہلا کر کہا "استاد کی شاعری میں نر۔ مادہ ہو جاتا ہے اور مادہ۔ نر! اسی لیے ان کی گرفت میں آتے ہی فارسی بھی فارسا ہو جاتی ہے۔ ہاں ہو جائے استاد فارسا میں کچھ۔"

استاد نے حسب عادت چھت کی طرف منہ اٹھا کر ناک بھوں پر زور دینا شروع کر دیا۔ پھر بولے "سنیئے!"

نظر خمی خمی۔ نظر گمی گمی۔ نظر سمی سمی
دھمک شک فزوں، فضا فسر دلی۔ حیا لبم لبم
عشر خمو شگی، خمو عشر فشاں، نمو زدم زدم
قل و قل دلی، و قل، فنو قتی قنا قلم قلم
نظر خمی خمی، نظر گمی گمی، نظر سمی سمی

"بس بس ... ڈاکٹر دعا گو ہاتھ اٹھا کر ناخوشگوار لہجے میں بولا۔ پھر عمران کو چند لمحے گھورتے رہنے کے بعد کہا "آپ کس بنا پر یہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ یہ ذہنی طور پر علیل ہیں۔"

"م.... میں.... جب بات یہ ہے کہ!" عمران ہکلا کر خاموش ہو گیا۔

"آپ غلط فہمی میں مبتلا ہیں۔ بعض لوگ خود الو بن کر دوسروں کو الو بنانے کے ماہر ہوتے ہیں۔!"

"جی کیا مطلب !" استاد نے تیوری چڑھا کر پوچھا۔

"میں آپ سے مخاطب نہیں ہوں !" ڈاکٹر دعاگو کا لہجہ بیحد خشک تھا۔

عمران نے استاد کو خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ وہ سچ مچ بیحد سمجھدار ثابت ہوئے یعنی چپ سادھ لی۔

ڈاکٹر دعاگو نے رائیٹنگ پیڈ سے کاغذ کا ایک ٹکڑا علیحدہ کیا اور اس پر کچھ لکھنے لگا اور پھر وہی ٹکڑا عمران کی طرف بڑھاتا ہوا بولا "مارتھا سے اپنے روپے لے لیجئے گا۔"

"کیسے روپے۔ !" عمران نے متحیرانہ انداز میں کہا۔

"جو آپ نے بطور کنسلٹیشن فیس جمع کرائے تھے۔"

"کیوں کیا آپ ان کا علاج نہیں کریں گے۔"

"لاعلاج مرض ہے۔" ڈاکٹر دعاگو مسکرایا۔

"پھر اب کیا ہوگا۔" عمران نے گھبرا کر پوچھا۔

"کوئی خاص بات نہیں۔ فکر نہ کیجئے۔ اگر یہ واقعی مرض ہی ہے تو قبر تک ساتھ جائے گا۔"

"میرے خدا اب میں کیا کروں۔" عمران کراہا اور پھر دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر کرسی پر اکڑوں بیٹھنے کی کوشش کرنے لگا۔

"یہ ... یہ ... یہ آپ کیا کر رہے ہیں۔" ڈاکٹر دعاگو نے ٹوکا۔

"اوہ معاف کیجئے گا۔" عمران سنبھل گیا۔ لیکن اس کے چہرے پر الجھن کے آثار صاف پڑھے جا سکتے تھے۔ !

"ان سے آپ کا کیا رشتہ ہے۔" ڈاکٹر نے عمران سے پوچھا۔ قبل اس کے کہ عمران کچھ کہتا استاد نے اچھل کر ایک شعر عنایت کر دیا۔

پوچھو ہو رشتہ ہم سے فسردہ بہار دل
ہم رہنے والے ہیں اسی اجڑے مزار کے

"مسٹر عمران ..... " ڈاکٹر دعاگو جھنجھلا کر بولا "آپ میرا وقت برباد کر رہے ہیں۔"

"اوہ۔ جی ہاں۔ ہپ ہپ !" عمران تیزی سے اٹھا اور استاد کا ہاتھ پکڑ کر دروازے کی طرف کھینچتا چلا گیا۔

"بہت حرامی معلوم ہوتا ہے۔" استاد نے کمرے سے نکل کر آہستہ سے کہا اور عمران انہیں کوئی جواب دیئے بغیر برآمدے تک کھینچ لایا۔

"اچھا استاد !" عمران جیب سے پانچ کا ایک نوٹ کھینچتا ہوا بولا "یہ لیجئے اور ٹیکسی سے واپس چلے جایئے۔ !"

"استاد نے دانت نکال دیئے تھوڑی دیر تک ہنستے رہے پھر بولے "اب آپ وہاں اس نادیٔ شنکر کے پاس تشریف لے جائیں گے۔"

"نادیٔ شنکر !" عمران نے حیرت سے کہا "میں نہیں سمجھا استاد۔ !"

"میں آپ کی محبوبہ پر بھی شاعری کروں گا۔"

"استاد۔ !" عمران ہاتھ جوڑ کر گھگھیایا "ابھی اس کی عمر ہی کیا ہے ..... اگر آپ کا عربا یا فارسا چل گیا تو کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہ رہ جائے گی۔"

"نہیں۔ ایک غزل ضرور ہوگی !" استاد گردن جھٹک کر بولے۔

"آپ کی مرضی !" عمران مردہ سی آواز میں بولا۔

استاد معنی خیز انداز میں سر ہلاتے پورچ سے گزر گئے۔ عمران انہیں جاتے دیکھتا رہا۔ پھر اسی کمرے میں واپس آ گیا جہاں مارتھا بیٹھی تھی۔ عمران کی واپسی پر وہ کھل سی اٹھی۔

"کیوں کیا ہوا ؟" اس نے مسکرا کر پوچھا۔

”لاعلاج مرض تھا۔ ڈاکٹر نے علاج کرنے سے انکار کر دیا۔ یہ لو“ عمران ڈاکٹر کی دی ہوئی پرچی جیب سے نکال کر اس کے سامنے رکھتا ہوا بولا۔

”خوش قسمت ہو۔!“ مارتھا پرچی پر نظر ڈال کر ہنس دی ”ڈاکٹر نے آج تک کنسلٹیشن فیس واپس نہیں کی۔!“

اتنے میں میز پر رکھے ہوئے فون کی گھنٹی بجی اور مارتھا نے ریسیور اٹھا کر کان سے لگا لیا۔ کچھ سن کر ہنسی اور ریسیور عمران کی طرف بڑھاتی ہوئی بولی ”ڈاکٹر۔!“

”ہیلو۔“ عمران نے ریسیور سنبھال کر ماؤتھ پیس میں کہا ”عمران اسپیکنگ“

”کیا تم مجھ سے کسی قسم کا مذاق کر رہے ہو صاحبزادے۔!“

”نن نہیں تو۔ ڈڈ ڈاکٹر“ عمران ہکلایا۔

”پھر اس لغویت کا کیا مطلب تھا۔!“

”میں حقیقتاً استاد کے لیے بہت پریشان ہوں۔ اپنے شعر ہی کی طرح وہ بھی نازل ہوتے ہیں۔ اور پیر تسمہ پا بن جاتے ہیں۔ میں واقعی۔!“

”کیا تم سنجیدہ ہو۔!“

”بالکل۔!“

”ہوں۔ تو اچھا۔ ان کی شادی کرا دو۔ ۔ ۔ ۔ اُف۔ غاغ۔ غاہ۔ غاہ۔“

بڑی دلخراش چیخ تھی۔ ۔ ۔ ۔ ۔ عمران کا دماغ جھنجھنا اٹھا اور وہ ریسیور پھینک کر بے تحاشہ ڈاکٹر کے کمرے کی طرف دوڑا۔

ڈاکٹر فرش پر اوندھا پڑا۔ ۔ ۔ گہری گہری سانسیں لے رہا تھا! اور اس کی کرسی اس پر الٹی پڑی تھی۔!

مارتھا عمران کے پیچھے ہی پیچھے آئی تھی اور اب اس کی بوکھلاہٹ کا یہ عالم تھا کہ کبھی دوڑ کر دروازے کی طرف جاتی اور کبھی ڈاکٹر دعاگو کے گرد چکرانے لگتی غالباً

اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اسے کیا کرنا چاہیئے۔ عمران جہاں پہلے رکا تھا اس سے ایک انچ بھی آگے نہ کھسکا۔ بس کھڑا احمقانہ انداز میں پلکیں جھپکا رہا تھا۔

”اوہ کچھ کرو“ مارتھا نے عمران سے کہا جو بری طرح ہانپ رہی تھی۔

”کچھ سمجھ میں بھی تو آئے۔“ عمران نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا

”پتہ نہیں کیا ہوا۔“

”پولیس کو فون کروں!“

”نہیں نہیں۔ تم ذرا دیکھو کیا بات ہے۔ انہیں سیدھا کرو۔“

عمران نے آگے بڑھ کر ڈاکٹر پر الٹی ہوئی کرسی ہٹائی۔ اور مارتھا ان لوگوں سے واپس جانے کو کہنے لگی جو ویٹنگ روم سے اٹھ کر اسی کمرے کے دروازے پر اکٹھا ہونے لگے تھے۔

عمران نے ڈاکٹر کو سیدھا کیا اور اس کا جسم ٹٹولنے لگا پھر پلکیں اٹھا کر پتلیاں دیکھیں اور معنی خیز انداز میں سر کو جنبش دی۔!

”کیا بات ہے۔“

”وہ میری ایک اچھی ہیں۔ ۔ ۔ وہ بھی اکثر اسی طرح بے ہوش ہو جاتی ہیں ہسٹریا کہتے ہیں اسے شاید۔!“

”ہشت۔!“ مارتھا نے برا سا منہ بنایا اور ڈاکٹر پر جھک گئی۔

اب عمران گرد و پیش کا جائزہ لے رہا تھا۔ ۔ ۔ ڈاکٹر کی میز کے قریب والی کھڑکی کھلی تھی۔ وہ کھڑکی کی طرف پشت کر کے بیٹھا تھا۔

میز کے قریب ہی فرش پر اس بلوری قلمدان کے ٹکڑے نظر آئے جو اسی میز پر رکھا رہتا تھا۔ ۔ ۔ قلمدان سے روشنائی نہ صرف چھلکی تھی بلکہ میز پر بھی پھیل گئی تھی ایک کاغذ کے ٹکڑے پر عمران کی نظریں جم گئیں۔ ۔ ۔ ۔ وہ یا تو کسی کتے کے پنجے

کا نشان تھا یا کسی بلی کے پنجے کا۔ پہلے میز پر پھیلی ہوئی روشنائی پر وہ پنجہ پڑا ہوگا اور پھر کاغذ پر اپنا نشان چھوڑ گیا ہوگا۔

عمران نے مارتھا کی طرف دیکھا اور کاغذ کا وہ ٹکڑا اٹھا کر جیب میں ڈال لیا مارتھا اس کی طرف متوجہ نہیں تھی۔!

کچھ دیر تک وہ اِدھر اُدھر سرگرداں رہا پھر ڈاکٹر کی طرف متوجہ ہوا جسے اب چند ملازمین نے اٹھا کر صوفے پر ڈال دیا تھا۔

"میں کہتا ہوں کسی ڈاکٹر۔ ۔ ۔ ۔ ۔"

"نہیں۔ اس کی ضرورت نہیں۔" مارتھا بولی۔ لیکن اس کے چہرے پر سراسیمگی کے آثار تھے۔!

عمران وہی کرسی کھسکا کر بیٹھ گیا جو کچھ دیر پہلے ڈاکٹر دعاگو پر الٹی پڑی تھی! حسبِ عادت جسم ڈھیلا پڑ گیا تھا اور ٹانگیں ہل رہی تھیں۔

تھوڑی دیر بعد مارتھا اس کی طرف متوجہ ہوئی۔

"تم جاؤ۔ کیوں اپنا وقت برباد کر رہے ہو۔"

"میری کوئی کنسلٹیشن فیس نہیں ہے۔!" عمران نے لاپرواہی سے جواب دیا۔

"اگر میں کہوں کہ اب یہاں تمہاری کوئی ضرورت نہیں ہے تو۔" مارتھا جھنجھلا کر بولی۔

"تو میں عرض کروں گا کہ ہم دن بھر بہتیری غیر ضروری چیزیں بھی برداشت کرتے رہتے ہیں اس لیے تمہارا یہ جملہ قطعی غیر ضروری ہے۔"

"نہیں تم جاؤ۔" مارتھا یک بیک ڈھیل پڑ گئی۔ "شاید ڈاکٹر ہوش آنے پر تمہاری موجودگی پسند نہ کریں۔"

"کیا تمہیں توقع ہے کہ ڈاکٹر اب کبھی ہوش میں بھی آسکیں گے۔"

"کیا مطلب!"

"میں کہہ رہا ہوں کہ ڈاکٹر کے لیے فوری طور پر طبی امداد فراہم کرو۔ ورنہ یہ بیہوشی دائمی نیند میں بھی تبدیل ہو سکتی ہے! کیا تمہیں ڈاکٹر کی بائیں کلائی پر پڑی ہوئی خراشیں نظر نہیں آرہی ہیں۔"

"میری سمجھ میں نہیں آتا کیا کروں!" مارتھا نے اپنی پیشانی پر بائیں ہتھیلی رگڑتے ہوئے کہا۔

"تم ایسے کرو کہ مجھے طبی امداد کے لیے فون کرنے کی اجازت دے دو۔!"

مارتھا نے پھر بیہوش ڈاکٹر پر نظر ڈالی اور بے بسی سے عمران کی طرف دیکھنے لگی جواب فون پر کسی کے نمبر ڈائیل کر رہا تھا۔ اس نے کسی سے ایمبولینس کے لیے کہا تھا اور پتہ بتا کر سلسلہ منقطع کر دیا۔

اب وہ مارتھا کی طرف دیکھ کر مسکرا رہا تھا۔ مارتھا نے ہونٹ سکوڑے، اور دوسری طرف دیکھنے لگی۔ تقریباً ۲۰ منٹ تک وہاں خاموشی کا راج رہا۔ پھر ایک ملازم نے کمرے میں داخل ہو کر ایمبولینس کی آمد کی اطلاع دی عمران کرسی سے اٹھ گیا۔

سول ہسپتال کے ایمرجنسی وارڈ میں لوگ پہلے سے منتظر تھے۔ بیہوش ڈاکٹر کو اسٹریچر پر ڈال کر اندر پہنچا دیا گیا۔ مارتھا بھی ساتھ آئی تھی۔ عمران اور وہ برآمدے کی ایک بنچ پر خاموش بیٹھے رہے۔!

تھوڑی دیر بعد ایک ڈاکٹر اندر سے آکر عمران سے بولا "کلائی پر پائی جانے والی خراشوں ہی کے ذریعے کوئی زہریلا مادہ جسم میں پھیل گیا ہے۔!"

"کیا وہ مر جائے گا۔!" عمران نے پوچھا

"کچھ کہا نہیں جا سکتا۔ بہت دیر کر دی آپ لوگوں نے۔ ۔ ۔ اللہ مالک ہے!"

ڈاکٹر پھر واپس آگیا۔

"میں پوچھتی ہوں۔ وہ چیخا کیوں تھا۔"؟ مارتھا بولی۔

"میں بھی یہی پوچھنا چاہتا ہوں۔ مگر کس سے پوچھوں؟"

"وہ کیوں چیخا تھا!" مارتھا اس طرح بڑبڑائی جیسے خود سے مخاطب ہو۔ "کلائی پر خراشیں کیسی ہیں۔ کمرے میں اس کے علاوہ اور کون تھا؟"

"سوچتی رہو!" عمران نے برا سا منہ بنا کر کہا

"میں پوچھتی ہوں آخر تم اپنا وقت کیوں برباد کرتے پھرتے ہو۔ اب جاؤ"

"ہسپتال والوں سے میری پرانی جان پہچان ہے۔ تم بے فکر رہو"

"جہنم میں جاؤ۔!" مارتھا نے دوسری طرف منہ کر کے کہا۔

"جہنم میں تو اس سے بھی پیچیدہ مسائل پیدا ہو سکتے ہیں"

"خاموش بھی رہو!" وہ جھلا کر پلٹ پڑی۔ "کیا یہ ضروری ہے کہ جہاں بھی بیٹھو بس ٹائیں ٹائیں کیے جاؤ"

عمران کچھ کہنے ہی والا تھا کہ وہی ڈاکٹر پھر آ کر بولا "اس کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں کہ سارا خون نچوڑ کر دوسرا خون پہنچایا جائے۔"

"کچھ کرو۔ اور جلدی کرو" مارتھا نے مضطربانہ انداز میں کہا۔

اس نے کچھ کہنے کے لیے ہونٹ کھولے ہی تھے کہ ایک نرس چہکتی ہوئی باہر نکلی اور ہاتھ ہلا کر بولی "ہوش آگیا ہے"

"گڈ۔" ڈاکٹر اس کی طرف مڑا اور پھر عمران سے کہنے لگا "اب ٹھیک ہے..... بالکل ٹھیک ہے۔ شاید خون نچوڑنے کی ضرورت پیش نہ آئے۔"

پھر وہ تیزی سے اندر چلا گیا۔

"میں ڈاکٹر ڈوعاگو سے دو باتیں کیے بغیر ہرگز واپس نہ جاؤں گا!" عمران نے مارتھا سے کہا۔

"تمہارا دماغ چل گیا ہے۔ وہ تمہیں اس سے گفتگو کرنے دیں گے؟ ہرگز نہیں"

"پھر بھی کوشش کر دیکھنے میں کیا حرج ہے"

اس بار مارتھا نے زبان سے تو کچھ نہیں کہا تھا لیکن آنکھیں کہہ رہی تھیں کہ "جہنم میں جاؤ۔!"

پھر دو گھنٹے گزر گئے اس دوران میں ڈاکٹر کی خیریت برابر معلوم ہوتی رہی تھی اور عمران اس کی بتدریج صحت یابی کی اطلاعات پر بیحد مسرور ہوتا رہا تھا اور مارتھا اسے پرتفکر آنکھوں سے دیکھتی رہی تھی۔ پھر آخر وہ بول ہی پڑی۔

"آخر تم اس معاملے میں اتنی دلچسپی کیوں لے رہے ہو۔!"

"عادت بری بلا ہے.... بچپن ہی سے اس مرض میں مبتلا ہوں۔ دوسروں کی ٹوہ میں رہنا میری ہابی ہے۔ بڑا دلچسپ مشغلہ ہے۔ ابھی پچھلے دنوں کی بات ہے لیڈی تفضل نے بیگم اصفہانی سے متعلق ایک پارٹی میں کہا تھا کہ ان کا باپ حقیقتاً ایک بلند پایہ موچی تھا۔ بات چپکے سے ایک خاتون کے کان میں کہی گئی تھی..... میں ان کے قریب ہی تھا سب کچھ صاف سنا... اور جا کر جڑ دیا بیگم اصفہانی سے..... بس پھر کیا تھا مزہ آگیا چند ہی روز بعد ایک دوسری پارٹی میں بیگم اصفہانی نے لیڈی تفضل کی چٹیا پکڑ لی..... ارے توبہ توبہ... کیا دھما دھم پیٹ رہی تھیں وہ دونوں معزز خواتین ایک دوسری کو۔!"

"تم بہت واہیات آدمی معلوم ہوتے ہو" مارتھا ہنس پڑی۔

"واہیات نہیں۔ ڈپلومیٹ کہو۔!" عمران سنجیدگی سے بولا۔

مارتھا بھی سنجیدگی سے اسے گھورنے لگی۔ پھر عمران اٹھا ایک طویل انگڑائی لی اور چندھیائی ہوئی آنکھوں سے ادھر ادھر دیکھتا ہوا منہ چلانے لگا۔

"اچھا!" اس نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا "اب چلنا چاہیے۔"

”ہرگز نہیں۔“ مارتھا نے سخت لہجے میں کہا۔ ”تم ہمارے ساتھ ہی واپس چلو گے۔“

”ارے نہیں بھائی۔ میں بہت مشغول اور عدیم الفرصت آدمی ہوں۔“

”اچھا!“ مارتھا نے تمسخر آمیز تحیر کے ساتھ کہا ”تم نے یہ بات پہلے کبھی نہیں بتائی۔“

عمران کچھ کہے بغیر آگے بڑھا لیکن مارتھا نے جھپٹ کر راستہ روک لیا اور اوپری ہونٹ بھینچ کر بولی۔ ”تم نہیں جا سکتے۔ بہت بور کیا ہے تم نے... اب خود بھی بھگتو۔!“

اتنے میں وہی ڈاکٹر پھر آیا اور مارتھا سے بولا۔ ”میرے خیال میں تو اب آپ لوگ جایئے۔!“

”مم۔ میں نہیں سمجھی۔!“

”دو دن... کم از کم دو دن تک مریض کو حرکت نہ کرنی چاہیئے۔“ ڈاکٹر نے جواب دیا۔

مارتھا تھوڑی دیر تک کچھ سوچتی رہی پھر بولی۔ ”کیا میں ان سے مل سکوں گی؟“

”آج نہیں۔ کل اسی وقت!“ ڈاکٹر نے کلائی کی گھڑی پر نظر ڈالتے ہوئے کہا۔

مارتھا پھر کچھ دیر تک سوچتی رہی تھی اور پھر عمران کا ہاتھ پکڑ کر واپسی کے لیے مڑی تھی۔

عمران تو اپنی ٹوسیٹر ہی پر آیا تھا۔ مارتھا کے لیے دروازہ کھول کر کھڑا ہو گیا۔

”نہیں میں ٹیکسی لے لوں گی۔“ اس نے کہا۔

”آخر کیوں؟“

”بس یونہی۔ کیا ہم بہت پرانے شناسا ہیں۔؟“

”نہیں ہیں تو اب ہو جائیں گے۔ کیا فرق پڑتا ہے۔“

”نہیں نہیں... میں اسے اچھا نہیں سمجھتی۔ تمہارے ملک کی یہی بات مجھے بہت پسند ہے کہ لڑکیاں اور لڑکے الگ الگ رہتے ہیں۔“

”کب تک...“ عمران سر ہلا کر بولا۔ ”آخر ایک دن انہیں اکٹھا ہی ہونا پڑتا ہے۔“

”وہ دوسری بات ہے۔!“

”تو میں کب تیسری بات کے لیے کہہ رہا ہوں۔“ عمران نے لاپرواہی سے کہا ”چلو بیٹھو۔!“

”مارتھا ٹوسیٹر میں بیٹھ گئی۔ اور عمران اسٹیئرنگ پر ہاتھ جماتا ہوا بولا ”کہاں چلیں؟“

”کیا مطلب؟“

”مطلب بھی میں ہی بتاؤں۔ کیا تمہیں بھوک نہیں لگی۔!“

”اوٹ پٹانگ باتیں مت کرو۔“

”اچھا تو مطلب یہ ہے کہ ہم ایکسیلیٹر میں لنچ کریں گے۔“

”مجھے ہوٹلوں سے وحشت ہوتی ہے۔“

”تو میرے گھر چلو۔ دہی بڑے کھائے ہیں کبھی؟“

”یہ کیا چیز ہے؟“

”دہی بڑے نہیں جانتیں... تو پھر بینگن کا بھرتا بھی نہ کھایا ہوگا؟“ عمران نے بڑی معصومیت سے کہا۔

”مجھے شوق ہے کہ مقامی کھانے بھی چکھوں... لیکن آج تک اتفاق نہیں ہوا ڈاکٹر کی میز پر بھی مغربی طرز کے کھانے ہوتے ہیں۔“

”ارے تو پھر کیا ہے چلو میرے ساتھ... کڑھی اور چاول نہ کھلائے تو کچھ بھی نہ کیا۔!“

”یہ کیا ہوتا ہے؟“

"بہت زور دار ہوتا ہے اب تو اسی بات پر بیسنی روٹی اور لہسن کی چٹنی بھی چلے گی۔"

"نہیں میں تمہارے گھر نہیں جاؤں گی۔"

"تمہاری مرضی!" عمران نے غصیلے لہجے میں کہا اور کسی تیز مزاج اور گھنی لڑکی کی طرح منہ پھلائے بیٹھا رہا۔ ٹو سیٹر تیز رفتاری سے راستہ طے کر رہی تھی۔

"اوہو!" مارتھا ہنس پڑی۔ "ادھر دیکھو۔"

"نہیں دیکھتا۔" عمران انڈوں پر بیٹھی ہوئی مرغی کی طرح کڑکڑایا۔

مارتھا پھر ہنس پڑی۔ . . . اور بولی "اچھا چلوں گی تمہارے گھر۔"

عمران کچھ نہ بولا۔ آنکھیں ونڈ شیلڈ پر جمی رہیں اور ٹو سیٹر فراٹے بھرتی رہی۔

پھر عقب نما آئینے پر نظر پڑی۔ ایک بڑی سی سیاہ رنگ کی وین ٹو سیٹر کے پیچھے آ رہی تھی۔

ہسپتال سے روانگی کے وقت ہی سے یہ گاڑی ٹو سیٹر کے پیچھے رہی تھی عمران نے کئی موڑوں پر اندازہ کیا تھا کہ اس کا تعاقب کیا جا رہا ہے۔

"تم کچھ بولتے کیوں نہیں!" مارتھا نے اس کی ران پر ہاتھ مار کر کہا۔

"ڈیڑھ بجے کے بعد۔"

"کیا مطلب؟"

"روزانہ اسی وقت خاموشی کا دورہ پڑتا ہے . . . . علاج کرانا چاہا تھا ڈاکٹر دُماگو سے . . . . لیکن وہ خود ہی لیٹ گئے . . . اللہ رحم کرے!"

"اس کا علاج تو میں بھی کر سکتی ہوں۔"

"یعنی۔"

"تمہاری بیوی کو بتا دوں گی۔ گھر چل رہی ہوں نا تمہارے!"

"بیوی۔!" عمران نے ٹھنڈی سانس لی۔

"کیوں۔؟" "کیا بات ہے" مارتھا نے حیرت سے پوچھا

"کچھ بھی نہیں" عمران کی آواز دردناک تھی۔

"بتاؤ نا" مارتھا اسے گھورتی ہوئی بولی۔

"پھر بتاؤں گا۔ بڑی دکھ بھری داستان ہے۔ ویسے گھر پہنچنے سے پہلے ہی سن لو کہ میں شادی شدہ نہیں ہوں۔"

"ہائیں۔ تم نے اب تک شادی نہیں کی۔"

"کی۔ کی۔ نہیں کی۔ . . . نہیں بلکہ نہیں ہوئی۔ ہمارے ہاں والدین بچوں کی شادیاں کرتے ہیں۔"

"ہاں میں نے سنا ہے۔ . . . . لیکن میری سمجھ میں نہیں آتا کہ ایسے لوگوں کی کیسے گزرتی ہوگی جنہیں ایک دوسرے سے محبت نہ ہو۔"

"محبت بعد میں ہو جاتی ہے۔" عمران نے سر ہلا کر کہا۔

"میں نہیں سمجھ سکتی کہ یہ کیونکر ممکن ہوتا ہے۔"

"ہو جاتا ہے۔" عمران دردناک آواز میں کراہا۔

"نہیں مجھے بتاؤ۔ میں اپنی معلومات میں اضافہ کرنا چاہتی ہوں۔"

"مت بور کرو۔" عمران جھنجھلا کر بولا۔ "مجھے اس موضوع سے کوئی دلچسپی نہیں رہی۔ بس یہ سمجھ لو کہ جس طرح ہم کھاتے پہنتے ہیں اسی طرح ہماری شادیاں بھی ہو جاتی ہیں۔ مگر کھانے اور پہننے میں پسند کو بھی دخل ہوتا ہے۔"

"پھر بتاؤ۔؟"

"ارے بابا۔ پیچھا چھوڑو۔ کوئی اور بات کرو۔"

"نہیں بتاؤ۔ میں تم لوگوں کی گھریلو زندگی کے بارے میں معلومات حاصل کرنا

چاہتی ہوں۔"

"اسی وقت!" عمران پھر غرایا۔

"اچھا گھر چل کر ہی سہی۔"

"عمران کی ٹوسیٹر اب فلیٹ سے زیادہ دور نہیں تھی لیکن وہ سیاہ رنگ کی گا
اب بھی اس کے پیچھے چل رہی تھی۔

پھر اس نے ایک جگہ بائیں جانب سے نکلنے کی کوشش کی۔ عمران نے ٹریفک کے قواعد کو بالائے طاق رکھ کر اسے راستہ دے دیا۔ وہ فراٹے بھرتی ہوئی آگے نکل گئی۔ ساتھ ہی مارتھا نے سسکاری اور اپنا بایاں بازو ٹٹولنے لگی۔

"اوہ۔ یہ کس چیز نے کاٹا ہے۔" اس نے بلاؤز کے آستین میں انگلیاں ڈالتے ہوئے کہا۔ پھر بوکھلائے انداز میں کراہی۔ اب دایاں ہاتھ آستین سے باہر آیا۔ چٹکی میں گراموفون کی ایک سوئی دبی ہوئی تھی۔

"اوہ... یہ... اوہ... یہ.. وہ آگے پیچھے جھولتی ہوئی بولی۔ عمران نے گاڑی روک دی تھی۔ اور قبل اس کے وہ کچھ کرتا مارتھا جھکولے لیتی ہوئی اس پر آگری

مارتھا بے ہوش تھی۔ عمران نے سامنے دیکھا۔ دین تیزی سے آگے جا رہی تھی اور اس کے دو ماتحت صفدر اور چوہان موٹر سائیکلوں پر اس کا تعاقب کر رہے تھے شاید انہوں نے محسوس کر لیا تھا کہ اسی دین سے کوئی حرکت ہوئی ہے۔ سارجنٹ نعمانی اور کیپٹن خاور اب بھی عمران کی ٹوسیٹر کی نگرانی کر رہے تھے۔

ایک بار پھر ٹوسیٹر کو سول ہسپتال ہی کی طرف موڑ دینی پڑی۔ عمران کی نظر اس

سوئی پر بھی تھی جو مارتھا نے اپنے بازو سے نکالی تھی... لیکن عمران نے اسے اٹھایا نہیں مارتھا پشت سے ٹکی پڑی تھی۔ گردن اس طرح ڈھلکی ہوئی تھی جیسے روح جسم کا ساتھ چھوڑ چکی ہو۔

ایک بار پھر سول ہسپتال میں ہنگامہ برپا ہو گیا۔ عمران نے سوئی احتیاط سے رکھ لی تھی۔ ڈاکٹر نے بتایا کہ مارتھا کے جسم میں بھی تیزی سے زہر پھیل رہا ہے! اس بار پولیس کو بھی اطلاع دے دی گئی تھی۔

اتفاقاً آج کل سول ہسپتال کے عملے میں ایک بھی ایسا نہیں تھا جس سے عمران کی جان پہچان رہی ہو۔ لوگ اسے گھور گھور کر دیکھ رہے تھے۔

پولیس انسپکٹر بھی اجنبی نکلا۔ سارے حالات سن کر اس نے آنکھیں نکالیں اور عمران پر چڑھ دوڑا تھا۔

"آپ کون ہیں؟"

"میں علی عمران ایم۔ ایس۔ سی۔ پی ایچ ڈی۔ آکسن ہوں۔"

"کیا مطلب؟"

"جی مطلب تو مجھے بھی نہیں معلوم۔"

"ڈاکٹر اور اس کی سیکرٹری سے کیا تعلق ہے تمہارا۔"

"ڈاکٹر سے کوئی تعلق نہیں ہے!" عمران نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ "لیکن سیکرٹری کا تعلق زیرِ غور ہے۔"

"کیا مطلب؟"

"بھائی صاحب مطلب تو خود میری سمجھ میں بھی نہیں آتا۔"

"کیا آپ حوالات میں ہی بات کرنا پسند کریں گے۔" سب انسپکٹر غرایا۔

"مرضی سرکار کی۔" عمران نے پھر ٹھنڈی سانس لی۔ "لیکن میں آپ سے مزید گفتگو

کرنے سے پہلے محکمۂ سراغرسانی کے سپرنٹنڈنٹ سے دو باتیں کرنا چاہتا ہوں۔ کیا آپ اجازت دیں گے۔"

"جی۔!"

"جی ہاں۔ فون پر۔ آپ اگر ضروری سمجھیں تو مجھے آپ کی موجودگی پر بھی کوئی اعترا نہ ہوگا۔ ڈاکٹر فون کہاں ہے؟"

وہ اس کمرے میں آئے جہاں فون تھا! عمران نے کیپٹن فیاض کے نمبر ڈائیل کئے اور ماؤتھ پیس میں بولا "میں عمران ہوں۔ سول ہسپتال سے۔ تمہاری دلچسپی کے لیے کچھ مواد ہے۔ فوراً آجاؤ۔"

ریسیور رکھ کر وہ سب انسپکٹر کی طرف مڑا۔ جو متحیرانہ انداز میں پلکیں جھپکا رہا تھا

"اب پوچھئے جو کچھ پوچھنا ہے۔!"

"کپتان صاحب سے آپ کا کیا تعلق ہے۔"

"تعلق۔!" عمران ٹھنڈی سانس لے کر بولا "آخر آپ پر تعلق کا دورہ کیوں پڑ گیا ہے"

سب انسپکٹر کے ہونٹوں پر پہلی بار مسکراہٹ نظر آئی اور اس نے کرسی کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ "تشریف رکھیئے" اور خود بھی بیٹھتا ہوا بولا "اب تو کپتان صاحب ہی کا انتظار کرنا پڑے گا۔"

پھر فیاض کے آنے تک کوئی گفتگو نہ ہوئی۔!

"اب کیا ہے؟" فیاض سب انسپکٹر کو نظرانداز کر کے پھاڑ کھانے والے لہجے میں بولا۔

"ڈاکٹر دعاگو اور اس کی سیکرٹری مارتھا کے جسموں میں زہر پھیل گیا ہے"

"ڈاکٹر دعاگو۔!"

"ہاں۔!" عمران سر ہلا کر بولا۔ اور شروع سے سارے واقعات دہرائے۔

فیاض تھوڑی دیر تک کچھ سوچتے رہنے کے بعد ڈاکٹر سے مخاطب ہوا "کیا خیال ہے..... لڑکی زندہ بچے گی یا نہیں۔!"

"ابھی کچھ نہیں کہا جاسکتا۔" ڈاکٹر نے جواب دیا۔

"وہ سوئی مجھے دو" فیاض نے عمران سے کہا اور اس سے سوئی لے کر چٹکی میں دبائے تھوڑی دیر تک اسے گھورتا رہا پھر آہستہ سے بولا "میں اسے لے جا رہا ہوں"

"لیکن جلدی واپس کر دینا کیونکہ میں نے بھی گراموفون بجانا ہے۔" عمران نے بڑے بھولے پن سے کہا اور فیاض اُسے گھورنے لگا۔

"میرے ساتھ آؤ" فیاض اٹھتا ہوا بولا۔ اور عمران نے ڈاکٹر کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا "بھیا ذرا لڑکی کا خیال رکھنا۔!"

فیاض اور عمران برآمدے کے اس دور افتادہ گوشے میں پہنچے جہاں ان دونوں کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔

"اب بتاؤ۔" فیاض نے عمران سے کہا۔

"کیا بتاؤں؟"

"تم ڈاکٹر دعاگو کے پیچھے کیوں پڑ گئے ہو"

"تمہارے چکن بھائی اپنے بنگلے پر بھی خودکشی کر سکتے تھے"

"ہوں۔ پھر تمہارا کیا خیال ہے۔ کیا ڈاکٹر دعاگو....."

"فی الحال تو وہ بیچارہ خود ہی دعا کا محتاج ہے۔ اس کے متعلق پھر کبھی سوچوں گا"

"مجھے یہ بتاؤ کہ تم اس کے گرد چکر کیوں لگا رہے تھے۔"

"کبھی اس کی سیکرٹری کو غور سے دیکھا ہے" عمران نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا "اڑنے کی کوشش نہ کرو۔! میں جانتا ہوں کہ تمہیں اس سے بھی کوئی دلچسپی نہیں ہو سکتی۔"

"سے ۶۳ء میں ہونے لگی ہے۔"

"فضول بکواس نہ کرو۔!"

"نہیں یار آج کل کچھ ایسا محسوس ہونے لگا ہے جیسے میں بھی کسی عورت ہی کے پیٹ سے پیدا ہوا ہوں! اور فضولیات کا وہ مسئلہ معلوم ہی ہوگا تمہیں کہ لائیک ٹینڈس ٹو بگیٹ لائیک۔"

"اچھی بات ہے۔ میں پھر گفتگو کروں گا۔" فیاض زینوں کی طرف بڑھتا ہوا بولا۔

"ٹھہرو پیارے۔ کیا اب بھی نہ بتاؤ گے کہ تم اس دن میرے گھر سے کہاں گئے تھے اور فون پر کس کی کال ریسیو کی تھی۔"

فیاض کچھ کہے بغیر اسی کمرے کی طرف مڑ گیا جہاں سب انسپکٹر شاید اپنی رپورٹ مکمل کر رہا تھا۔

عمران نے شانوں کو جنبش دی اور ٹہلتا ہوا اپنی ٹو سیٹر تک آیا۔۔۔ دروازہ کھول کر اندر بیٹھ ہی رہا تھا کہ ایک کانسٹیبل نے طلبی کا حکم سنایا۔

"کس نے بلایا ہے" عمران نے پوچھا۔

"انسپکٹر صاحب نے۔!"

"کپتان صاحب کہاں ہیں۔"

"وہیں۔"

عمران نے ٹھنڈی سانس لی اور ڈاکٹر کے کمرے کی طرف چل پڑا۔

فیاض ایک طرف خاموش بیٹھا تھا۔

"آپ کا بیان جناب۔" سب انسپکٹر نے عمران سے کہا۔

"اس میں ابھی تک کوئی تبدیلی نہیں ہو سکی۔" عمران نے ایک کرسی گھسیٹ کر بیٹھتے ہوئے کہا۔ "میں اپنا تحریری بیان دوں گا۔"

فیاض اسے متجسس نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ عمران نے ڈاکٹر کا لیٹر پیڈ اٹھایا اور اس کی اجازت حاصل کئے بغیر لکھنے لگا۔ قلم تیزی سے چل رہا تھا۔ بیان ختم کر کے دستخط کئے اور کاغذ پیڈ سے پھاڑ کر انسپکٹر کی طرف بڑھاتا ہوا بولا۔ "پتہ نہیں لکھا۔۔۔۔۔۔ یونکہ پتہ کپتان کو معلوم ہے۔ اچھا۔۔۔ ٹاٹا۔!"

وہ ہاتھ ہلاتا ہوا دروازے سے نکل آیا۔

کچھ دیر بعد وہ پھر اپنے فلیٹ کی طرف واپس جا رہا تھا۔

فلیٹ میں نہ جانے کیوں دوسری مصیبت اس کی منتظر تھی۔ استاد محبوب نرالے الم! وہ اس کی مخصوص کرسی پر دونوں ٹانگیں سمیٹے بیٹھے نظر آئے۔ منہ چھت کی طرف ٹھا ہوا تھا۔ ناک میں کچھ گنگنا رہے تھے! عمران کو دیکھ کر دونوں ٹانگیں کرسی سے ار کر فرش پر لٹکا دیں اور بولے "اسلام علیکم۔!"

عمران نے سوچا کھسکنا چاہئے۔۔۔۔۔ آخر کام بھی تو کرنا ہے۔۔۔ لہٰذا استاد سلام کا جواب دینے کی بجائے بوکھلا کر بولا۔ "استاد یہ کیا غضب کیا۔؟"

"جی۔" استاد بھی جواباً بوکھلا گیا۔

"آپ نے اس لڑکی کو آنکھ کیوں ماری تھی۔ کم از کم مجھ سے تو مشورہ لے لیا ہوتا"

"آنکھ ماری تھی؟" استاد نے آنکھیں پھاڑ کر دہرایا اور پھر منہ پیٹتے ہوئے بولے "پ کیا کہہ رہے ہیں عمران صاحب۔ آپ کی محبوبہ کو آنکھ ماروں گا۔ ارے توبہ توبہ"

"ارے بڑا غضب ہو گیا ہے۔ لیکن میں نے آپ کا پتہ نہیں بتایا۔!"

"کیا ہوا؟" استاد کے منہ پر ہوائیاں اڑنے لگیں۔

"پتہ نہیں بتایا تو کیا ہوا۔" عمران اس طرح بولا جیسے خود سے مخاطب ہو۔ "پولیس بھی یہاں آئے گی پوچھتی ہوئی۔"

"قسم لے لیجئے۔۔۔ عمران صاحب۔۔۔ جو میں نے آنکھ ماری ہو۔ اسے

"توبہ۔ توبہ۔!" استاد پھر منہ پیٹنے لگے اور بوکھلائے ہوئے لہجے میں بولے "خدا کے لیے یقین کیجئے۔ لیکن پولیس۔ میں کیا کروں۔!"

"بھاگئے سر پہ پیر رکھ کر۔!"

"لیکن راستے میں اگر پولیس"

"ہاں۔ ہاں ٹھیک ہے۔۔۔ اچھا!" عمران نے کہا اور جوزف کو آواز دی۔۔ وہ دوسرے کمرے میں تھا۔ آواز کی گونج ختم ہونے سے پہلے ہی پہنچ گیا۔

"دیکھو! جوزف انہیں اجڑا دیا۔ ہوٹل تک چھوڑ آؤ۔ ٹیکسی لے لینا۔"

"او کے باس۔!" جوزف نے دو انگلیوں سے پیشانی چھو کر کہا۔ اور اس طر دروازے کی جانب ہاتھ ہلائے جیسے بھیڑیں ہنکائی ہوں۔۔۔ یہ استاد کے لیے با چلنے کا اشارہ تھا۔

استاد چلتے چلتے مڑ کر بولے "عمران صاحب میری طرف سے دل صاف رکھیئے گا۔ میری سمجھ میں تو کچھ بھی نہیں آتا۔ ہو سکتا ہے سالی مکھی آنکھ پر بیٹھ گئی ہو۔"

"ہو سکتا ہے۔۔۔ ہو سکتا ہے۔ خدا حافظ۔"

پھر اس نے پورا جسم تان کر انگڑائی لی اور پرائیویٹ فون پر جولیانا فٹنر واٹر نمبر ڈائیل کئے۔ فوراً جواب ملا۔

"جولیا!" عمران ایکسٹو والے مخصوص لہجے میں بولا "صفدر سے کوئی رپورٹ ملی

"جی ہاں۔! میں خود ہی رنگ کرنے والی تھی جناب۔"

"کیا خبر ہے!"

"وہ دونوں سیاہ رنگ کی اس وین کا تعاقب کر رہے تھے جس نے عمران کی ٹو سیٹ کا پیچھا کیا تھا۔ تھرڈ فرسٹ اسٹریٹ کی ایک عمارت کے سامنے وہ وین رکی تھی دو آدمی اتر کر عمارت میں داخل ہوئے۔۔۔ وہ دونوں ابھی سوچ رہے تھے کہ اب

کیا کرنا چاہیئے کہ۔۔۔ دفعتاً ایک زوردار دھماکہ ہوا اور وین کے چیتھڑے اڑ گئے لوہے کا ایک ٹکڑا چوہان کی پیشانی سے لگا ہے۔۔۔ خاصا گہرا زخم آیا ہے متعدد راہ گیر بھی زخمی ہوئے۔ لیکن جس عمارت میں وہ دونوں نامعلوم آدمی داخل ہوئے تھے خالی پائی گئی۔ عرصہ سے خالی پڑی تھی۔ وہ دونوں عقبی راستے سے باہر چلے گئے ہوں گے کیونکہ عقبی دروازہ بھی غیر مقفل پایا گیا ہے۔"

"کیا وہ دونوں غیر ملکی تھے؟" عمران نے پوچھا۔

"جی نہیں۔ دیسی ہی تھے۔"

"صفدر اب کہاں ہے۔"

"دوسروں کے ساتھ عمران کے فلیٹ کی نگرانی کر رہا ہے۔ چوہان پیشانی کی ڈریسنگ کرانے کے بعد آرام کر رہا ہے۔"

"اچھا دیکھو۔ سول ہسپتال سے رابطہ قائم کرو۔ ڈاکٹر دعاگو اور اس کی سیکرٹری مارتھا ایمرجنسی وارڈ میں ہیں ان کی نگرانی ہونی چاہیئے۔ مجھے فوراً مطلع کرو کہ مارتھا ہوش میں آئی یا نہیں۔!"

"او کے سر" دوسری طرف سے کہا گیا۔

عمران نے سلسلہ منقطع کر دیا۔

تھوڑی ہی دیر بعد پھر ٹیلیفون کی گھنٹی بجی۔

"ہیلو۔" عمران ماؤتھ پیس میں دہاڑا

"کون۔؟ عمران۔!" دوسری طرف سے آواز آئی۔ اور عمران نے آواز پہچانی۔ دوسری طرف سے کیپٹن فیاض تھا۔

"کیا بات ہے؟" عمران نے پوچھا

"وہ ہوش میں آگئی ہے!"

"اوہو۔ تو حضور ابھی وہیں تشریف فرما ہیں۔"

"وہ کہتی ہے کہ تمہاری موجودگی میں کوئی بیان دے سکے گی۔"

"میں کوئی اس کے باپ کا نوکر ہوں کہ دوڑا آؤں گا۔"

"تمہیں آنا پڑے گا۔ فوراً آؤ۔ کیونکہ تم بھی کسی طرح اپنی جان نہیں بچا سکو گے۔ اچھی طرح ملوث ہو چکے ہو! تمہارے پاس کیا ثبوت ہے کہ اس وین میں تمہارے ہی آدمی نہیں تھے۔"

"مم۔۔۔۔ مم۔۔۔۔ ہپ!" عمران ماؤتھ پیس میں ہکلایا۔ "اچھا میں آرہا ہوں۔"

ایک بار پھر اس کی ٹو سیٹر سول ہسپتال کی طرف دوڑی جارہی تھی۔

فیاض برآمدے ہی میں ملا۔ اس کے ہونٹوں پر ایک طنزیہ مسکراہٹ تھی۔

"اب کہاں بچ کر جاؤ گے برخوردار!" اس نے ہنستے ہوئے کہا۔

"سوال یہ ہے کہ اگر وہ عدم موجودگی میں بیان نہیں دے سکی تو تمہیں کسی سیاہ رنگ کی وین کے بارے میں کیسے معلوم ہوا؟" عمران نے پوچھا۔

"میری ملازمت کافی پرانی ہو چکی ہے۔" فیاض بائیں آنکھ دبا کر بولا۔ "اگر یہ نہ کہتا تو تم بھلا اس طرح دوڑے آتے۔"

"اوہ۔۔۔۔ اچھا!۔۔۔ اچھا!" عمران نے سنجیدگی سے سر ہلا کر کہا۔ "خیر۔ تو جلدی سے مقصد بیان کر جاؤ۔ میں آج کل عدیم الفرصت ہوں۔ لیکن وہ کہاں ہے؟"

"فی الحال کسی سے نہیں مل سکے گی۔" فیاض نے خشک لہجے میں کہا۔

"خوب۔ خوب! اچھا خیال ہے۔ لیکن میں یہاں کیوں کھڑا ہوں؟"

"محض یہ بتانے کے لیے کہ اس وین میں کون تھا؟"

"آج رات خواب میں دیکھ کر بتا سکوں گا۔"

"عمران میں بری طرح رگڑ دوں گا۔"

"لونڈے ہو!" عمران بھی جھلا گیا۔ "اس وقت تم نے میرے ساتھ جو فراڈ کیا ہے اس کا خمیازہ تمہیں بھگتنا پڑے گا۔ بیچ سڑک پر۔ اسے لکھ رکھو سمجھے!"

"تمہیں بتانا پڑے گا کہ وین میں کون تھا۔" فیاض نے درشت لہجے میں پوچھا۔

"کیا مارتھا نے اس قسم کا کوئی خیال ظاہر کیا ہے۔"

"کس قسم کا؟"

"یہی کہ میں۔۔۔ وین میں سفر کرنے والوں سے واقف ہوں۔"

"نہیں۔۔!"

"پھر تم کس بناء پر مجھے گھسیٹ رہے ہو۔"

اتنے میں ایک نرس نے کیپٹن فیاض سے کہا۔ "مریض بیان دینے پر آمادہ ہے۔ ڈاکٹر کو بھی کوئی اعتراض نہیں۔!"

"اچھا شکریہ۔" فیاض نے کہا۔ "میں آرہا ہوں۔!" نرس چلی گئی۔

"کیا ڈاکٹر دعاگو۔" عمران نے پوچھا۔

"جی ہاں۔" فیاض اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔

دفعتاً کمپاؤنڈ سے فائر کی آواز آئی۔ اور ایک چیخ بھی سنائی دی۔ وہ دونوں اچھل کر مڑے۔

پھر عمران نے دیکھا کہ اس کا ماتحت صفدر مہندی کی باڑھ میں پھلانگتا ہوا ایک طرف دوڑا جارہا تھا۔ اس کی پشت ان دونوں کی جانب تھی اس کے خیال سے مطابق فیاض صفدر کا چہرہ ہرگز نہ دیکھ سکا ہوگا۔

* * *

★

دفعتاً فیاض دونوں ہاتھ اٹھا کر چیخا: "دوڑو — !" پھر بھاگتے ہوئے صفدر کو للکارا "ٹھہرو — ورنہ گولی مار دوں گا۔"

اور خود بھی اس کے پیچھے دوڑ پڑا۔ عمران نے سوچا اگر صفدر پکڑا گیا تو بڑی الجھنوں کا سامنا ہوگا۔ لہٰذا وہ فیاض کے پیچھے دوڑا۔ سب انسپکٹر اور دونوں کانسٹیبل بھی دوڑ پڑے تھے لیکن وہ عمران سے آگے نہ جا سکے۔

عمران نے جلد ہی فیاض کو جا لیا۔

"بتاؤ تو کیا ہوا۔" وہ اس کے ساتھ ہی ساتھ دوڑتا ہوا بولا۔

"وہ ..... !" فیاض صفدر کی طرف ہاتھ اٹھا کر بولا: "جانے نہ پائے .... اور تیز دوڑو۔"

"مگر وہ کون ہے؟" عمران نے پوچھا۔

"پتہ نہیں — !"

"اوہ — تو کیا ..... وہ ..... وہ ..... فائر اسی نے کیا تھا؟"

"پتہ نہیں۔"

"اے تم آدمی ہو ..... یا غلٹار چیلو جو موقع بے موقع چابی سے چلنے والی ربڑ کی بندریا کی طرح ناچنے کودنے لگتی ہے ..... ٹھہرو — !" اس نے فیاض کا ہاتھ پکڑ کر روکنے کی کوشش کی۔

"یہ کیا کر رہے ہو؟" فیاض غرایا ..... اور اسی کشمکش کے دوران میں فیاض کی ٹانگیں آپس میں الجھیں اور وہ ڈھیر ہو گیا۔ جھٹکا جو لگا تو عمران اس پر گرا ... اور

گرا بھی تو اس طرح کہ فیاض بے بس ہو کر رہ گیا۔

"ارے مردود — اٹھو مجھ پر سے۔" وہ دانت پیس کر مچلتا ہوا بولا۔

"اٹھ ..... اٹھ ..... تو رہا ہوں ..... !" عمران ہانپتا ہوا بولا ..... اور پھر اس نے محسوس کیا کہ صفدر کسی گلی میں گھس کر نظروں سے اوجھل ہو چکا ہے۔

اتنے میں سب انسپکٹر اور کانسٹیبل بھی ان کے قریب پہنچ گئے ..... عمران نے اب مناسب نہ سمجھا کہ فیاض کو اپنے نیچے ہی دبائے رکھے۔ سب انسپکٹر اور کانسٹیبل بھی رک گئے تھے اور حیرت سے انہیں دیکھ رہے تھے۔

"ارے دیکھتے کیا ہو۔ اٹھاؤ مجھے۔" عمران رو دینے کے سے انداز میں کراہا۔

بہرحال ان لوگوں نے اسے کھینچ کھانچ کر سیدھا کیا اور فیاض پھر اٹھ دوڑا ..... غالباً اس نے بھی صفدر کو ایک گلی میں گھستے دیکھ لیا تھا۔

"کک — کیا بات ہے ..... جج ..... جناب !" سب انسپکٹر نے ہانپتے ہوئے پوچھا۔

"پتہ نہیں بھائی۔" عمران نے کہا: "پتہ نہیں ..... پپ ..... پتہ ..... !" اور ہانپتا ہوا زمین پر بیٹھ گیا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اب فیاض صفدر کی گرد کو بھی نہ پا سکے گا کیونکہ ان گلیوں کے اندر بھی کئی پیچدار گلیاں اور بھی تھیں۔

دفعتاً اٹھ کر وہ دہاڑا: "ارے رک کیوں گئے۔ دوڑو ..... ورنہ کپتان صاحب کو اکیلا سمجھ کر کہیں ..... ارے باپ رے — !"

وہ بھی اسی گلی میں سرپٹ دوڑنے لگے ..... سب انسپکٹر اور کانسٹیبلوں نے بھی اس کا ساتھ دیا۔

اس گلی میں پہنچ کر دیکھا کہ کیپٹن فیاض ایک جگہ کھڑا بڑی بے بسی سے ہاتھ مل رہا ہے عمران پر نظر پڑتے ہی وہ آگ بگولا ہو گیا۔

"سب تمہاری وجہ سے ہوا۔" وہ عمران کو مکا دکھا کر دہاڑا۔

"م۔۔۔۔ میری وجہ سے؟" عمران نے ہکلا کر حیرت ظاہر کی۔

"تمہاری وجہ سے وہ نکل گیا۔ تم نے مجھے گرا دیا تھا!"

"ارے توبہ توبہ۔" عمران منہ پیٹتا ہوا بولا۔ "یار کیوں جھوٹ بولتے ہو۔۔۔ تم نے مجھے گرایا تھا یا میں نے۔ اللہ کے غضب سے ڈرو۔ یہ جھوٹ۔!"

سب انسپکٹر اور کانسٹیبل خاموش کھڑے ان کے منہ تک رہے تھے۔!

"میں تمہیں دیکھ لوں گا۔" فیاض باوردی پولیس والوں کی موجودگی کو نظر انداز کر کے بولا۔ اور وہ حیرت سے عمران کو گھورنے لگے۔

"سب مجھی سے سمجھنے دوڑے آتے ہیں۔" عمران نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا "لیکن حشر کے دن انصاف ہوگا۔ اچھا۔!"

پھر وہ واپسی کے لیے دوسری طرف مڑ گیا۔ اور ایک بار بھی پلٹ کر نہ دیکھا کہ وہ لوگ اس کے پیچھے آ رہے ہیں یا وہیں رک گئے ہیں۔!

تقریباً پندرہ منٹ بعد وہ پھر سول ہسپتال ہی میں نظر آیا۔ ڈاکٹر سے معلوم ہوا کہ مارتھا اب بھی بے ہوش ہے اسے معلوم تھا کہ ڈاکٹر دعاگو ہوش میں آ چکا ہے لیکن اس نے اسے ملنے کی کوشش نہیں کی۔

کچھ دیر بعد اس نے کمپاؤنڈ میں اس جگہ بھیڑ دیکھی جہاں سے صفدر مہندی کی باڑھ پھلانگتا ہوا بھاگا تھا۔

عمران بھی آہستہ آہستہ بھیڑ کی جانب چلنے لگا۔ کیپٹن فیاض اور پولیس والے بھی اس بھیڑ میں موجود تھے اور انہوں نے ایک چھوٹا سا دائرہ بنا رکھا تھا اور دوسروں کو اس دائرے میں داخل ہونے سے روک رہے تھے۔

پھر عمران کی نظر اس چیز پر پڑی جس کے گرد دائرہ قائم کیا گیا تھا۔ یہ گہرے نیلے

رنگ کا ایک بڑا سا ریوالور تھا۔ اعشاریہ چار پانچ کا ریوالور۔ عمران نے سوچا کہ یہ صفدر کا تو ہرگز نہیں ہو سکتا کیونکہ اس کے ماتحتوں کے پاس اعشاریہ تین آٹھ کے ریوالور تھے۔

فیاض نے اسے گھور کر دیکھا اور بولا "بس چپ چاپ چلے ہی جاؤ۔ ورنہ اچھا نہ ہوگا۔!"

"بہت بہتر سرکار۔" عمران ایڑیوں پر گھوما اور سیدھا اپنی ٹوسیٹر کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

فلیٹ میں پہنچ کر اس نے جولیا کے نمبر ڈائیل کئے دوسری طرف سے فوراً ہی جواب ملا۔!

"دیکھو۔ کیپٹن فیاض سول ہسپتال میں ڈاکٹر دعاگو کا بیان لینے والا ہے۔ اس کے بیان کی لفظ بہ لفظ نقل لینے کی کوشش کرو۔ یہ کام آج ہی ہونا چاہیئے۔"

"اوکے سر۔!"

"دیکھو! صفدر کو چاہیئے کہ مجھے براہ راست رنگ کرے۔ کسی کو مطلع کر دو کہ وہ اس تک میرا پیغام پہنچا دے۔"

"بہت بہتر جناب!"

عمران نے ریسیور کریڈل میں رکھ کر سلسلہ منقطع کر دیا۔ اور نشست کے کمرے میں جانے کے لیے مڑا ہی تھا کہ سلیمان کی شکل دکھائی دی جس پر زلزلہ سا طاری تھا۔ اس نے چھوٹتے ہی کہا۔ "صاحب آپ کی ملازمت مجھ سے نہیں ہو سکتی۔"

"نہ ہو سکے!" عمران نے لاپرواہی سے شانوں کو جنبش دی اور کمرے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔۔۔۔ سلیمان کہہ رہا تھا۔ "اس سے کام نہ چلے گا۔ آج فیصلہ کر دیجئے یہ سالا کالا میری جان کو آ گیا ہے۔!"

"ہوں!" عمران صوفے پر ڈھیر ہوتا ہوا غرایا۔ "کیا بات ہے۔ زندگی تلخ کر رکھی

ہے تم دونوں نے۔۔!"

"دن رات گالیاں دیا کرتا ہے مجھے۔"

"انگریزی میں۔۔؟" عمران نے پوچھا۔

"یہی تو مصیبت ہے۔ . . . ورنہ میں بھی سالے کی ایسی تیسی کر کے رکھ دوں۔!"

"تو اسی سے انگریزی کیوں نہیں پڑھ لیتا۔"

"میں یہ سب کچھ نہیں جانتا۔ آپ میرا فیصلہ کر دیجئے۔"

عمران کچھ کہنے ہی والا تھا کہ ایکسٹو والے فون کی گھنٹی بجی اور وہ اٹھ کر دوسر کمرے میں چلا آیا۔

دوسری طرف صفدر تھا اور کہہ رہا تھا۔" اس نے عمران پر فائر کرنے کے لی ریوالور نکالا تھا۔ مہندی کی باڑھ میں چھپا ہوا تھا۔"

"کہاں کی ہانک رہے ہو۔" عمران بحیثیت ایکسٹو غرایا۔

"اوہ معاف فرمائیے گا۔ جناب! میری عقل خبط ہو گئی ہے دوڑتے دوڑ حلیہ بگڑ گیا۔ ہم لوگ عمران کی حفاظت کر رہے تھے۔ وہ سول ہسپتال کے برآمد میں کیپٹن فیاض سے گفتگو کر رہے تھے۔ ایک آدمی پر بھی ہماری نظر تھی جو صبح ہی عمران کا تعاقب کرتا پھر رہا تھا۔ میں نے اُسے مہندی کی باڑھ میں اوٹ میں چ دیکھا اور پوری طرح اس پر نظر رکھی۔ کچھ دیر بعد اس نے اعشاریہ چار پانچ کا ر نکال کر عمران کا نشانہ لیا۔ بڑا خطرناک لمحہ تھا! اگر میں اسے آواز دے کر باز رکھنے کوشش کرتا تو شاید بوکھلاہٹ ہی میں وہ ٹریگر دبا دیتا۔ مجبوراً مجھے اپنا ریوالور نکا کر اس کے ہاتھ پر فائر کرنا پڑا۔ گولی نشانے پر بیٹھی۔۔! ریوالور اس کے زخمی ہاتھ سے چھوٹ چکا تھا۔ ایک چیخ بھی اسی کے حلق سے نکلی اور وہ اچھل کر بھاگ نکلا میں اس کے تعاقب میں دوڑا۔۔!"

"بعد کی باتیں مجھے معلوم ہے۔!" عمران نے ماؤتھ پیس میں کہا۔ لیکن کیپٹن فیاض تمہیں پہچان نہیں سکا۔ تم بہت اچھے رہے ہو۔ میں تم سے خوش ہوں۔"

"شکریہ جناب۔!"

"بہتر ہے کہ تم لوگ عمران کی حفاظت میک اپ میں رہ کر کیا کرو۔"

"بہت مناسب ہے جناب۔۔!"

"سب کو مطلع کر دو۔"

"بہتر جناب۔۔!"

عمران نے سلسلہ منقطع کر دیا۔

ابھی فون کے پاس سے ہٹا بھی نہیں تھا کہ پھر گھنٹی بجی۔ عمران نے ریسیور اٹھا لیا۔ دوسری طرف جولیا تھی اور کہہ رہی تھی۔ "ڈاکٹر دعاگو کی سیکرٹری مارتھا بھی ہوش میں آ چکی ہے۔ اور اب خطرے سے باہر ہے۔"

"لیکن میں نے اس کے بارے میں تم سے کب پوچھا تھا۔" عمران ماؤتھ پیس میں غرایا۔

"م۔ . . . میں نے۔ . . . کہا شاید وہ بھی۔ . . . کیونکہ وہ عمران کے ساتھ تھی۔"

"عمران کے نجی معاملات سے مجھے کوئی دلچسپی نہیں۔"

"نجی معاملات۔"

"ہاں وہ مارتھا کے چکر میں ہے۔" عمران بائیں آنکھ دبا کر بولا۔ اُس کے ہونٹوں پر شریر سی مسکراہٹ تھی۔

"خیر۔ جناب۔ ڈاکٹر دعاگو کا بیان۔"

"ٹھہرو۔ میں شارٹ ہینڈ میں نوٹ لوں گا۔"

اس نے میز پر پڑی ہوئی کاپی اور پنسل اٹھائی اور ماؤتھ پیس میں بولا "شروع ہو جاؤ"

ڈاکٹر دعاگو فون پر عمران سے گفتگو کر رہا تھا دفعتاً پشت والی کھڑکی سے ایک سیاہ رنگ کی بلی میز پر آکودی۔ ۔ ۔ پھر دوسری بلی۔ ۔ ۔ اور ان میں سے ایک بلی غراتی ہوئی اس پر اچانک حملہ کر بیٹھی۔ ۔ ۔ ڈاکٹر دعاگو کا بیان ہے کہ وہ بے ساختہ چیخ پڑا تھا۔ ۔ ۔ اس کے بعد جو کچھ بھی ہوا اس پر وہ روشنی نہیں ڈال سکا۔!"

"اس کے علاوہ اور کچھ؟"

"جی نہیں۔"

"اوور۔ اینڈ آل" عمران نے ریسیور کریڈل پر ڈال دیا۔

کچھ دیر بعد وہ پھر ڈاکٹر دعاگو کی کوٹھی کی طرف جا رہا تھا۔

کوٹھی کی کمپاؤنڈ میں اسے ڈاکٹر کے ملازموں نے گھیر لیا۔ اور اس سے ڈاکٹر کی خیریت پوچھنے لگے۔ کیونکہ انہوں نے اسے ایمبولنس گاڑی کے ساتھ جاتے دیکھا تھا۔ عمران نے انہیں بتایا کہ ڈاکٹر رو بصحت ہے پھر اس نے ان سے پوچھ گچھ شروع کی اور انہیں باتوں میں الجھائے ہوئے ادھر ادھر ٹہلتا رہا۔ انہیں ساتھ لیے ہوئے کمپاؤنڈ کے اس حصے کی طرف جا نکلا جہاں سے ڈاکٹر کے بیان کے مطابق دونوں بلیاں کھڑکی کی راہ سے کمرے میں داخل ہوئی تھیں۔!

کیا یہ کھڑکی روزانہ کھلی رہتی ہے۔!" اس نے پوچھا۔

"جی ہاں۔!" ایک ملازم نے جواب دیا

"کیا تم میں سے کسی نے ڈاکٹر کی چیخ بھی سنی تھی۔"

"جی ہاں۔ میں نے سنی تھی۔" اسی ملازم نے کہا اور دوسروں کی طرف اس طرح دیکھنے لگا جیسے ان سے بھی اپنے بیان کی تائید کی توقع رکھتا ہو۔ لیکن کوئی کچھ نہ بولا۔

"تم اس وقت کہاں تھے۔"

"جی میں ادھر ہی سے گزر رہا تھا۔"

"تب تم یقینی طور پر اس کھڑکی کی طرف آئے ہو گے۔"

"جی ہاں۔ دوڑتا ہوا آیا تھا۔"

"پھر تم نے اس کھڑکی کے اندر بھی جھانکا ہو گا۔"

"جی ہاں۔"

"اندر ڈاکٹر کے علاوہ اور کون تھا۔"

"جی کوئی بھی نہیں۔ ڈاکٹر صاحب فرش پر پڑے تھے اور ان پر کرسی الٹی پڑی تھی، جی ہاں۔!"

"کمرے میں دو بلیاں بھی دوڑتی پھر رہی تھیں۔؟" عمران نے اس طرح کہا جیسے خود سے مخاطب ہو۔

"جی۔ بلیاں؟۔ نہیں تو۔" ملازم کے لہجے میں حیرت تھی۔

"تمہیں یقین ہے۔"

"ارے صاحب بلیاں۔ بھلا۔ کیا بات ہوئی!" وہ ہنس پڑا۔ اور دوسرے بھی ہنسنے لگے۔

پھر عمران نے ان سے کہا کہ وہ کوٹھی کا خیال رکھیں کیونکہ مارتھا بھی بیمار ہو گئی ہے اور شاید کئی دن بعد وہ دونوں ہسپتال سے واپس آ سکیں۔ ملازموں نے مارتھا کی بیماری کی نوعیت معلوم کرنی چاہی لیکن عمران نے لاعلمی ظاہر کی۔

پھر وہ کوٹھی سے بھی روانہ ہو گیا ویسے اس کی خواہش تھی کہ اندر سے بھی اس کی خواہش تھی کہ اندر سے بھی اس عمارت کا سرسری طور پر جائزہ لیتا۔ لیکن اس وقت مناسب نہ سمجھا۔

سورج غروب ہو رہا تھا۔ وکٹوریہ روڈ کے چوراہے پر پہنچ کر اس نے گاڑی کا رخ ٹپ ٹاپ نائٹ کلب کی طرف موڑ دیا۔

اسے علم تھا کہ اس وقت بھی اس کے تین ماتحت اس کی دیکھ بھال کر رہے ہیں یہ صفدر، نعمانی اور چوہان تھے اور ایکسٹو کی ہدایت کے مطابق انہوں نے اپنی صورتیں تبدیل کر لی تھی۔

عمران ٹپ ٹاپ کے ہال میں داخل ہوا۔ اور بیک وقت کئی ویٹروں نے ہاتھ اٹھا کر اسے سلام کیا۔ لیکن اس وقت عمران سے کوئی حماقت سرزد نہ ہوئی ویسے وہ عموماً نہ صرف ویٹروں کے سلام کا جواب دیا کرتا تھا بلکہ ان سے مصافحہ کر کے باقاعدہ بال بچوں کی خیریت تک پوچھ بیٹھتا تھا۔

وہ ایک گوشے میں جا بیٹھا۔ ڈائننگ ہال میں ابھی زیادہ گھنا آباد نہیں تھا.. چاروں طرف ہلکی سبز روشنی بکھری ہوئی تھی اور مدہم آواز میں پرشین ٹرشٹ کا ریکارڈ بج رہا تھا۔

عمران بظاہر اونگھتا اور کوکا کولا پیتا رہا اس کی اکثر شامیں یہاں گزرتی تھیں۔ اپنی میز پر عموماً وہ تنہا ہی نظر آتا لیکن آج ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ کسی کا منتظر ہو۔ بار بار کلائی کی گھڑی پر نظر ڈالتا۔ اور پھر داخلے کے دروازے کی طرف دیکھنے لگتا۔

اور پھر تھوڑی دیر بعد اس نے ایک طویل سانس لی! انداز سے بالکل ایسا ہی معلوم ہو جیسے انتظار کے کرب آمیز لمحات ختم ہو گئے ہوں۔

ایک بڑی دلکش لڑکی ہال میں داخل ہوئی تھی... سفید فام غیر ملکی تھی دراز قد اور صحت مند... لیکن بے چین آنکھوں والی........ اس کے ساتھ ایک ڈھلکے ہوئے شانوں والا بوڑھا آدمی بھی تھا۔ لیکن یہ دیسی ہی تھا۔

اس کے بعد ہی جولیانا فٹز واٹر بھی ہال میں داخل ہوئی اور عمران کے چہرے پر جھلاہٹ کے آثار نظر آنے۔ کیونکہ وہ سیدھی اسی طرف چلی آ رہی تھی۔!

عمران نے ٹھنڈی سانس لی اور بڑبڑایا "تم آ ہی مریں خالہ جان"

"ہلو۔!" جولیا قریب پہنچ کر بڑے دلآویز انداز میں مسکرائی۔

"ہلو۔!" عمران مردہ سی آواز میں کراہا۔

عمران کی دیکھ بھال کرنے والوں میں سے چوہان اور نعمانی بھی ہال میں داخل ہو کر مختلف میزوں پر بیٹھ چکے تھے۔

اب ہلکی آواز میں "چاچا" بج رہا تھا اور بیشتر سننے والے میزوں کے نیچے اپنی ٹانگیں تھرکا رہے تھے۔

بڑا خوابناک سا منظر تھا۔

جولیا بیٹھ چکی تھی اور عمران تو اسی غیر ملکی لڑکی کو گھورے جا رہا تھا جو ڈھلکے ہوئے شانوں والے بوڑھے کے ساتھ آئی تھی۔

جولیا نے بھی اسی جانب سر گھمایا اور پھر پلٹ کر عمران کو گھورنے لگی۔ عمران اب بھی اسی لڑکی کی جانب دیکھے جا رہا تھا جولیا کھنکاری اور عمران چونک کر اس کی جانب دیکھنے لگا ...... اس طرح پلکیں جھپکا رہا تھا جیسے سچویشن کو سمجھنے کی کوشش کر رہا ہو۔

"کون ہے وہ؟" جولیا نے غصیلے لہجے میں پوچھا۔

اگر معلوم کر کے بتا سکو تو بےحد مشکور ہوں گا۔" عمران نے ٹھنڈی سانس لی۔ پھر بڑے رومینٹک انداز میں بولا۔ "ارے اس کی آنکھوں سے تو صبحیں طلوع ہوتی ہوں گی۔ اور مجرم کے گھاٹ سے پو پھوٹتی ہوگی۔ گھنیری زلفوں میں شام ڈھلتی ہوگی۔ اور گالوں کی شفق۔!"

"ہائیں۔ ہائیں۔!" جولیا حیرت سے آنکھیں پھاڑ کر بولی۔ "یہ تم بول رہے ہو۔ ارے تم بھی ایسی باتیں کر سکتے ہو؟"

یک بیک عمران پھر چونک پڑا۔ اور اس طرح پلکیں جھپکانے لگا جیسے سوتے سے جاگا ہو۔ چہرے پر حماقتوں نے یلغار کر دی۔ . . . ایسا معلوم ہونے لگا جیسے اس سے بڑا ڈیوٹ آج تک پیدا ہی نہ ہوا ہو۔

"مم۔ . . . میں۔ . . . نہیں سمجھا۔"

"اُلو نہ بناؤ۔" جولیا برا سا منہ بنا کر بولی۔

"اچھا۔" عمران نے سعادت مندانہ انداز میں سر کو جنبش دی۔

"یہ کون ہے۔؟" جولیا نے پھر آنکھیں نکالیں۔

"مم۔ میں کیا جانوں؟"

"تم آج کل کس چکر میں ہو۔ کیا یہ ڈاکٹر دعاگو کی سیکرٹری ہے۔"

"نن نہیں۔ خدا کی قسم وہ نہیں ہے۔!"

"تم ان دونوں کے پیچھے کیوں پڑ گئے ہو۔!"

"دعا کر رہا ہوں اپنے لیے۔"

"بکواس نہ کرو۔"

"تمہاری مرضی۔" عمران نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ "پھر جو جی چاہے سمجھ لو۔"

"تم کس چکر میں ہو۔"

"مگر تمہیں کیسے اطلاع ملی . . . کہ۔" عمران چاروں طرف دیکھتا ہوا بولا۔ "اوہو۔ اوہو چوہان اور نعمانی صاحبان بھی موجود ہیں۔ خیریت خیریت۔!"

وہ جولیا کو ٹٹولنے والی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ ۔

"کیا تمہیں علم ہے کہ تم خطرے میں ہو۔" جولیا نے تلخ لہجے میں پوچھا۔

"ارے باپ رے۔" اس نے اردو میں کہا۔ پھر انگریزی میں بولا۔ "مم۔ ۔ میں نہیں سمجھا تم کیا کہہ رہی ہو۔"

"سول ہسپتال میں تم پر کسی نے فائر کرنے کی کوشش کی تھی۔ صفدر نے اُس پر فائر کر کے کھیل بگاڑ دیا۔"

"کھیل بگاڑ دیا۔" عمران نے حیرت سے کہا۔

"اور کیا؟"

"ارے بھئی کیوں؟" عمران نے حیرت سے آنکھیں پھاڑ دیں۔

"یہی مناسب ہے کہ تم اب مر ہی جاؤ۔"

"ناچو گی میرے ساتھ۔" عمران نے آگے جھک کر آہستہ سے پوچھا۔

"شٹ اپ"

"اچھا جی۔" عمران اس کو گھورتا ہوا بولا۔ پھر انگوٹھے سے سامنے والی غیر ملکی لڑکی کی جانب اشارہ کر کے گنگنایا۔ "اب تو ان خالہ جان کے ساتھ ناچوں گا۔"

"ٹھوکر مار دے گی۔!"

"دیکھ لینا۔!"

"جانتے ہو یہ کون ہے؟"

"تم شاید جانتی ہو؟ لیکن ابھی تم نے مجھ سے اس کے متعلق پوچھا تھا۔"

"اسی لیے پوچھا تھا کہ جانتے بھی ہو۔ یا۔ یونہی جہنم رسید ہو جاؤ گے۔"

"ارے تو بتا دو نا..... محترمہ ہمدرد خاتون۔!"

"ایک سفارت خانے کے افسر کی لڑکی ہے۔ سوشل گیدرنگس میں کرنل ڈوبرنگ کا نام سنا ہے کبھی۔"

"نن۔ نہیں تو۔"

"یہ اسی کی لڑکی ہے۔ اندھیرے میں آواز پر نشانہ لگاتا ہے۔"

"اچھا اگر میں اندھیرے میں چشمہ لگاؤں تو۔" عمران نے بڑے بھولے پن سے پوچھا۔

"گدھے ہو تم۔" جولیا جھلا گئی۔

اور عمران اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا سر ہلا کر مسکرانے لگا۔

پھر دونوں ہی خاموش ہو گئے۔

تھوڑی دیر بعد اناؤنسر کی آواز آئی۔ "کیا آپ بال روم میں تشریف لے جانا پسند کریں گے۔ آج پرشین ٹوئسٹ۔ ساؤتھ امریکن کوک ٹیل اسٹیپ کا ماہر آرکسٹرا آپ کی خدمت میں پیش ہو رہا ہے۔"

پھر جیسے ہی دوسرا نغمہ شروع ہوا عمران نے میز کے نیچے اپنی ٹانگیں تھرکانی شروع کر دیں۔

"کیا خیال ہے۔ ایک بار پھر سوچو۔" اس نے جولیا سے کہا۔

"مجھے حیرت ہے کہ تم آج ایسی بد پرہیزی کیسے کر سکو گے۔ ناچنا آتا ہے تمہیں۔"

"اور سنیئے۔" عمران گردن جھٹک کر بولا۔ بچپن سے اب تک ناچتا اور نچاتا ہی تو آیا ہوں آپ پوچھتی ہیں ناچنا آتا ہے۔"

"میں موڈ میں نہیں ہوں۔"

"تو پھر مجبوراً۔" عمران کی نظر سامنے والی لڑکی پہ رک گئی۔

جولیا نے برا سا منہ بنا کر شانوں کو جنبش دی۔

"کیا پیئو گی۔" عمران آگے جھک کر آہستہ سے بولا۔

"کھانا کھاؤں گی۔" وہ پھاڑ کھانے والے لہجے میں بولی۔

"مینو حاضر ہے!" عمران نے مینو پر سے ایش ٹرے ہٹا کر اس کی طرف کھسکاتے ہوئے کہا۔

جولیا نے ویٹر کو بلا قیمتی ڈشوں کی ایک طویل فہرست دہرا دی۔ انداز ایسا ہی تھا جیسے عمران کو کٹوا دینے کا تہیہ کئے بیٹھی ہو۔ آرڈر لے کر ویٹر چلا گیا اور جولیا بڑی بے تعلقی سے دوسری طرف دیکھنے لگی۔

عمران بھی کچھ نہ بولا۔

تھوڑی دیر بعد کھانے کی ٹرالی میز کی طرف آتی دکھائی دی۔ فرمائشات ہی اتنی تھیں کہ ٹرالی کے بغیر کام نہ چلتا۔ عمران نے ٹھنڈی سانس لی۔ اور کسی ندیدے بچے کی طرح منہ چلانے لگا: پھر جولیا کے وینٹی بیگ کی طرف دیکھا جو میز کے نیچے رکھا ہوا تھا

عمران سوچ رہا تھا کیا آج یہ لڑکی اُسے زک دینے کے چکر میں اپنا پیٹ ہی پھاڑ ڈالے گی بے تحاشہ کھائے جا رہی تھی جولیا۔ اور اس طرح محو تھی کھانے میں کہ پتہ ہی نہ چل سکا کہ میز کے نیچے رکھے ہوئے وینٹی بیگ پر کیا گزر گئی۔

اس کا پرس اب وینٹی بیگ سے نکل کر عمران کے کوٹ کی سائیڈ پاکٹ میں جا چکا تھا۔ عمران بے پایاں مسرت کا اظہار کرتا رہا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ جولیا کو کھانے کی دعوت دے کر دین و دنیا کی سعادتیں سمیٹ رہا ہو۔

"بل ذرا جلدی سے لانا سمجھے۔!" عمران نے ویٹر سے کہا۔ "کیونکہ ہم ابھی بال روم میں بھی جائیں گے۔"

ویٹر چلا گیا اور جولیا بولی۔ "میں ہرگز نہیں ناچوں گی تمہارے ساتھ خواہ تم پورا باورچی

خانہ میرے معدے میں ٹھونس دو۔!"

"میں بیچارہ کیا ٹھونسوں گا۔" عمران نے خاکسارانہ لہجے میں کہا۔ "اللہ ٹھونس رہا ہے"

جولیا ہنس پڑی۔

"بہت جلے ہوئے ہو۔" اس نے کہا

"اللہ کی مرضی۔" عمران نے ٹھنڈی سانس لی۔

جولیا پھر ہنسنے لگی۔ پتہ نہیں کیوں اس وقت ہال کا ہر شخص ان کی طرف متوجہ ہو گیا کھانا ختم ہوا۔ بل آیا اور عمران نے کوٹ کی اندرونی جیب سے اپنا پرس نکالا۔ اور دس دس کے کئی نوٹ پلیٹ میں ڈال دیئے۔

جولیا شاید متحیر تھی کہ وہ اتنی آسانی سے کیسے کٹ گیا۔

"کیا بال روم تک چلوگی بھی نہیں۔" عمران نے ٹھنڈی سانس لے کر پوچھا۔

"میں سمجھتی ہوں کہ اس میں تو کوئی حرج نہیں چلو۔!" وہ اٹھتی ہوئی بولی۔

سامنے والی لڑکی اپنے دیسی ساتھی کے ہمراہ پہلے ہی جا چکی تھی۔

فی الحال وہاں جاز بج رہا تھا۔ لوگ گیلریوں میں بیٹھے ہوئے تھے۔ فرش پر پاؤڈر چھڑکا جا رہا تھا۔

وہ دونوں بھی ایک خالی میز پر جم گئے ... عمران نے گردن اونچی کر کے گرد پیش کا جائزہ لیا۔ لڑکی دوسری جانب والی گیلری میں نظر آئی۔ اتفاق سے اس گیلری ک ساری میزیں بھری ہوئی تھیں۔

عمران نے ٹھنڈی سانس لی۔ اور پھر اس کی نظر جولیا کے چہرے پر آ ٹھہری جس ک ہونٹوں پہ ایک طنزیہ سی مسکراہٹ بکھر گئی تھی۔

"اچھا۔ اب نہیں ناچیں گے۔" عمران آہستہ سے بڑبڑایا۔

"کافی نہیں پلاؤ گے۔ کھانے کے بعد" جولیا نے کھنکتی ہوئی آواز میں پوچھا۔

"پیو۔!" عمران کی آواز بیحد مضمحل تھی۔

جولیا کھلکھلا کر ہنس پڑی۔

عمران نے انگلی کے اشارے سے ایک ویٹر کو بلا کر کافی کا آرڈر دیا۔

"میں ڈر رہا ہوں کہ کہیں میری ضد میں تم ہسپتال نہ پہنچ جاؤ۔" اس نے جولیا سے کہا

"پرواہ نہ کرو میں تمہارے لیے جان بھی دے سکتی ہوں۔"

"اللہ رحم کرے۔" عمران نے دردناک لہجے میں کہا۔

پھر کچھ دیر بعد اناؤنسر کی آواز آئی خواتین حضرات تیار ہو جایئے نغمہ شروع کیا جا رہا ہے۔!"

لوگ میزوں سے اٹھنے لگے۔ نغمہ شروع ہوا۔ ٹوئسٹ کے لیے زیادہ تر نوخیز جوڑے ہی اٹھے تھے۔

عمران اور جولیا کافی پیتے رہے۔ قریب ہی میز پر ایک معمر آدمی اپنی بوڑھی ساتھی سے کہہ رہا تھا۔ "کیا زمانہ ہے۔ بھلا یہ ٹوئسٹ۔ کیا رکھا ہے۔ نہ اسٹیپ نہ کاؤنٹنگ بس کولھے مٹکاؤ اور پیر گھسو۔ ذرا والٹز ناچ کر دکھا بیٹی یہ صحت مند جوڑے تو جانوں"

"کبھی تمہیں بھنگڑا نچاؤں گا۔" عمران نے جولیا سے کہا۔

"یہ کیا ہوتا ہے۔"

"بہت گڑبڑ ہوتا ہے۔" عمران نے کہا اور سامنے والی گیلری کی طرف دیکھنے لگا۔

وہ لڑکی بھی ٹوئسٹ کے لیے نہیں اٹھی تھی لیکن مسلسل باتیں کئے جا رہی تھی اپنے بوڑھے ساتھی سے۔

"یہ بوڑھا کون ہے؟ کیا اسے بھی تم جانتی ہو۔" عمران نے جولیا سے پوچھا۔

"تم نہیں جانتے؟" جولیا کے لہجے میں حیرت تھی۔

"نہیں۔!"

"حیرت ہے کہ تم سر سلطان کے اسٹینو کو نہیں جانتے۔"

"ہائیں۔ وہ مردانہ اسٹینو کب سے رکھنے لگے۔"

"پتہ نہیں۔ یہ تو تین ماہ سے ان کے ساتھ ہے۔"

"سمجھ گیا۔ لیڈی سلطان کو عقل آگئی ہوگی۔ پردے کی بوبو ہیں نا۔"

"استغفار ایڈوانسڈ گھرانے میں بھی پردہ۔ میری سمجھ میں نہیں آتا۔"

"خاندانی لوگ ہیں۔" عمران سر ہلا کر بولا۔

"تم آخر ان لوگوں کے پیچھے کیوں پڑ گئے ہو۔"

"مقدر۔" عمران نے ٹھنڈی سانس لی۔

"تمہاری ٹھنڈی سانسیں مجھے غصہ دلاتی ہیں۔"

عمران کچھ نہ بولا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ لڑکی تک کیسے پہنچے کس انداز سے حملہ کرے کہ وہ اس کی ہم رقص بننے پر آمادہ ہو جائے۔

"تم کیا سوچنے لگے!" کچھ دیر بعد جولیا نے پوچھا۔

"کچھ نہیں۔ بس ناچوں گا آج خواہ کچھ ہو جائے۔"

"مگر تم تو اس قسم کی لغویات سے دور بھاگتے تھے۔"

"بعض شکلیں مجبور کر دیتی ہیں۔" عمران خیالات میں کھویا ہوا بولا۔

"ادھر دیکھو۔ میری طرف۔"

"ہوں۔ دیکھ تو رہا ہوں۔"

جولیا اس کی آنکھوں میں دیکھتی ہوئی بولی۔ "وہ ڈپٹی سیکرٹری جس نے خودکشی کر لی.... اکثر یہیں اس لڑکی کے ساتھ رقص کیا کرتا تھا۔"

"ارے.... ہب.... ہا...."

جولیا مسکرائی اور بولی۔ "اس لیے میں سوچ رہی ہوں کہ تم بے وجہ...."

"ٹھیک ہے.... ٹھیک ہے...." عمران اٹھتا ہوا بولا۔ "بہتر ہے کہ اب تم گھر جاؤ۔"

"کیا مطلب۔"

"تمہاری موجودگی میں کسی دوسری لڑکی سے رقص کی درخواست نہ کر سکوں گا۔"

"دماغ تو خراب نہیں ہوا۔" جولیا کو غصہ آگیا۔

"ٹاٹا۔" عمران ہاتھ ہلاتا ہوا دوسری گیلری کی طرف بڑھ گیا۔

اور پھر لڑکی کی میز کے قریب رکا۔ اور بڑے ادب سے جھک کر بولا۔ "کیا میں آپ سے رقص کی درخواست کر سکتا ہوں۔"

لڑکی بڑے دلآویز انداز سے مسکرائی اور پھر اپنے ساتھی کی طرف دیکھ کر بولی۔ "ان سے پوچھئے۔ کیونکہ میں ان کے ساتھ آئی ہوں۔"

بوڑھا عمران کو اس طرح گھور رہا تھا جیسے کچا چبا جائے گا۔

"کیوں انکل۔" عمران بوڑھے کی طرف مڑ کر بولا۔ لیکن اس کے کڑے تیور دیکھ کر سچ مچ ہکلانے لگا۔ "مگ۔ کیا.... آپ.... مم.... مجھے۔!"

"بھاگ جاؤ۔" بوڑھا ہاتھ ہلا کر غرایا۔ "میرا مضحکہ اڑانے کی کوشش کرو گے تو اچھا نہیں ہوگا۔ ایڈیٹ کہیں کے۔"

"مم.... معاف کیجئے گا.... مم.... مطلب یہ کہ۔!"

"اجازت دے دو نا۔" لڑکی اٹھلائی اور بوڑھا متحیرانہ نظروں سے اس کی طرف دیکھنے لگا۔

"جی ہاں۔ اور کیا۔" عمران نے سر ہلا کر اردو میں کہا۔ اور وہ پھر خونخوار نظروں سے عمران کو دیکھنے لگا۔

"آؤ...." لڑکی عمران کا ہاتھ پکڑ کر اٹھتی ہوئی بولی۔

دونوں وہیں سے تھرکتے ہوئے رقاصوں کی بھیڑ میں آملے۔ مختلف جوڑے طرح طرح کے پوز بنا کر اپنے دلوں کا اظہار کر رہے تھے۔ ناچتے ناچتے عمران نے ایک ہاتھ کمر پہ رکھا اور دوسرا سر پہ اور پھر باقاعدہ طور پر "ٹھمک ٹھمک" شروع ہوگئی۔ اس کی ہمرقص ہنستے ہنستے دوہری ہوئی جا رہی تھی۔

"یہ ہے ٹورنٹ کا مقامی رنگ۔" عمران نے لڑکی سے کہا

"تم بہت دلچسپ آدمی ہو۔۔!" لڑکی ہنس کر بولی۔

"پتہ نہیں۔"

"کیا کرتے ہو۔"

"عیش۔ میرے باپ محکمۂ سراغرسانی کے ڈائرکٹر جنرل ہیں۔ کافی کماتے ہیں۔"

"تم کچھ نہیں کرتے۔۔!"

"کر تو رہا ہوں۔ تھوڑا بہت گانا بجانا بھی آتا ہے۔"

"بڑے عجیب ہو۔ تمہارا نام کیا ہے۔"

"عمران۔ اور تمہارا۔"

"کلارا۔ کلارا ڈوبرنگ۔"

"ہوں۔۔!"

"یک بیک لڑکی اچھل پڑی۔ طویل سسکاری کے ساتھ اس کا ہاتھ داہنے بازو پر جا پڑا۔۔۔ پھر وہ چیخ پڑی۔۔۔۔ بازو عمران کی طرف بڑھایا۔

"ارے باپ رے۔" عمران اردو میں بولا۔ "پھر گراموفون کی سوئی۔"

اس نے بدقت تمام وہ سوئی اس کے بازو سے نکالی۔۔۔ اب لڑکی کھڑی جھوم رہی تھی دفعتاً وہ کراہتی ہوئی فرش پر ڈھیر ہوگئی اور چاروں طرف سے لوگ دوڑ پڑے۔

* * *

عمران احمقوں کی طرح کھڑا کبھی فرش پر گری ہوئی بیہوش لڑکی کو دیکھتا اور کبھی اپنے گرد اکٹھا ہو جانے والی بھیڑ پر نظر ڈالتا۔ گراموفون کی سوئی ابھی چٹکی میں دبی ہوئی تھی جسے بلا غرض اس نے کوٹ کی جیب میں ڈال لیا۔

اتنے میں وہ بوڑھا آدمی بھی نظر آیا جس کے ساتھ لڑکی کلب میں آئی تھی پہلے تو اس نے عمران کو قہر آلود نظروں سے دیکھا پھر لڑکی پر جھک گیا اسے ہلا جلا کر آوازیں دیتا رہا۔ لیکن ناکامی پر تیغِ براں کی طرح عمران پر جھپٹ پڑا۔

"یہ کیا ہوا اسے۔" وہ حلق پھاڑ کر دہاڑا۔

"اجی۔ قبلہ۔۔۔۔ قسم لے لیجئے۔۔۔۔ یعنی کہ۔ ہپ۔۔!"

اور یہ "ہپ" عادتاً نہیں ہوئی تھی بلکہ بوڑھے نے اس کے کوٹ کا کالر پکڑ کر جھٹکا دیا تھا۔

"اجی حضرت۔۔۔۔ یعنی کہ۔۔۔۔ اجی واہ۔" عمران اس کی کلائی پکڑ کر کالر چھڑانے کی کوشش کرتا ہوا پھر ہکلایا۔

"ہرگز نہ چھوڑنا۔۔۔۔ اس کا کالر۔۔۔۔ بہت واہیات آدمی ہے۔" جولیا نے پیچھے سے آواز دی۔

"جی۔۔!" عمران چندھیائے ہوئے الو کے سے انداز میں پٹر پٹر پلکیں جھپکاتا ہوا اس کی طرف مڑا۔

"آج ہی تو پتہ چلے گا۔" جولیا زہریلے لہجے میں بولی۔ اس طرزِ گفتگو پہ دوسروں نے یہی اندازہ لگایا ہوگا کہ عمران کوئی بہت ہی واہیات آدمی ہے اتنا واہیات کہ لڑکیاں اس کے بارے میں اچھی رائے نہیں رکھتیں۔

"یہ بیہوش کیسے ہوئی؟" بوڑھا اس کے کالر کو جھٹکا دے کر بولا۔

"مم . . . میں بھی یہی سوچ رہا ہوں۔"

"پولیس۔ پولیس" بوڑھا مجمع کی طرف دیکھ کر چیخا۔

"نن . . . نہیں۔ ارے باپ رے۔" عمران ہونٹوں پر زبان پھیر کر ہکلایا جولیا اس کے پیچھے کھڑی زور زور سے ہنس رہی تھی۔

"اسے پکڑیئے۔ اسے پکڑیئے" بوڑھے نے عمران کی طرف بایاں ہاتھ اٹھا کر کہا "میں پولیس کو فون کرنے جا رہا ہوں۔"

عمران نے سوچا کہ پھر جھنجھٹ میں پھنس جائے گا چونکہ معاملہ ایک سفارتخانے کے آفیسر کی لڑکی کا ہے اس لیے تعجب نہیں کہ کیپٹن فیاض ہی کو آنا پڑے۔ پولیس والے سفارتخانے کا نام سن کر یقینی طور پر فیاض کے آفس کو مطلع کریں گے۔ یہ فیاض کی آمد الجھن سے خالی نہ ہوتی کیونکہ معاملہ تھا گراموفون کی ایک زہریلی سوئی کا۔ جس سے ایک بار اور سابقہ پڑ چکا تھا وہ تو اس وقت یہ بھی نہیں کہہ سکتا تھا کہ لڑکی کو فوری طور پر ہسپتال پہنچایا جائے ورنہ ہو سکتا ہے کہ وہ مر ہی جائے۔

دفعتاً ٹھیک اسی وقت جب عمران ہسپتال کی سوچ رہا تھا کہ مجمع سے کسی نے بوڑھے سے کہا "پہلے ہسپتال پہنچانے کی کوشش کیجئے۔ پتہ نہیں کیا بات ہے؟"

"جی۔ اور کیا . . . . . بالکل بالکل . . . ." عمران نے سر ہلا کر تائید کی "کیا میں کہیں بھاگا جا رہا ہوں۔ بعد کو پولیس بھی آتی رہے گی۔"

"اور کیا۔ اور کیا۔" کئی لوگ بیک وقت بول پڑے۔

"نہیں نہیں۔ یہ جل دے کر نکل جائے گا۔" جولیا نے اپنی ہنسی پر قابو پانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

"اچھا۔ اچھا۔!" عمران نے سر ہلا کر کہا "اگر مرغیاں پار نہ کر دیں تمہاری تو کچھ نہ کیا" اتنے میں منیجر بھی وہاں پہنچ گیا تھا۔ پھر شروع ہوئی بھاگ دوڑ۔ کوئی پولیس

کے لیے دوڑا اور کوئی تندرست قسم کی لڑکیوں کی خوشامد کرنے لگا کہ وہ بیہوش لڑکی کو گاڑی تک پہنچا دیں۔

پھر کچھ دیر بعد عمران نے جولیا کو اشارہ کیا کہ اب وہ وہاں نہ ٹھہرے . . . بات شاید اس کی سمجھ میں آگئی تھی اس لیے پولیس کے آنے سے پہلے ہی رفو چکر ہو گئی۔

عمران کے اندیشے غلط نہیں تھے۔ قریبی تھانے کے لوگ اور کیپٹن فیاض ساتھ ہی وہاں پہنچے۔

"یہی ہے" کسی نے مجمع سے عمران کی طرف اشارہ کیا۔ بوڑھا تو کسی کو قائم مقام بنا کر بیہوش لڑکی کے ساتھ جا چکا تھا۔

فیاض نے اسے پھاڑ کھانے والے انداز میں دیکھا اور اپنے ساتھ آنے کا اشارہ کرتا ہوا دوسری طرف مڑ گیا۔

منیجر کے کمرے میں پہنچ کر اس نے منیجر کو بھی اس انداز میں دیکھا جیسے وہاں اس کی موجودگی ضروری نہ سمجھتا ہو۔

منیجر چپ چاپ باہر نکل گیا۔

"بیٹھ جاؤ۔" فیاض غرایا۔ اور عمران اس طرح بوکھلایا ہوا ناچنے لگا جیسے سمجھ میں ہی نہ آ رہا ہو کہ کس کرسی پر بیٹھے۔

"یہ کیا بیہودگیاں پھیلا رکھی ہیں تم نے۔"

"یار کیا بتاؤں۔ جس لڑکی پر بھی ڈورے ڈالتا ہوں گراموفون کی سوئی کی شکار ہو جاتی ہے۔"

"کیا یہ بھی۔" فیاض اچھل پڑا۔

عمران نے مغموم انداز میں سر کو جنبش دی۔

"لیکن۔ لیکن۔ تم نے مجھے جو سوئی دی تھی۔ اس میں تو کوئی خاص بات نہیں نکلی تھی۔ معمولی قسم کی گراموفون کی سوئی ہر قسم کی آلودگیوں سے مبرا۔"

"اب یہ بھی لے جاؤ۔" عمران نے جیب سے سوئی نکال کر میز پر رکھ دی اور بولا "میرا خیال ہے کہ ان کی نوکوں پر ایسا زہر لگایا جاتا ہے کہ جو خون میں فوراً ہی تحلیل ہو جاتا ہے اور سوئی پر اپنا داغ نہیں چھوڑتا۔"

"پھر۔ ؟" فیاض نے آنکھیں نکالیں۔!

"کہو تو اس سوئی کو زہر میں ڈبو لاؤں؟" عمران نے بڑی سنجیدگی سے کہا

"بکواس مت کرو۔ یہ بتاؤ کہ ڈوبرنگ کی لڑکی سے کیوں جا ٹکرائے۔"

"کس کی لڑکی؟" عمران نے خوفزدہ انداز میں پوچھا۔

"کرنل ڈوبرنگ۔"

"ارے باپ رے۔" عمران اچھل پڑا۔

"کیوں؟ کیوں؟" فیاض مسکرایا۔

"ارے مجھے نہیں معلوم تھا کہ ایسا چنگیزی نام رکھنے والے کسی باپ کی بیٹی ہے۔"

"کرنل ڈوبرنگ کو جانتے ہو؟"

"نہیں۔"

"ہوں۔" فیاض کسی سوچ میں گم ہو گیا۔ پھر تھوڑی دیر بعد نرم لہجے میں بولا "یار بڑی مصیبت میں پڑ گیا ہوں۔ یہ چھکن بھائی کی خودکشی۔!"

"یہ چھکن بھائی اس وقت کہاں سے آ کودے۔ لے چلو مجھے اور بند کر دو۔ کیونکہ میرے ساتھ بیہوش ہو جانے والی یہ دوسری لڑکی ہے۔"

"کچھ دیر خاموش بھی رہا کرو۔"

"لسی منگواؤں؟" عمران نے بڑے پیار سے پوچھا۔

"مذاق چھوڑو۔ کام کی بات کرو۔"

"مگر پیارے جانتے ہو۔ اس لڑکی کے ساتھ کون تھا۔"

"کون تھا؟"

"سر سلطان کا نیا اسٹینو۔"

"کیا؟" فیاض اچھل پڑا۔

"جی ہاں۔ مگر میرے لیے یہ نئی دریافت ہے۔ پتہ نہیں سر سلطان نے پٹڑی کیوں بدل دی۔"

"کیا مطلب؟"

"عموماً طرحدار قسم کی لڑکیاں رکھا کرتے تھے۔ اب یہ بڈھا کھوسٹ۔"

فیاض صرف مسکرا کر رہ گیا۔

"ہاں تم کیا کہہ رہے تھے"

"ڈوبرنگ کے خلاف شبہ کیا جا رہا ہے کہ وہ اپنے ملک کے لیے جاسوسی کرتا ہے۔"

"ہوں تو پھر۔"

"بکواس نہ کرو۔ کیا تم جانتے نہیں۔ اگر نہیں جانتے تو چھکن بھائی کے سلسلے میں اتنا غل غپاڑہ کیوں مچایا تھا۔"

"اچھا چلو۔ جانتا ہوں پھر۔!"

"مجھے یقین ہے کہ چھکن بھائی۔ اس لڑکی کے توسط سے کرنل ڈوبرنگ تک پہنچے تھے اور اس نے انہیں اپنے چکر میں پھنسا لیا تھا۔"

"ہوں تو پھر۔"

"لیکن اب یہ گراموفون کی سوئیاں۔"

"اور اس نالائق بلے کو تم بھول گئے۔" عمران نے غصیلے لہجے میں کہا

"کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ یہ ڈاکٹر دعاگو بھی مجھے فراڈ معلوم ہوتا ہے۔"

"کیوں؟" عمران نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

"اس کی دعاگوئی۔ اور لوگوں کی کامیابیاں۔ چھکن بھائی کی خودکشی، گراموفون کی دو سوئیاں۔ ایک اس کی سیکرٹری کے بازو میں اتر گئی اور دوسری کلارا کے بازو میں

ڈاکٹر دعاگو کو کسی پلے نے زخمی کر دیا۔ تینوں پر ہی بیہوشی کا حملہ ہوا۔"

"ہوں۔ تو شاید تم یہ سوچ رہے ہو کہ ڈوبرنگ کے علاوہ بھی کوئی آدمی ہے
جو ان کے مشاغل میں حارج ہونا چاہتا ہے۔"

"پھر کیا سوچیں اس کے علاوہ۔" فیاض نے کہا تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا
پھر بولا "یہ بتاؤ۔ سول ہسپتال میں کیا ہوا تھا۔؟"

"تم بتاؤ۔ تم نے ہی شاید فائر کرنے والے کو دیکھا تھا اور اس کے پیچھے دو
بھی تھے۔ مجھے تو کوئی بھی نظر نہیں آیا تھا۔"

"نکل ہی گیا۔ لیکن میں تو سوچ رہا تھا کہ وہ تمہارا ہی کوئی آدمی تھا جسے موقع دی
کے لیے تم نے مجھے گرایا تھا۔"

"میں نے گرایا تھا۔" عمران نے حیرت سے آنکھیں پھاڑ کر کہا۔ "یار خدا سے ڈ
میں تو تم سے اس طرح بھاگنے کی وجہ پوچھ رہا تھا۔"

"خیر مارو گولی۔ وہاں گھاس پر اعشاریہ چار پانچ کا ریوالور ملا تھا اور خون کے
دھبے تھے گھاس پر۔ ریوالور کے دستے پر نشانات نہیں ملے۔!"

عمران تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا پھر بولا۔ "خون اور ریوالور کا مطلب تو یہ ہو
کوئی کسی کی تاک میں تھا۔ اس نے اس پر ریوالور نکالا لیکن کوئی اس کی تاک م
جس نے ہاتھ پر فائر کر کے اسے بھاگنے پر مجبور کر دیا۔"

"اس کے علاوہ اور کیا کہا جا سکتا ہے لیکن آخر اس نے کس کے لیے ریوالو
ہوگا؟"

"خدا جانے!" عمران نے لاپرواہی سے شانوں کو جنبش دی۔

فیاض جو اس کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا مسکرا کر بولا۔ "یہ نہیں چلے گی۔"

"کیا مطلب؟"

"تم اس واقعہ کے متعلق بھی کچھ نہ کچھ جانتے ہو!"

"ریوالور والے کے متعلق۔" عمران نے پوچھا اور فیاض نے سر ہلا دیا۔

"میں بھلا کیا جانوں گا اس کے متعلق۔"

"جاننے کی کوشش بھی نہیں کی۔؟"

"کیا فائدہ۔ ہم دونوں بیحد بے شرم اور بے حیا واقع ہوئے ہیں چار پانچ کا ریوالور
ہمارا کیا بگاڑ سکے گا۔"

"تو کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ وہ ہمارے لیے تھا۔" فیاض نے پوچھا

"نہ رہا ہو تب بھی کیا فرق پڑتا ہے۔" عمران نے لاپرواہی سے کہا

فیاض کے چہرے پر سراسیمگی کے آثار نظر آئے لیکن وہ خود کو سنبھالے رکھنے
کی کوشش کرنے لگا۔ عمران نے محسوس کیا مگر کچھ بولا نہیں۔

"ہوں تو اب کیا ارادہ ہے۔" کچھ دیر بعد اس نے پوچھا۔

"میں سر سلطان کے اسٹینو کے متعلق سوچ رہا ہوں۔" فیاض چونک کر بولا۔

"اپنی زوجۂ مادر شما کے متعلق سوچو! اس بیچارے کے متعلق سوچ کر کیا کرو گے۔"

فیاض جھنجھلا کر کچھ کہنے ہی والا تھا کہ سر سلطان کا اسٹینو آندھی اور طوفان کی طرح
رے میں داخل ہوا۔

"ہی ہے۔ یہی ہے۔" وہ جھلائے ہوئے انداز میں چیخا۔

"کیا بات ہے۔ آپ اس طرح کیوں گھس آئے۔" فیاض غرایا۔

وہ فیاض کو دیکھ کر ٹھٹک گیا۔ پھر شور مچانے کے سے انداز میں بولا۔ "کلاڈا خطرے
ہے۔"

"کس کی بات کر رہے ہیں۔"

"وہ اس آدمی کے ساتھ ناچ رہی تھی۔"

"اور اب انہیں نچاتی پھر رہی ہے اس بڑھاپے میں۔" عمران نے سر ہلا کر سنجیدگی
ے کہا۔

"شٹ اَپ" بوڑھا حلق کے بل چیخا۔

"آپ مجھے نہیں جانتے!" بوڑھے نے کسی قدر نرمی اختیار کرتے ہوئے کہا

"لیکن میں آپ کو پہچانتا ہوں۔ میں سر سلطان کا اسٹینو ہوں۔"

"تو پھر؟" فیاض نے مرعوب ہوئے بغیر کہا۔ شائد یہ چیز بوڑھے کے لیے غیر متوقع تھی اس لیے بغلیں جھانکنے لگا۔

"آپ یہاں کس لیے آئے ہیں؟" اس نے سنبھالا لے کر کہا لیکن تیور بگڑے ہو

"آپ کہاں کی ہانک رہے ہیں حضرت! آپ کون ہوتے ہیں پوچھنے وا اور آپ کا اس معاملے سے کیا تعلق؟"

"وہ لڑکی میرے ساتھ تھی۔"

"اچھا تو آپ ہی اس کی بیہوشی کی وجہ بتائیے اور یہ بھی بتائیے کہ وہ خطرے میں ک

"مم۔ میں کیا بتاؤں؟" اس نے عمران کی طرف دیکھ کر کہا "یہی بتائے گا۔"

"مسور کی دال حلق تک ٹھونس لی ہوگی۔" عمران نے اس کی طرف دیکھے بغیر کہا۔ فیاض کو بے ساختہ ہنسی آگئی۔

"آپ... آپ حوصلہ افزائی کر رہے ہیں اس نالائق کی۔"

"میں ہی نہیں۔ سر سلطان بھی کرتے ہیں خود ہی پوچھ لیجئے گا ان سے۔"

"آپ میرا مضحکہ اڑا رہے ہیں۔!" وہ میز پر گھونسا مار کر دہاڑا۔

"اُف فوہ۔! بابا میز نہ توڑ ڈالنا۔ خود ہی جوانوں کے حقوق پر ڈاکہ ڈالتے پھر ہیں اور خود ہی تاؤ بھی دکھاتے ہیں۔ اللہ کی قدرت!" عمران نے کہا۔

"میں تمہارا حلیہ بگاڑ دوں گا۔" وہ عمران کے چہرے کے قریب گھونسہ ہلا کر بو

"پہلے ہی کون سا بڑا اچھا تھا۔" عمران نے اس کی طرف دیکھے بغیر کہا۔

"میں دیکھ لوں گا۔ تم سبھوں کو دیکھ لوں گا۔" وہ فیاض کی طرف دیکھ کر اٹھتا ہو بولا۔ "میں اب ڈی آئی جی کو فون کروں گا۔"

"بیٹھ جائیے۔" فیاض نے میز پر ہاتھ مار کر تحکمانہ لہجے میں کہا۔

"کیا مطلب؟" بوڑھا بھی غرایا۔

"میں اس سلسلے میں آپ کا تحریری بیان چاہتا ہوں۔"

"میں نے کب انکار کیا ہے۔" وہ پھر چلایا۔ اور عمران کی طرف ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "لیکن یہ۔!"

"یہ میرے محکمے کے ڈائرکٹر جنرل کے صاحبزادے ہیں۔" فیاض نے کہا "سر سلطان سے بھی ان کی گاڑھی چھنتی ہے۔"

"تت۔ تو... یہ... وہ... عمران...!" بوڑھا آنکھیں پھاڑ کر ہکلانے لگا۔

"جی ہاں۔"

بوڑھا دھم سے کرسی پر بیٹھ گیا۔

عمران جس پوزیشن میں پہلے بیٹھا ہوا تھا اسی میں رہا۔ البتہ اب چہرے پر حماقتوں کے ڈونگرے برسنے لگے تھے۔

"یہ حضرت ناپ رہے تھے اس کے ساتھ۔" بوڑھے نے کچھ دیر بعد ہانپتے ہوئے کہا

"مجھے علم ہو چکا ہے اور بیہوشی کی وجہ انہیں بھی نہیں معلوم۔" فیاض نے کہا۔

"پتہ نہیں کیا ہوا۔ کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔"

پھر فیاض نے اس کا بیان لکھ کر اس کے دستخط لیے اور اسے بڑے اعزاز و اکرام کے ساتھ رخصت کیا۔ پھر عمران سے بولا۔ "یار سمجھ میں نہیں آتا کہ آخر یہ لڑکی کیا کرتی پھر رہی ہے۔"

"فی الحال تو کئی آدمیوں کو ایک وقت بور کرنے کا مشغلہ اختیار کر لیا ہے۔"

"کیا مطلب۔"

”اب یہی دیکھو کہ یہ حضرت نہ صرف خود لبد ہوچکے ہیں بلکہ دوسروں پر بھی کرم فرما ہیں“

”میں کہتا ہوں۔۔۔۔ یہ لڑکی۔ ادھر چھکن بھائی پر بھی نظر عنایت ہوئی تھی اس کی“

”سلو ڈارلنگ فیاض۔ بلرغز ساتی کے لیے کوئی مولوی صاحب پیچھے نہیں لگائے جاتے۔ یہ طرحدار لڑکیاں ہی اس قسم کے فرائض انجام دیتی ہیں۔“

”ٹھیک ہے۔“ فیاض خاموش ہوکر کچھ سوچنے لگا۔

عمران کچھ کہنے ہی والا تھا کہ دروازہ پھر بڑے زور و شور کے ساتھ کھلا اور بلڈاگ ٹائپ کا ایک سفید فام غیر ملکی اندر گھس آیا۔ عمر پچاس کے قریب رہی ہوگی چہرہ بھاری اور بارعب تھا ہاتھ بتا رہے تھے کہ جفاکشی کا عادی ہے۔

”ہلو کیپٹن۔!“ اس نے فیاض کی طرف مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھایا ”تم تھے یہاں۔!“

”کلارا کو کیا ہوا۔ کسی نے یہاں سے مجھے فون پر اطلاع دی تھی کہ وہ رقص کے دوران میں بیہوش ہوگئی ہے۔“

”اور اب اس کی زندگی خطرے میں ہے“ کسی نے دروازے کے قریب سے کہا۔ وہ چونک کر مڑے۔ سر سلطان کا اسٹینو وہاں کھڑا عمران کو گھورے جا رہا تھا۔

”یہی ناچ رہا تھا اس کے ساتھ!“ اس نے غصیلے لہجے میں کہا ”یہی بتائے گا۔ ہاں اس کی زندگی خطرے میں ہے۔ میں اسے سول ہسپتال میں داخل کرا آیا ہوں۔“

نووارد غیر ملکی غرا کر عمران پر جھپٹا اور اس کے کوٹ کے کالر کو پکڑ کر جھٹکا دیتا ہوا بولا ”بتاؤ۔“

”بتاتا ہوں“ عمران بھی اٹھتا ہوا بولا۔ آہستہ سے اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ دیا۔ جس سے کوٹ کا کالر پکڑ رکھا تھا اور اچانک اس کے جبڑے پر ایک زوردار گھونسہ رسید کر دیا۔ اٹھنے کا انداز ایسا نہیں تھا کہ غیر ملکی کو اس کا خدشہ ہوتا۔ بے خبری میں ہاتھ پڑا تو عمران کا کالر بھی چھوڑ دیا اور لڑکھڑاتا ہوا دروازے سے جا ٹکرایا۔

پھر وہ سنبھلنے بھی نہ پایا تھا کہ فیاض درمیان میں آگیا۔

”ہٹ جاؤ۔ کیپٹن۔ تم ہٹ جاؤ۔“ وہ اسے سامنے سے ہٹانے کی کوشش کرتا ہوا بولا۔

عمران اب پھر اطمینان سے کرسی پر بیٹھ گیا تھا! صورت سے ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ جیسے کوئی کثیر العیال بیوہ اپنے کسی بچے کی پٹائی کرکے بیٹھی ہو۔

فیاض اس غیر ملکی کو ٹھنڈا کرنے کی کوشش بھی کرتا رہا اور دونوں کے درمیان حائل بھی رہا۔

”یہ ہے کون۔؟“ اس نے گرج کر فیاض سے پوچھا۔

”میرا ایک دوست“! فیاض جلدی سے بولا ”کلارا سے آج ہی ملاقات ہوئی تھی۔۔۔۔ یہ نہیں جانتا کہ وہ کیسے بیہوش ہوئی۔ ارے آپ میرے محکمے کے ڈائرکٹر جنرل رحمان کو نہیں جانتے۔“

”جانتا ہوں۔“ اس نے غصیلے لہجے میں کہا۔

”یہ انہیں کا لڑکا ہے“

”مسٹر رحمان کا؟“ اس نے حیرت سے پوچھا۔

”ہاں کرنل۔!“

”اوہ۔ مجھے افسوس ہے۔ ہٹو سامنے سے“

”فیاض ان کے درمیان سے ہٹ گیا۔“

”لڑکے مجھ سے ملو۔ میں کرنل ڈوبرمگ ہوں۔ کلارا کا پاپا“ اس نے گرمجوشی سے عمران کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔

"ارے باپ رے!" عمران اردو میں کہتا ہوا کھڑا ہو گیا۔ پھر انگریزی میں بولا۔

"مم... معافی چاہتا ہوں۔ ڈیئر پاپا۔ مجھے نہیں معلوم تھا۔"

اب وہ دونوں ہاتھوں سے منہ پیٹ رہا تھا۔ پھر شاید کان پکڑ کر اٹھنے بیٹھنے کا ارادہ ظاہر کر ہی رہا تھا کہ فیاض اسے کرسی کی طرف دھکیلتا ہوا بولا۔ "بیٹھو بیٹھو۔ کرنل اسپورٹ مین ہیں۔"

بوڑھا نقشہ بدلتا دیکھ کر مایوس سا نظر آنے لگا۔ فیاض نے اس کی طرف ہاتھ ہلا کر کہا۔ "آپ کی موجودگی ضروری نہیں ہے۔" اور کرنل ڈوہرنگ سے بولا۔ "بیٹھئے کرنل"

کرنل جو تحسین آمیز نظروں سے عمران کا جائزہ لے رہا تھا کچھ دیر بعد اس کا کاندھا تھپتھپا کر بولا۔ "تم بہت اچھے رہے۔ سارے وہ ہاتھ تو کسی پیشہ ور مکا باز کا معلوم ہوا تھا مجھے... کس سے سیکھا۔"

"سب اللہ سکھا دیتا ہے۔" عمران شرما کر بولا۔

کرنل ہنسنے لگا پھر اس نے فیاض سے مخاطب ہو کر کلارا کی بات چھیڑ دی اور فیاض جلدی سے بولا۔ "میرا خیال ہے کہ آپ تو سول ہسپتال ہی جائیں۔"

"او... ہاں... ہاں... اچھا!" ڈوہرنگ اٹھتا ہوا بولا۔ "لڑکے کبھی ہمارے گھر بھی آؤ۔ بڑی خوشی ہوگی۔"

"ضرور... ضرور..." عمران سر ہلا کر بولا۔

ڈوہرنگ دونوں سے مصافحہ کر کے رخصت ہو گیا۔ اس کے جانے کے بعد فیاض کچھ کہنے ہی والا تھا کہ سر سلطان کا اسٹینو پھر گھس آیا۔ اور فیاض کو گھونسا دکھا کر بولا "میں تمہیں دیکھ لوں گا۔ تم نے میری بڑی توہین کی ہے۔"

"اماں یہ بڈھا تو جان کو آ گیا ہے۔" عمران نے فیاض سے کہا۔

فیاض کے کچھ کہنے سے قبل ہی بوڑھا وہاں سے چلا گیا۔

"میں خود سوچ رہا ہوں کہ آخر یہ بڑے میاں کس مٹی سے بنے ہیں۔"

"چکنی مٹی سے۔" عمران نے سر ہلا کر کہا۔

کچھ دیر تک خاموشی رہی۔ اس کے بعد فیاض نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔

"تم بیہودہ ہو۔ بیٹھے بیٹھے اس طرح ہاتھ چھوڑ دینے کی کیا ضرورت تھی۔ وہ کس ارنے بھینسے کی طرح اڑیل قسم کا لڑاکا ہے۔"

"تم خواہ مخواہ دخل دے بیٹھے تھے۔ محبوباؤں کے آباؤں کی پٹائی کرنا میری ہوبی ہے۔"

"بکواس مت کرو۔" "دخل نہ دیتا تو معلوم ہوتی قدر و عافیت۔"

عمران نے لاپرواہی سے شانوں کو جنبش دی۔

پھر انہوں نے گراموفون کی سوئیوں کا تذکرہ چھیڑ دیا۔

"وہ تیسرا کون ہو سکتا ہے۔" فیاض کچھ سوچتا ہوا بڑبڑایا۔

عمران کچھ نہ بولا۔ اتنے میں دروازہ پھر زور سے کھلا اور جولیا نافٹز واٹر غصے میں بھری ہوئی اندر داخل ہوئی۔ عمران کا منہ کھلا اور پھر بند ہو گیا۔

"لاؤ نکالو میرا پرس!" وہ فیاض کو نظر انداز کر کے غرائی۔

"مم... ہپ۔" عمران بوکھلا کر کھڑا ہو گیا۔

"نکالو۔" وہ ہاتھ بڑھا کر غرائی۔

"آپ کی تعریف"! فیاض مسکرایا

"میری تیسری خالا ہیں۔" عمران نے اردو میں کہا لیکن اتنی اردو تو جولیا سمجھ ہی لی تھی۔ دانت پیستی ہوئی بولی۔ "بہت بری طرح پیش آؤں گی۔"

"اب بات کیا ہے۔"

"تم نے میرے وینٹی بیگ سے پرس نکال لیا ہے۔"

فیاض ہنس پڑا۔

"تم جیب کترتے ہو۔" جولیا بڑے غصے میں تھی۔

"اور کچھ؟"

"لاؤ۔ میں کہتی ہوں چپ چاپ میرا پرس واپس کر دو۔"

"تمہیں وہم ہوا ہے آنٹی۔"

جولیا نے آگے بڑھ کر میز سے رول اٹھا لیا۔

"یہ معاملہ ذرا ٹیڑھا ہے۔" عمران متفکرانہ انداز میں بڑبڑایا۔ "محبوبہ کے ابا جان سے تو بعد میں معافی مانگ لی تھی۔ بتاؤ کیپٹن اب کیا کروں۔"

"بات کیا ہے۔" فیاض نے پوچھا۔

"اس سور نے میرے وینٹی بیگ سے میرا پرس اڑا لیا تھا تین سو بارہ روپے تھے اس میں۔"

"یہ تو بہت بری بات ہے۔" فیاض نے متفکرانہ لہجے میں کہا پھر جولیا سے بولا "آپ بڑی بے تکلفی سے یہ رول استعمال کر سکتی ہیں۔! کہیئے تو میں باہر چلا جاؤں۔"

"نہیں آپ بھی تشریف رکھئے!" جولیا نے غصیلے لہجے میں کہا۔

تھوڑی دیر تک خاموشی رہی پھر جولیا بولی۔ "سچ کہتی ہوں سر پھاڑ دوں گی"

"آپ خواہ مخواہ اپنے الفاظ ضائع کر رہی ہیں... محترمہ۔" فیاض ہنس کر بولا "جو کچھ کرنا ہے کر گزریئے۔"

جولیا اسے بھی غصیلی نظروں سے گھورنے لگی۔ پھر وہ بھی بیٹھ گئی۔

عمران کے انداز سے بے تکلفی ظاہر ہو رہی تھی۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے جولیا اس سے فلم دکھانے کی فرمائش کرتی رہی ہو۔

کافی دیر وہ خاموش بیٹھے رہے پھر عمران بولا۔ "اب ناچنے کی کیا رہی؟"

"ہرگز نہیں۔"

"کیا قصہ ہے بھئی۔ فیاض ریشہ خطمی ہوا جا رہا تھا اور عمران سوچ رہا تھا کہ فیاض جولیا سے پہلے بھی کبھی مل چکا ہے یا نہیں۔ اسے تاڑ رہا ہے جولیا کو آخر فیاض کی

موجودگی ہی میں چڑھ دوڑنے کی کیا ضرورت تھی۔

"قصہ بے تصویر ہے۔ اس لیے تمہیں کوئی دلچسپی نہ ہونی چاہیئے۔" عمران نے خشک لہجے میں کہا۔

"میں کہتی ہوں ...."

"ٹھہرو۔ ٹھہرو۔" عمران ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "ہو سکتا ہے.... مگر اسی صورت میں جب کھانے کا بل ففٹی ففٹی ہو جائے۔"

"ذلیل ہو تم۔" جولیا روہانسی سی ہنسی کے ساتھ بولی۔ "چلو یہی سہی۔"

عمران نے جیب سے پرس نکالا۔ اور اس میں سے دس دس کے کئی نوٹ کھینچ جیب میں ڈال لیے پرس جولیا کی طرف پھینکا اور ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "ٹاٹا۔"

جولیا انگریزی میں اسے گالیاں دیتی ہوئی اٹھ گئی۔

جب وہ چلی گئی تو فیاض نے عمران سے کہا۔ "کون تھی" "میرا خیال ہے کہ میں بھی اسے کہیں دیکھ چکا ہوں۔"

"یاد کرنے کی کوشش کرتے رہو کہ کہاں دیکھا تھا۔" عمران اٹھتا ہوا بولا۔

"بیٹھو بیٹے۔ اتنی جلدی کہاں پیچھا چھوٹتا ہے۔ تمہارا تحریری بیان تو ابھی ہوا نہیں۔"

"مجھ سے لکھواؤ گے؟" عمران نے آنکھیں نکالی۔

"اں تم ہی لکھو گے!"

مران دھم سے کرسی پر ڈھیر ہو گیا۔ تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا پھر مغموم یں بولا۔ "میں نے آج تک آرٹسٹ قسم کی لڑکیوں کو خط لکھنے کے علاوہ نہیں لکھا۔"

"ی لکھ لیتے ہو لڑکیوں کو خط۔"

"ہیں لکھا کرتا تھا۔ ایک آرٹسٹ لڑکی کو۔ اس لیے نہیں کہ وہ خوبصورت تھی

محض اس لیے کہ وہ آرٹسٹ تھی۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ورنہ یہ کمبختیاں تو صرف شوہروں کی چھاتیو
پر مونگ دلنے کے لیے پیدا ہوتی ہیں۔ آرٹ وارٹ سے انہیں کیا دلچسپی ہو سکتی

"پھر کیا ہوا۔ اب نہیں لکھتے۔"

"میری کسی فلسفیانہ بات پر خفا ہو گئی۔ ۔ ۔ ۔ ۔ عمران ہی ٹھہرا۔

"تو وہ اب تم سے نہیں ملتی۔"

"ملتی تو پہلے بھی نہیں تھی۔" عمران نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ "ویسے اس ک
خطوط بڑے آرٹسٹک ہوتے تھے اپنے ماحول سے اکتائی ہوئی ایک معصوم لڑکی
بڑی اچھی تصویریں بناتی تھی۔ کبھی کبھی اپنے اسکیچز مجھے بھی بھیجتی تھی۔"

"پھر شروع کر دو نا سلسلہ۔"

"ہمت نہیں پڑتی۔ ایک بار موڈ کی خرابی کی بناء پر کچھ اوٹ پٹانگ باتیں لکھ
تھیں۔ اس لیے خط لکھنے چھوڑ دیئے۔" عمران نے کہا اور ایک ٹھنڈی سانس لے
خاموش ہو گیا۔

"ارے کیوں وقت برباد کر رہے ہو میرا۔" فیاض جھینپی ہوئی ہنسی کے ساتھ

"تو اور ان معاملات میں سنجیدگی میرے یار۔" "مگر یہ کون تھی۔"

"کہہ تو دیا آنٹی نائین ٹین سکسٹی تھری۔!"

"میں نے اسے کہاں دیکھا تھا۔" فیاض چھت کی طرف منہ اٹھا کر یادداشت
پر زور دینے لگا۔!

"نہیں یاد آئے گا۔ وقت برباد نہ کرو۔"

"اوہ۔ تمہارا بیان۔" فیاض چونک کر بولا۔

"ختم کرو۔ میں جا رہا ہوں۔" عمران اٹھتا ہوا بولا۔ "سر سلطان کے اسٹ
کا بیان کافی ہے۔ خانہ پری کے لیے میرا نام بھی تو آ گیا ہے اس میں۔"

فیاض نے کچھ کہنے کے لیے منہ کھولا۔ لیکن آواز نکلنے سے پہلے ہی عمران باہر جا

پھر جیسے ہی وہ نیم روشن برآمدے میں پہنچا تو کسی نے پیچھے سے گردن دبوچ لی۔ تیز قسم کے ناخن گوشت میں دھنستے ہوئے محسوس کیے۔ اور کسی جانی پہچانی سی خوشبو کا بھپکا قوتِ شامہ سے ٹکرایا۔

"ہوں۔" وہ غرایا۔ "چھوڑو۔ گردن۔"

"نہیں چھوڑوں گی۔" جولیا کی آواز کانوں میں گونجی۔ لہجہ کسی ضدی بچے کا سا تھا عمران نے ہاتھ گھما کر کلائی پکڑ لی۔ اور جولیا کے ہونٹوں سے ایک سسکاری سی نکلی اور گردن پر گرفت بھی ڈھیلی پڑ گئی۔ عمران تیزی سے مڑا۔

"کیوں میری جان کو آ گئی ہو۔" وہ رو دینے کے سے انداز میں بولا۔

"میرے روپے۔"

"ففٹی ففٹی پر راضی ہو گئی تھیں تم۔"

"پرانی بات ہوئی۔ ارادہ بدل دیا ہے۔"

"مگر یہ ناخن تو اب کٹوا ہی دو۔ ویسے جین اور بلاؤز میں بڑی اچھی لگتی ہو۔ پیچھے سے دیکھو تو ایسا لگتا ہے جیسے بلال لچک رہے ہوں۔"

"بکواس بند کرو روپے واپس کرو۔"

"اب نہیں۔ کیفے نبراسکا میں مرغی کے ہمبرگر کھلاؤں گا۔ کر بیف ہاٹ ڈاگس چلیں گے۔ ویسے اردو میں گرمائے ہوئے کتے بے حد خطرناک ہوتے ہیں۔"

"میں کہتی ہوں نکالو روپے۔!"

یار تم تو افغان سود خور پٹھانوں سے بھی زیادہ تگڑی معلوم ہوتی ہو۔ ایک شرط کے ساتھ۔"

"بکو جلدی سے۔"

"کیفے نبراسکا۔"

"اب کیا کرو گے۔"

"اپنی حماقتوں کی تلافی۔"

"چلو" وہ غصیلے لہجے میں بولی۔

کیفے نبراسکا زیادہ دور نہیں تھا۔ دونوں نگران اَب بھی اُس پاس ہی موجود تھے کیفے میں پہنچکر عمران نے فیملی کیبنس کا رُخ کیا۔

"نہیں۔ ہال میں ہی بیٹھیں گے" جولیا نے کہا

"وہاں کھا تھوڑا ہی جاؤں گا تمہیں۔ اتنی ڈرپوک کب سے ہوگئیں"

"چلو" وہ دانت پیس کر بولی۔

کیبن میں پہنچکر اس نے ایک کرسی سنبھالتے ہوئے پوچھا "اب کیا ہے"

"تھوڑی سی رس ملائی بھی کھالو" عمران گھگھیایا

"میں نہیں کھاؤں گی۔!"

"ہاتھ جوڑتا ہوں" عمران ہاتھ جوڑ کر کھڑا ہو گیا پھر جیب میں ہاتھ ڈال کر اس کے روپے نکالتا ہوا بولا "یہ لو۔ گن لینا اچھی طرح۔ میں کوئی سچ مچ تھوڑا ہی... بس اکثر جی چاہتا ہے کہ شہر بھر کی خالا جانوں کو چھیڑتا پھروں۔!"

"بکواس بند کرو۔ ورنہ تھپڑ مار دوں گی"

"رس ملائی کھانے کے بعد..... خالص دیسی ڈش..... سوئٹزرلینڈ میں بننے لگے تو لوگ گھڑیاں بنانا چھوڑ دیں"

"اچھا منگواؤ" وہ غصیلے لہجے میں بولی۔

"میں ابھی آیا" عمران نے کہا اور جھپٹ کر باہر نکل آیا۔ ویٹر سے آہستہ آہستہ کچھ باتیں کیں۔ اور پھر واپس مڑ گیا۔ کیفے نبراسکا بھی ان مخصوص جگہوں میں ساتھا جہاں عمران کی دال خاصی گلتی تھی۔ وہ تین ویٹر مستقل طور پر سیکرٹ سروس کے لیے کام کرتے تھے اس کا علم عمران کے دوسرے ماتحتوں کو نہیں تھا۔

وہ پھر کیبن میں واپس آگیا۔ جولیا نے باہر جانے کی وجہ پوچھی اور وہ ہکلائے

یز بولا۔ "ادھار چلتا ہے یہاں پر۔"

کچھ دیر بعد ویٹر ایک ٹرے میں دو پلیٹ رس ملائی لایا۔ عمران نے ایک پلیٹ جولیا کی طرف بڑھائی۔

"یہ کیا ہے" وہ جھک کر اسے دیکھتی ہوئی بولی۔

"رس ملائی" عمران نے دانت پر دانت جما کر کہا۔

جولیا نے تھوڑی سی چکھی۔ شاید لذت محسوس کرتی رہی پھر ذرا بڑا ٹکڑا کاٹا اور نہ میں رکھتی ہوئی بولی۔ واقعی خوش ذائقہ ہے"

"اور کھاؤ۔ مزہ آجائے گا۔" عمران بچوں کی طرح خوش ہو کر بولا۔

جولیا مزے لے لے کر کھاتی رہی اور تعریف کرتی رہی۔

"ویسے مجھے حیرت ضرور ہے۔!" عمران بولا۔ آتنا کھا چکنے کے بعد یہ رس لائی حلق سے کیسے اتر رہی ہے۔"

ارے یہ کوئی غذا تھوڑی ہی ہے" جولیا نے بڑے خلوص سے کہا "ہلکی پھلکی چیز... ں تو ابھی ایک پلیٹ اور کھا سکتی ہوں"

"منگواؤں"

"ہاں۔ ہاں۔ ضرور۔!"

عمران کی آنکھوں میں شرارت آمیز چمک تھی۔ جولیا نے چمچہ خالی پلیٹ میں ڈالتے ے کہا خیر۔ پھر سہی اب اس وقت کون کھائے"

"اچھا۔ یہ بتاؤ..... تم نے مجھے معاف کر دیا۔ یا نہیں"

"بالکل..... بالکل!" جولیا ہنس پڑی۔ لیکن اس کی پلکیں جھکی پڑ رہی تھیں۔

"اوہو" وہ جمائی لیتے وقت منہ پر ہاتھ رکھ کر بولی "کس غضب کی نیند آرہی ہے ...ارے... یہ کیا۔ میرا سر چکرا رہا ہے... میرا سر۔ تو تم... یہ۔ یہ کیا۔"

اس نے اٹھنا چاہا.... لیکن نہ اٹھ سکی۔ گردن کرسی کی پشت پر ڈھ گئی تھی۔ آنکھیں بند تھیں اور وہ گہری گہری سانسیں لے رہی تھی۔

عمران نے میز کے پائے سے لگے ہوئے پش سوئچ پر انگلی رکھ دی۔ کہیں بزر کی مدھم سی آواز آئی۔ اور دوسرے ہی لمحے میں وہی ویٹر داخل ہوا۔

"لاؤ۔" عمران نے اس کی طرف ہاتھ بڑھا کر کہا۔

ویٹر نے جیب سے ایک نیل کٹر نکال کر اس کی طرف بڑھا دیا۔

"اب جاؤ۔ جب میں یہاں سے چلا جاؤں تو اسے اس کے گھر پہنچا دینا۔ گ جانتے ہو ناں۔"

"جی ہاں۔" ویٹر نے بڑے ادب سے کہا اور باہر نکل گیا۔

عمران نے جولیا کا ہاتھ پکڑ کر اپنے ہاتھ میں لے کر اس کے پتلے پتلے لمبے ناخ پر نظر ڈالی اور سیٹی بجانے کے سے انداز میں ہونٹ سکوڑ کر مرمت شروع کر دی۔

جلد ہی وہ دونوں ہاتھوں کے ناخن تراش دینے میں کامیاب ہو گیا۔ جولیا نے دوران خفیف سی بھی حرکت نہیں کی تھی۔

ناخن تراش کر وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ پتلون کی جیب میں ہاتھ ڈالے کھڑا چند لمحے ادھر ادھر دیکھتا رہا۔ پھر کیبن سے نکل کر پردہ برابر کر دیا۔

اب وہ بڑے اطمینان سے دروازے کی طرف بڑھ رہا تھا۔

فٹ پاتھ پر بھیڑ کم ہو گئی تھی۔ وہ آہستہ آہستہ ایک جانب چلنے لگا اسے معلوم کہ اس کے دونوں ماتحت اس وقت بھی خاصی چوکسی کے ساتھ اس کی دیکھ بھال کر رہے ہیں۔ دفعتاً کسی نے اس کے شانے پر زور سے ہاتھ مارا۔ عمران جھنجھلا کر پلٹا۔ اس بار اس کے کوٹ کا کالر سلطان کے بوڑھے اسٹینو کی گرفت میں تھا۔ عمران کے ہونٹوں پر ایک معنی خیز سی مسکراہٹ پھیل گئی۔ !

* * *

وہ عمران کا کالر تھامے اور سختی سے ہونٹ بھینچے اسے کڑے تیوروں سے گھورتا رہا۔ عمران کی مسکراہٹ اور وسیع ہو گئی۔

"اب کیا ہے انکل ڈیئر۔" اس نے پوچھا۔ "کب پیچھا چھوٹے گا" اسے۔"

"خیریت چاہتے ہو تو... میرے ساتھ ٹپ ٹاپ میں واپس چلو۔"

"چلو۔" عمران نے لاپروائی سے شانے سکوڑے اور ڈھیلے چھوڑ دیئے۔"

بوڑھے نے کالر چھوڑ دیا تھا اور اب خاموشی سے اس کے ساتھ چل رہا تھا۔ عمران نے کئی بار کنکھیوں سے اسے دیکھا لیکن کچھ بولا نہیں۔ ویسے اس کی آنکھوں میں کئی سوال مچل رہے تھے۔

وہ پھر ٹپ ٹاپ نائٹ کلب کی عمارت میں داخل ہوئے اور بال روم کی طرف بڑھتے گئے۔ یہاں اب بھی رقص ہو رہا تھا۔

"اب دکھاؤ۔" بوڑھے نے رقاصوں کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہا۔ "اب کسی کے ساتھ ناچ کر دکھاؤ۔"

"آپ بہت پریشان معلوم ہوتے ہیں۔ انکل.... آیئے گیلری میں بیٹھ کر اطمینان سے باتیں کریں۔"

"تم سے نپٹنے کے بعد سپرنٹنڈنٹ کے بچے سے بھی سمجھ لوں گا۔ جس نے کرنل کے سامنے میری توہین کی تھی۔"

"آپ آیئے تو سہی۔" عمران اس کا ہاتھ پکڑ کر گیلری کی طرف کھینچتا ہوا بولا۔ بوڑھا اس طرح چل رہا تھا جیسے زبردستی لے جایا جا رہا ہو۔

ایک خالی میز پر وہ بیٹھ گیا۔ حالانکہ اس پر پڑے ہوئے کارڈ پر "ریزروڈ"

لکھا ہوا تھا۔

بوڑھے نے اس پر نظر ڈالی اور اٹھتا ہوا بولا "کیا اب جوتے بھی کھلواؤ گے"

"بیٹھئے۔ بیٹھئے۔ اس وقت کوئی میز خالی نہ ملے گی۔ جب کوئی آئے گا اٹھ جائیں گے"

"اگر کوئی ویٹر اعتراض کر بیٹھا تو۔"

"وہ سب پہچانتے ہیں مجھے۔ بیٹھئے۔ اور بتائیے خفگی کی وجہ"

"میں نے فون پر ابھی صاحب سے گفتگو کی تھی۔ وہ تمہیں جانتے ہیں انہوں نے کہا ہے کہ اگر کسی دشواری میں پھنس گیا ہوں۔ تو تم سے ضرور مدد لوں"

"بالکل ٹھیک کہا انہوں نے اب فرمائیے"

"لڑکی کیسے بیہوش ہوئی تھی"

"میرا خیال ہے کہ اس پر بیہوشی کے دورے پڑتے ہیں" عمران نے کہا۔

بوڑھا کسی سوچ میں پڑ گیا۔ پھر بولا "دیکھو! میں بڑی الجھن میں ہوں۔ مجھے ایسا محسوس ہو رہا ہے جیسے میرا تعاقب کیا جا رہا ہے"

"کب سے یہ کیفیت ہوئی ہے"

"کیا بتاؤں۔" وہ دونوں ہاتھوں سے سر پکڑ کر میز پر کہنیاں ٹکاتا ہوا بولا "جب سے اس لڑکی سے ملاقات ہوئی ہے"

"ملاقات کب ہوئی تھی"

"ڈیڑھ ماہ پہلے کی بات ہے! خود ہی مل بیٹھی تھی۔ میں تو سوچ بھی نہیں سکتا تھا میری عمر دیکھ ہی رہے ہو۔ تم خود ہی مضحکہ اڑا رہے تھے۔ لیکن خواہش تو اس عمر میں بھی فنا نہیں ہوتی۔ اگر کوئی لڑکی خود بخود تمہاری طرف کھنچ آئے تو کیا کرو گے"

وہ جھینپے ہوئے انداز میں ہنسا۔ پھر خاموش ہو کر کچھ دیر سوچتے رہنے کے بعد بولا "اے وہ فرشتے ہی تو تھے۔ ہاروت ماروت جو یونان کی زہرہ کے چکر میں پھنس کر رہ

گئے تھے۔ ایک دن اللہ میاں سے ان فرشتوں نے کہا آخر یہ آدمی کیسی مخلوق ہے... کتنی گندگی پھیلا رکھی ہے اس نے زمین پر۔ ایک ہم فرشتے ہیں! درگاہ خداوندی سے ارشاد ہوا۔ اگر تمہیں وہ چیز عطا کر دی جائے۔ جو آدمی کو دی گئی ہے تو تم بھی ویسے ہی جاؤ گے۔ فرشتوں نے کہا تو ہو جائے امتحان۔ لہٰذا وہ چیز فرشتوں کو عطا کر دی گئی اور وہ زمین پر آئے۔ یونان کی زہرہ پر نظر پڑی۔ دیوانے ہو گئے۔ ڈورے ڈالے اس پر اور وہ حرکت سرزد ہی ہو گئی۔ جس کے لیے آدمی ان کی نظروں میں خوار تھا۔ پھر سزا کے طور پر چاہ بابل میں انہیں قید کر دیا گیا"

"ہوں۔" عمران سر ہلا کر بولا "اچھا تو پھر کل شام کو صدر میں وہ کوئی فرشتہ ہی تھا۔"

"فرشتہ۔ ! کیا مطلب"

"کل وکٹوریہ روڈ کے چوراہے پر کھڑا سگنل ملنے کا منتظر تھا۔ پاس ہی ایک بڑے میاں موجود تھے سرخ ڈاڑھی والے۔ اتنے میں قریب سے گداز بدن والی ایک ٹیڈی گزری۔ بڑے میاں نے زبان ہونٹوں پر پھیری۔ اور ڈاڑھی پر ہاتھ پھیرا۔! اور اس طرح منہ چلانے لگے جیسے... جیسے... ارے باپ رے" عمران خاموش ہو کر سوچنے لگا۔ پھر بڑے بھولے پن سے پوچھا "فرشتہ ہی ہو گا کوئی... کیوں؟"

"بہت شریر ہو تم۔" بوڑھا انگلی نچا کر ہنسنے لگا۔

عمران سعادتمندانہ انداز میں سر جھکائے بیٹھا رہا۔

"اوہ۔ تم نے کہاں کی باتیں چھیڑ دیں۔ ہاں تو میں یہ کہہ رہا تھا کہ وہ خود ہی مجھ سے ملی تھی۔ اب کہتی ہے کہ مجھے نوجوانوں سے کوئی دلچسپی نہیں۔ میں کسی بوڑھے ہی سے شادی کروں گی۔"

"واقعی۔ ؟" عمران چہک کر بولا "تب تو بڑی اچھی بات ہے"

"میرا مذاق نہ اڑاؤ۔ سنجیدگی سے سنو۔ !"

"سن رہا ہوں۔"

"وہ خود ہی مجھ پر بڑی بڑی رقومات خرچ کر دیتی ہے۔"

"اے اللہ میاں مجھے بھی جلدی سے بوڑھا کر دو" عمران نے ٹھنڈی سانس لی۔

"اب تھپڑ مار دوں گا ورنہ سنو خاموشی سے"

عمران کچھ نہ بولا۔ کافی حد تک سنجیدگی طاری کر لی چہرے پر۔ اور بوڑھا کہتا رہا "ایسی محبت جتاتی ہے جیسے ہماری شادی ہو چکی ہو۔ کہتی ہے ابھی اپنی دانست میں شادی کے قابل نہیں ہوئی ہوں دو سال بعد شاید تمہی سے شادی کر لوں۔!"

"اچھا اللہ میاں دو سال کے اندر ہی اندر مجھے بوڑھا کر دو" عمران گڑگڑایا۔

"میں کہتا تھا کہ تم میرا مذاق اڑاؤ گے" بوڑھا میز پر ہاتھ مار کر غرایا۔

"اچھا اٹھو۔ چچا جان۔ سر سلطان کے پاس چلتے ہیں" عمران اٹھتا ہوا بولا۔ "شاید نکاح کی اجازت دے ہی دیں۔"

سر سلطان کے ہاں رات کے دو بج گئے تھے عمران کی آنکھیں نیند سے بوجھل ہوئی جا رہی تھیں۔ سر سلطان نے اپنے اسٹینو کے سامنے عمران سے کوئی گفتگو نہیں کی تھی اس وقت اسے دوبارہ طلب کیا گیا تھا جب عمران واپسی کے لیے اٹھ گیا تھا بہرحال جو گفتگو ان دونوں کے درمیان ہوئی تھی اس کے مطابق سر سلطان کو کچھ ہدایات اپنے اسٹینو کو بھی دینی تھیں۔

فلیٹ میں پہنچ کر عمران سوٹ سمیت لحاف میں گھس گیا۔ جوتے تو خیر اتارنے ہی پڑے تھے کیونکہ نئے جوڑے نے پنجوں کا کچومر نکال کر رکھ دیا تھا۔ لیٹ تو گیا تھا لیکن نیند کہاں۔ واقعات کے مختلف پہلوؤں سے ذہن الجھتا رہا۔ آخر گراموفون کی کوئی سوئی اس کے حصے میں کیوں نہ آئی۔ یہ تو نہایت آسانی سے ہو سکتا تھا۔ ریوالور یا بلی والے طریقے سے کہیں زیادہ آسان کام تھا۔ کوئی زہریلا پن بھی

ہرلی سوئی نہایت آسانی سے خاتمہ ہی کر دیتی۔

تو پھر وہ ریوالور والا ہاتھ جو صفدر کی گولی سے زخمی ہو گیا تھا۔ زخمی ہو گیا۔ تھا ہ سوچتا رہا۔ اور آہستہ آہستہ ذہن پر غنودگی کی یلغار بھی ہوتی رہی۔ پھر یک بیک ن کی گھنٹی کی آواز اونگھتی ہوئی سماعت پر بم کی طرح گری۔ وہ اچھل کر بیٹھ گیا۔ ! ہاتھ بڑھا کر ریسیور اٹھایا۔

دوسری طرف سے ایک نسوانی آواز آئی "کون ہے"

آواز گو کہ بھرائی ہوئی تھی لیکن پہچاننے میں دشواری نہ ہوئی۔ یہ جولیا تھی۔۔

ران نے ٹپاپٹ آنکھیں ماریں اور سنبھل کر بولا "ہائے تم کہاں سے بول رہی ہو ب تو کسی کو منہ دکھانے کے قابل بھی نہیں رہ گیا۔ یہ کمبخت کولتار کسی طرح چھوٹتا ہی نہیں"

"کیا بک رہے ہو"

"تم کہاں ہو۔"

"گھر پر۔ !"

"گھر پر تو خیر میں بھی ہوں" عمران گردن گھماتا ہوا بولا۔ لیکن کچھ دیر پہلے پرنس ٹریٹ کے ڈسٹ بن میں تشریف رکھتا تھا اور چہرے پر اس قدر کولتار تھا کہ آنکھیں ولنا دشوار ہو رہا تھا۔ اب مٹی کے تیل سے منہ دھو رہا ہوں لیکن یہ کمبخت چھوٹنے کا نام ہی نہیں لیتا۔"

"کیا تم سچ کہہ رہے ہو"

"بالکل۔ بالکل۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ سب کچھ کیسے ہوا۔ ہم تو نبراسکا میں رس کھا رہے تھے۔"

"تم... ڈسٹ بن میں جاگے تھے" جولیا نے پوچھا۔

"ہاں بھئی۔ اور یہ کوتارہ۔ ہوش آنے پر اٹھا تو ایک بڑھیا پاس سے گزر رہی تو جھجکی پھر بھوت کہہ کر مجھ سے لپٹ گئی۔"

"تم سے۔"

"اور ہاں۔ مجھ سے بھلا کیوں کیا میں کچھ غلط کہہ گیا۔ حواس ٹھکانے نہیں ہیں مس فٹزواٹر.... یہ کوتارہ۔ مگر تم....؟"

"مم.... میں.... مجھے شاید نیند آگئی تھی۔.... جاگی تو تم غائب تھے۔"

عمران ہنسنے لگا۔ ہنسی اس بات پر آئی کہ جولیا کی آنکھ تو اس کے بستر پر کھلی ہوگی نیز اسکاٹا والے ایجنٹوں نے اسے بیہوشی ہی کی حالت میں گھر پہنچایا ہوگا۔

"تم ہنس کیوں رہے ہو۔"

"تم سمجھتی نہیں۔ کوئی ایکٹی ڈی کر گیا میرے ساتھ۔ دونوں کو خواب آور رس ملائیاں کھلا گئیں اور پھر میرے بانکے سجیلے چہرے پر کوتارہ۔ اللہ تیرا شکر ہے وہ ٹھنڈی سانس لے کر خاموش ہو گیا۔

"آخر وہ کون ہو سکتا ہے۔؟"

"پتہ نہیں۔ میں تو نہیں سمجھ سکتا۔"

"اچھا شب بخیر۔" جولیا نے سلسلہ منقطع کر دیا۔

عمران تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا۔ پھر ایک شرارت آمیز مسکراہٹ ہونٹوں پر نمودار ہوئی۔ اور وہ اچھل کر بستر سے فرش پر آ رہا۔ چوٹ آئی تھی شاید اس حرکت کی بنا پر.... کیونکہ فرش سے اٹھتے وقت کراہا تھا۔ اب وہ اس کمرے کی طرف جا رہا تھا جہاں ایکسٹو کا فون رہتا تھا۔

جولیانا فٹزواٹر کے نمبر ڈائیل کئے۔ جواب ملنے میں دیر نہ لگی۔ وہ ماؤتھ پیس میں بحیثیت ایکسٹو غرایا۔ "تمہارا فون عموماً انگیج رہتا ہے۔"

"ج۔ جی۔ وہ۔!"

"ابھی کون تھا فون پر۔"

"وہ۔ عم۔ عم.... عمران.... جناب۔"

"ہوں۔ اس کے ساتھ ہی تمہارا دماغ بھی چل گیا ہے۔ کیوں؟"

"میں۔ میں نہیں سمجھی جناب۔!"

"ٹپ ٹاپ جانے کی ضرورت کیوں پیش آئی؟"

"جی بس۔ یونہی۔ کوئی کام نہیں تھا جناب۔!"

تمہیں جب کوئی کام نہ ہو تو دوسروں کے کام میں دخل انداز ہوتے پھرنا کہاں کی دانشمندی ہے۔ فٹزواٹر۔"

"میں سمجھی نہیں جناب۔!"

"تم دونوں نے اصل کام کو نظر انداز کر کے ٹپ ٹاپ میں خاصی بیہودگیاں پھیلائی تھیں۔"

"جی وہ۔ عمران۔؟"

"بکواس مت کرو۔ اگر آج والی سزا پر بھی کان نہ ہوئے تم دونوں کے تو....؟"

"مم.... معافی چاہتی ہوں جناب۔!"

"اور ناخنوں کے بارے میں تو پہلے بھی تمہیں آگاہ کیا جاتا رہا ہے کہ انہیں بڑھنے نہ دیا کرو۔ سنا ہے کہ عمران ابھی تک مٹی کے تیل سے منہ دھو رہا ہے۔"

"آپ نے ایک بار لپ سٹک۔!"

"نہیں! تم لپ اسٹک استعمال کر سکتی ہو.... تمہاری رنگت اس سے مطابقت ہے۔ البتہ گندمی رنگ کی دیسی لڑکیوں کو لپ اسٹک استعمال کرتے دیکھ کر غصہ آتا ہے۔ وہ تو عمران کے قول کے مطابق.... اچھا شب بخیر۔ آئندہ محتاط رہنا۔

میں عورتوں کی عزت کرتا ہوں۔ ورنہ تم بھی کسی ڈسٹ بن ہی میں پائی جاتیں۔ !"

عمران نے سلسلہ منقطع کر دیا۔

لیکن خواب گاہ میں دوسرے فون کی گھنٹی بج رہی تھی۔ جھپٹ کر وہاں پہنچا۔ ریسیور اٹھایا۔ دوسری طرف سے کوئی عورت اس کا نام لے رہی تھی۔

"ہاں۔ ہاں۔ آپ کون ہیں؟" عمران نے پوچھا

"مارتھا۔ ڈاکٹر کی سیکرٹری۔" دوسری طرف سے آواز آئی۔ "میں سول ہسپتال سے بول رہی ہوں۔"

"اب کیسی طبیعت ہے۔!"

"اچھی ہوں۔ چل پھر سکتی ہوں۔"

"اور ڈاکٹر۔!"

"ہوش میں ہیں۔ لیکن ڈاکٹر کا خیال ہے کہ ابھی نقل و حرکت سے باز رہیں تو بہتر ہے۔ . . دیکھو عمران تم نے صرف ایک بار مجھے اپنا فون نمبر بتایا تھا۔ میری یادداشت کی داد دو۔!"

"عورت یادداشت کے لیے ہی تو مشہور ہے۔"

"دل الجھ رہا ہے کیا کروں۔"

"لوڈو کیوں نہیں کھیلتیں۔؟"

"کیا تم سو رہے تھے۔؟"

"نہیں۔ ارادہ کر رہا تھا۔"

"تو یہیں آجاؤ نا۔ میں انتظار کروں گی۔ اب کیا کرو گے سو کر۔ تین تو بج چکے ہیں۔"

عمران نے طویل سانس لی۔ اور ہونٹ سکوڑ کر سر کھجانے لگا۔!

"ہلو۔!" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"تو پھر آرہے ہونا۔ میں ڈاکٹر کے آفس میں ملوں گی۔ اس وقت یہاں صرف ایک ہی خوش اخلاق لیڈی ڈاکٹر کی ڈیوٹی ہے۔ اسے کوئی اعتراض نہ ہوگا۔"

"آرہا ہوں۔" عمران نے مردہ سی آواز میں کہا

بیس منٹ بعد وہ ہسپتال میں تھا۔ وہ مطب ہی میں ملی۔ جس لیڈی ڈاکٹر کا تذکرہ فون پر کر چکی تھی۔ شاید کسی مریض کو دیکھنے چلی گئی تھی۔ بہرحال مارتھا تنہا ہی ملی۔

"ہلو۔!" وہ بڑی گرمجوشی سے عمران کی طرف جھپٹی۔!

عمران نے ہاتھ ڈھیلا چھوڑ کر مصافحے کے لیے بڑھا دیا۔

"کیوں؟" مصافحہ کرتے وقت مارتھا اس کی آنکھوں میں دیکھتی ہوئی بولی۔ "تم کچھ بجھے بجھے سے نظر آرہے ہو۔"

"نظر تو آرہا ہوں نا۔" عمران ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ "ورنہ تین بجے ایک جماہی بھی آئی۔..... اور وہ احمقانہ انداز میں پلکیں جھپکانے لگا۔

"تمہیں میری صحت یابی پر خوشی نہیں ہوئی۔"

"ہونی چاہیے۔!" عمران احمقانہ انداز میں بولا۔

"خفا ہو جاؤں گی۔" مارتھا نے بچگانہ انداز میں کہا۔ پھر کچھ دیر خاموش رہ کر بولی۔ "تم بیٹھتے کیوں نہیں؟"

"یہ بیٹھنے کا وقت ہے؟" عمران نے پھاڑ کھانے والے لہجے میں پوچھا۔

میرا خیال ہے کہ تم جاگ ہی رہے تھے۔" مارتھا نے جھینپی ہوئی ہنسی کے ساتھ کہا "فوراً ہی تم نے ریسیور اٹھایا تھا۔"

"ہم۔ مگر وہ سرنگ کیسی تھی۔..... مارتھا۔"

"میں خود نہیں جانتی۔ لیکن مجھے یقین ہے کہ وہ برابر سے گزرنے والی ڈرین ہی سے لی تھی۔"

"لیکن کیوں؟"

"خدا جانے۔ اس کی چبھن کے ساتھ ہی سر چکرانے لگا تھا۔!"

"ڈاکٹر کو تم نے اس کے بارے میں بتایا ہے۔!" عمران نے پوچھا۔

"مجھے ان کے پاس جانے ہی نہیں دیا گیا۔!"

عمران کسی سوچ میں پڑا ہو یا نہ پڑا ہو لیکن معلوم یہی ہو رہا تھا جیسے کچھ سوچ رہا ہو ویسے حقیقت یہ تھی کہ وہ آنکھیں کھول کر بھی اونگھ سکتا تھا۔

"آج سردی بہت ہے۔" مارتھا نے کہا۔

"اوں۔" عمران چونک کر اسے گھورنے لگا۔

"میں نے کہا آج سردی بہت ہے۔!"

"اور تم نے اسٹاکنگ بھی نہیں پہنے۔" عمران نے بزرگانہ انداز میں کہا۔ "میں اکثر سوچتا ہوں کہ سرد ممالک کی سفید فام عورتیں شاید انگارے چبایا کرتی ہیں۔ جبھی تو... اتنے اونچے اسکرٹ میں رہ کر بھی اسٹاکنگ نہیں پہنتیں۔!"

"میں نے ایک لڑکی دیکھی تھی۔" مارتھا بولی۔ "اس کا پاجامہ مجھے بہت اچھا لگا تھا پنڈلیوں پر منڈھا ہوا.... چست اور ٹخنوں پر بڑی حسین سلوٹیں تھیں... اسے کیا کہتے ہیں۔!"

"چوڑی دار۔!" عمران کچھ سوچتا ہوا بولا۔ "اکثر مرد بھی پہنتے ہیں۔ لیکن وہ میری ہمدردیاں کبھی حاصل نہیں کر سکے۔!"

"مردوں پر تو اچھا نہ لگتا ہوگا۔"

عمران کچھ کہنے ہی والا تھا کہ اچانک برآمدے سے کچھ اس قسم کے شور کی آواز آئی جیسے بہت سے کتے آپس میں لڑ پڑے ہوں اور ان کے حلق سے صرف غراہٹیں نکل رہی ہوں۔ پھر ایک نسوانی چیخ بھی سنائی دی۔ عمران دروازے کی طرف جھپٹا۔!

برآمدے میں اندھیرا تھا۔ ابھی کچھ دیر قبل جب عمران آیا تھا بہت زیادہ برقی قوت کے کئی بلب روشن تھے۔

شور بدستور جاری رہا۔ عورت بھی مسلسل چیخے جا رہی تھی۔

"کون ہے۔ کیا ہے؟" عمران دہاڑا۔ اور ٹھیک اسی وقت اسے ایسا محسوس ہوا جیسے کوئی دہکتا ہوا انگارہ بائیں بازو کے گوشت کو چھید کر دوسری طرف نکل گیا ہو۔ اس کے حلق سے ایک کربناک غراہٹ سی نکلی اور ایسا معلوم ہوا کہ جیسے اب وہ کھڑا نہ رہ سکے گا۔ سر چکرایا اور وہ آگے پیچھے جھولتا ہوا دیوار سے ٹک گیا۔ داہنا ہاتھ بازو پر تھا۔ اور اس حصے کو شدت سے بھینچ رہا تھا جہاں چنگاریاں سی بھر گئی تھیں۔

فائر بے آواز ہوا تھا۔ اور اب تو برآمدے میں گہرا سکوت تھا!۔ وہ شور جس نے عمران کو برآمدے تک آنے پر مجبور کیا تھا کبھی کا فرو ہو چکا تھا۔

"عمران تم کہاں ہو۔!" مارتھا کی خوفزدہ سی آواز سناٹے سے ابھری اور پھر ادھر ادھر سے بھی بھاگ دوڑ کی آوازیں آنے لگیں۔

بلب پھر روشن ہو گئے۔ ہسپتال کا عملہ برآمدے میں اکٹھا ہو گیا تھا اور وہ سب ایک دوسرے سے شور کی وجہ پوچھ رہے تھے۔ مارتھا جھپٹ کر عمران کے قریب پہنچی۔ وہ اب بھی اسی طرح دیوار سے ٹکا کھڑا تھا اور جھولتے ہوئے بائیں ہاتھ سے خون رس رس کر فرش پر جمتا جا رہا تھا۔

"عمران۔ عمران۔ یہ کک۔ کیا ہوا۔" اس نے روہانسی آواز میں پوچھا۔

"ڈیوٹی ڈاکٹر سے کہو میرے آپریشن کا انتظام کرے گولی لگی ہے میرے بازو میں۔" عمران نے آہستہ سے کہا۔

"گولی۔" مارتھا اچھل پڑی۔ اور ہسٹریائی انداز میں چیخی "ڈاکٹر۔ ڈاکٹر۔" ڈیوٹی ڈاکٹر جو شاید برآمدے ہی موجود تھی۔ جھپٹتی ہوئی ادھر آئی۔

"گگ۔ گولی لگی ہے۔ ان کے گولی لگی ہے۔" مارتھا بولی۔

"گولی۔ کہاں لگی۔ کیسے لگی۔؟" لیڈی ڈاکٹر نے عمران سے کہا۔

"یہیں۔ اندھیرے میں کسی نے فائر کیا تھا۔ مجھ پر۔" عمران نے کہا

"لیکن فائر کی آواز۔ . . ."

"وہ بے آواز فائر تھا۔ جلدی کیجئے محترمہ۔ . . خون مفت میں ضائع ہو رہا ہے۔"

اُسے آپریشن تھیٹر میں لایا گیا۔ ڈیوٹی سرجن آپریشن روم میں ہی خراٹے لے رہا تھا۔ اس طرح جگائے جانے پر اس کے چہرے پر پھٹکار سی برسنے لگی تھی اور اس نے عمران کو اس طرح گھورا تھا جیسے کہہ رہا ہو۔ "مر ہی کیوں نہ گئے۔ اگر گولی لگی تھی۔" جب واقعات معلوم ہوئے تو جھلائے ہوئے لہجے میں بولا۔ "میں کہتا ہوں جب تک نرس لڑکیاں ہسپتالوں میں کام کرتی رہیں گی یہی ہوگا۔ آخر وہ کون سا کام ہے جو میل نرس نہیں کر سکتے۔"

"یہ کہاں کا قصہ چھیڑ دیا حضرت۔!" عمران بولا۔

"آپ یہاں کیوں تشریف لائے تھے اس وقت . . . . کیا کسی نرس کا چکر نہیں تھا کیا آپ کے رقیبوں نے آپ پر گولی نہیں چلائی۔"

چونکہ مارتھا بھی موجود تھی اس لیے وہ سرجن صاحب انگریزی میں گفتگو فرما رہے تھے۔ اس لیے مارتھا پر بھی جھلاہٹ کا دورہ پڑنا ضروری ہو گیا۔

"یہ کیسی باتیں چھیڑ دیں تم نے۔ دس عورتیں تو اس کے پیچھے لگی پھرتی ہوں گی۔ اسے کیا ضرورت ہے کہ سڑی بسی نرسوں کے پیچھے مارا مارا پھرے گا۔ . . ہوش کی دوا کرو۔"

"بات بڑھ جاتی لیکن لیڈی ڈاکٹر نے بیچ بچاؤ کرا دیا۔"

گولی نے ہڈی کو گزند نہیں پہنچایا تھا۔ شریانوں کو منتشر کرتی اور گوشت کو چھیدتی ہوئی دوسری طرف نکل گئی تھی۔ کافی خون بہا تھا۔ عمران کو نقاہت محسوس ہو رہی تھی۔

آپریشن کے بعد ایک ٹرالی جنرل وارڈ کی طرف لے چلی۔

"نہیں پرائیویٹ وارڈ میں لے چلو۔" مارتھا نے کہا۔

"کوئی کمرہ خالی نہیں ہے۔" ڈاکٹر نے کہا۔

"میرا کمرہ تو ہے۔"

"ہاں یہ ممکن ہے . . . مگر وہاں ایک ہی بستر ہے۔"

"فکر نہ کرو۔ میں سب کچھ دیکھ لوں گی۔"

عمران اس کے بستر پر لیٹ گیا تھا اور وہ کرسی کھینچ کر اس کے قریب بیٹھ گئی۔

"اب تم کہاں لیٹو گی۔" عمران نے بھرائی ہوئی آواز میں پوچھا۔ اس کی پلکیں نیند کے دباؤ سے جھکی پڑ رہی تھیں۔

"اب سو کر کیا کروں گی۔ صبح تو ہو رہی ہے۔ تم سو جاؤ۔"

عمران نے آنکھیں بند کر لی تھیں۔ سر شدت سے چکرا رہا تھا . . . اور پھر نیند نے پوری طرح اسے اپنی گرفت میں جکڑ لیا۔

پھر جاگا تو دن چڑھ چکا تھا۔ مارتھا اب بھی وہیں بیٹھی نظر آئی جہاں اس کے سونے سے قبل بیٹھی تھی۔

"میرے نمبر پر رِنگ کر کے۔ جوزف کو یہاں بلاؤ۔" اس نے مارتھا سے کہا "اس حبشی کو۔!"

"ہاں۔!"

مارتھا کمرے سے چلی گئی۔ عمران نے کراہ کر داہنی کروٹ لی۔ پورا ہاتھ مواد سے بھرا ہوا پھوڑا معلوم ہو رہا تھا۔

عمران سوچ رہا تھا کہ اس نے ڈوہرنگ کی نشانہ بازی کے متعلق پہلے بھی کچھ سنا تھا

تھوڑی دیر بعد مارتھا نے واپس آکر بتایا کہ اس نے جوزف تک عمران کا پیغام پہنچا دیا ہے۔ !

عمران کچھ نہ بولا..... اب بھی ذہن پر نیند سوار تھی۔ ہو سکتا تھا کہ پچھلی رات اسے کوئی تیز قسم کی خواب آور دوا بھی دی گئی ہو۔ !

ناشتہ اس نے لیٹے لیٹے ہی کیا۔ کیونکہ مارتھا اس پر مُصر تھی۔ پھر چمچے سے اسی نے چائے بھی پلائی۔

عمران سوچ رہا تھا کہ یہ لڑکی تو جان کو آگئی ہے۔ اگر معاملات آگے بڑھ گئے تو کیا ہوگا۔

”ڈاکٹر نے تمہیں بولنے سے تو نہیں روکا۔“ مارتھا نے مسکرا کر کہا۔

”ہوں۔ !“ عمران بھی مسکرایا۔

”یہ۔ آخر پچھلی رات کو ہوا کیا تھا۔ !“

”پتہ نہیں۔ !“

”کسی عورت کی چیخیں بھی تو سنی تھیں میں نے۔“

”میں نے بھی سنی تھیں۔ چیخا ہی کرتی ہیں عورتیں کوئی خاص بات نہیں۔“

”کیا مطلب؟“ مارتھا نے آنکھیں نکالیں۔

”کچھ بھی نہیں۔ مطلب صاف ہے۔ کہو تو تمہیں بھی چیخنے پر مجبور کر دوں... ڈاکٹر کا کیا حال ہے۔“

”پتہ نہیں !“ مارتھا کچھ سوچتی ہوئی بولی۔ ”مجھے ان کے پاس جانے ہی نہیں دیا جاتا۔“

”تم کب سے ہو ڈاکٹر کے پاس۔“

”بہت دنوں سے۔ جب وہ انگلینڈ میں تھے تب ہی ان سے ملاقات ہوئی تھی۔

انہوں نے مجھے ملازمت کی پیشکش کی تھی اور کہا تھا کہ وہ ایشیا کے مختلف ملکوں میں کام کرنا چاہتے تھے۔ مجھے بچپن ہی سے ملک ملک کی سیر کا شوق تھا۔ لہٰذا آمادہ ہوگئی۔“

”تمہارے والدین کہاں ہیں۔“

”اسکاٹ لینڈ میں۔“

”تو پھر اب تم کبھی نہ کبھی واپس ضرور جاؤ گی۔“

”ضروری نہیں۔ !“

”والدین یاد نہیں آتے۔“

”باپ سوتیلا ہے۔ اور ماں... ہاں ماں کی یاد اکثر ستاتی ہے لیکن کیا کیا جائے۔ تم لوگ اچھے ہو کیونکہ تمہارے والدین تمہارے لیے کماتے ہی رہتے ہیں خواہ تم بوڑھے ہی کیوں نہ ہو جاؤ۔“

”والدین نہیں۔ صرف والد۔“

مارتھا نے لاپرواہی سے شانے سکوڑے۔

”ڈاکٹر کے پاس اکثر غیر ملکی لوگ بھی آتے ہوں گے۔“

”اکثر۔“

”کبھی کوئی کرنل ڈوہرنگ بھی آیا ہے۔“

”ڈوہرنگ۔ ڈوہرنگ !“ مارتھا کچھ سوچتی ہوئی بڑبڑائی۔ ”رات یہاں کوئی کلارا ڈوہرنگ بھی آئی ہے۔ کسی رقص گاہ میں بیہوش ہوگئی تھی۔“

”وہ میرے ساتھ ہی رقص کر رہی تھی۔“

”تمہارے ساتھ۔ کیوں؟“ مارتھا کے لہجے میں جھلاہٹ تھی۔

”بس سر پر سوار ہوگئی تھی کہ ناچو میرے ساتھ۔ ! اور اس کا بھی وہی حشر ہوا جو تمہارا ہوا تھا۔“

"میں نہیں سمجھی۔!"

"گراموفون کی سوئی۔!"

"نہیں؟" مارتھا اچھل پڑی۔

"یقین کرو۔ یہی ہوا تھا۔ اس کے بازو سے ابھی میں نے سوئی نکالی تھی۔"

"یہ سب کیا ہو رہا ہے۔ کیا ہو رہا ہے۔"

"تم نے میرے سوال کا جواب نہیں دیا۔ کرنل ڈوہرنگ کے متعلق۔"

"نہیں۔ اس نام کا کوئی آدمی کبھی نہیں آیا۔ لیکن مجھے بتاؤ یہ کیا ہے۔"

"میں خود بھی نہیں جانتا۔؟"

اتنے میں دروازے پر کسی نے دستک دی۔ مارتھا نے اٹھ کر دروازہ کھو آنے والا جوزف تھا۔ خاکی لباس میں ملبوس! بلٹ ہولسٹروں میں دونوں جانب ریوالور لٹک رہے تھے اور پیٹی کارتوسوں سے بھری ہوئی تھی۔ اس نے وجیانہ میں ایڑیاں بجا کر عمران کو سیلوٹ کیا اور بولا "باس یہاں کیوں لیٹے ہو۔"

"یہاں کیوں لیٹتا ہے کوئی آدمی!" عمران نے غصیلی آواز میں پوچھا۔

"ملیریا۔!" جوزف نے خوفزدہ لہجے میں کہا

"نہیں۔ ریوالور کی گولی۔! میرا بایاں بازو زخمی ہے۔"

"کیا؟" جوزف کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں پھر اس نے بوکھلا کر پوچھا تو محفوظ ہے نا۔!"

"تمہاری کھوپڑی ہی کی طرح۔ اس کی پرواہ نہ کرو۔!"

"وہ کون تھا باس مجھے بتاؤ۔ یہ بڑی خراب بات ہے کہ تم ایسی مہمات سر کرنے کی کوشش کرتے ہو۔"

"اسے اندھیرے میں کسی نے ماردی گولی۔"

"کہاں۔ اور کب۔"

"یہیں پچھلی رات کو۔"

"تمہیں پہچان کر گولی چلائی گئی تھی یا یونہی کسی اور کے حصے کی تمہاری طرف بھٹک گئی تھی۔"

میرا خیال ہے کہ میری آواز پر فائر کیا گیا تھا۔ کسی بے آواز ریوالور سے۔"

"اندھیرے میں۔!" جوزف نے پوچھا۔

"ہاں۔ ہاں۔ اندھیرے میں۔"

"تب تو۔ تب تو مجھے سوچنے دو باس۔ اس کے علاوہ اور کوئی نہیں ہو سکتا

"کس کے علاوہ۔!"

"اس کا نام نگوٹنڈا ہے۔"

"نگوٹڈا۔" عمران نے حیرت سے کہا۔

"نہیں نگوٹنڈا۔ میرا ہم وطن ہے۔ اور ادھر چار ماہ سے یہاں دکھائی دے رہا ہے ایک غیر ملکی سفارت خانے میں ملازم ہے۔"

"کس سفارتخانے میں!" عمران نے اٹھنے کی کوشش کی۔ لیکن مارتھا سینے پر ہاتھ رکھ کر زور دیتی ہوئی بولی "باتیں لیٹے لیٹے بھی ہو سکتی ہیں۔"

جوزف اسے قہر آلود نظروں سے گھور کر رہ گیا۔ غالباً عمران کے سینے پر ہاتھ رکھنا اسے گراں گزرا تھا۔

"تم فکر نہ کرو باس"! جوزف جلدی سے بولا "اب میں سمجھ بوجھ لوں گا۔ وہ اندھیرے میں محض آواز پر بڑا اچھا نشانہ لگا سکتا ہے ویسے اس کا آقا بھی قادر انداز ہے۔"

"کون آقا۔!"

"ایک ہے کرنل ڈوہرنگ۔"

"میرے خدا پھر وہی کرنل ڈوہرنگ!" مارتھا بڑبڑائی۔

"تم کسی سے اس کا تذکرہ نہیں کرو گی سمجھیں ابھی لڑکی۔"

"کیوں۔ آخر کیوں؟۔ ابھی پولیس آئے گی۔ اُسے کیا بیان دو گے۔"

"یہی کہ اندھیرے میں کسی نے فائر کیا تھا۔"

"مگر یہ کرنل ڈوہرنگ۔!"

"اسے جہنم میں جھونکو!"

"پتہ نہیں یہ سب کیا ہو رہا ہے اور تم کیا کر رہے ہو۔ اکیا میں تمہارے گھر پر فون کردوں۔ ڈاکٹر نے تمہارے متعلق سب کچھ بتایا تھا۔ تمہاری والدہ ان کی مریضہ ہیں میں بھی ڈاکٹر کے ساتھ اکثر تمہارے گھر گئی ہوں۔"

"تم یہ سب کچھ ہرگز نہیں کرو گی۔" عمران نے سخت لہجے میں کہا اور مارتھا روہانسی ہوگئی اور پھر کچھ نہ بولی۔

"تم کرنل ڈوہرنگ کے بارے میں اور کیا جانتے ہو!" عمران نے جوزف سے پوچھا

"بہت کچھ۔ وہ ایک خطرناک آدمی ہے میرے ملک پہ وہ بڑی تباہی لایا تھا۔ پتہ نہیں کتنے کالوں کا خون اس کی گردن پر ہے... قتل عام کرادیا تھا یہ سرکاری ملازم بھی تھا اور غلاموں کی تجارت بھی کرتا تھا۔ بھیڑ بکریوں کی طرح اس نے میرے ہموطنوں کو فروخت کیا تھا۔"

"یہ نگوٹنڈا کیسا آدمی ہے؟"

"ولد الحرام۔!" جوزف نے عربی میں کہا۔ "اُس کی ماں ایک حرافہ تھی دس شوہروں میں سے وہ پتہ نہیں کس کا نطفہ ہے۔"

"اڈور۔ جوزف!" عمران اسے داہنے ہاتھ سے گھونسا دکھا کر بولا۔ "میں نے اس کی شادی نہیں طے کی ہے جو تو اس کا شجرۂ نسب کھول کر بیٹھ گیا ہے۔"

"میں تو یہ ثابت کرنے کی کوشش کر رہا ہوں کہ ایسے آدمی سے حرامی پن ہر حال میں سرزد ہوتا ہے۔" جوزف نے لاپرواہی سے کہا۔ "اب تم دیکھنا باس کہ کیسی چٹنی بناتا ہوں اس کی۔"

"خبردار... مجھ سے پوچھے بغیر ایک قدم بھی نہ اٹھانا۔"

"میں کیا جنت میں تم سے پوچھنے جاؤں گا۔ تم اب گھر چلو۔ یہاں بہت آسانی سے مار لیے جاؤ گے۔ جب اس کو معلوم ہوگا کہ اس کا نشانہ خطا ہو گیا تھا تو وہ غصے سے پاگل ہو جائے گا اور دوبارہ کوشش کرے گا۔"

"ہسپتال میں مرنے میں فائدہ ہے!" عمران سر ہلا کر بولا۔ "میرا بنک بیلنس کفن کا متحمل نہ ہو سکے گا۔"

"یہ کیا فضول باتیں شروع کر دیں تم نے۔ اگر یہاں خطرہ ہے تو تمہیں گھر ہی چلا جانا چاہیئے۔" مارتھا جھلا کر بولی۔

ابھی یہ گفتگو ہو ہی رہی تھی کہ کسی نے دروازے پر دستک دی۔ یہ ڈیوٹی ڈاکٹر تھا۔ اس نے اطلاع دی کہ پولیس عمران کا بیان لینا چاہتی ہے۔

"آنے دو۔" عمران نے کہا اور ڈاکٹر چلا گیا۔

"ابھی نگوٹنڈا کا نام نہ لینا باس۔!"

"بکواس بند کرو۔" عمران نے کہا۔

کچھ دیر بعد وہی سب انسپکٹر کمرے میں داخل ہوا جس سے مارتھا ہی کے سلسلے میں کچھ دن پہلے بھی سول ہسپتال ہی میں سابقہ پڑ چکا تھا! اس نے سب سے پہلے جوزف کو گھور کر دیکھا۔ "تم کون ہو۔؟"

"نوبل جوزف... ہیوی ویٹ ایکس چیمپئن۔" جوزف غرایا۔

"میرا باڈی گارڈ ہے۔" عمران بولا۔ "اور ان ریوالوروں کو بھی نہ گھوریئے

لائسنس ہے میرے پاس"

"آپ خود کو زیرِ حراست سمجھیئے جناب!"

"وارنٹ ہے آپ کے پاس۔"

"جی نہیں! ایک عام سرکلر تھانوں کو بھیجا گیا ہے کہ آپ جہاں بھی ملیں گرفتار کر لیے جائیں۔"

"کس کا سرکلر ہے۔؟"

"ڈی جی آف انٹیلی جنس بیورو کا۔!"

عمران نے طویل سانس لی۔ اور بولا "کیا مجھے فون تک جانے کی اجازت مل سکے گی۔"

"ضرور۔ ضرور" سب انسپکٹر مسکرایا۔

"نہیں تمہیں چلنا پھرنا نہ چاہیئے۔" مارتھا بول پڑی۔ گفتگو چونکہ انگریزی میں ہو رہی تھی اس لیے وہ متحیر نظر آ رہی تھی۔

"ڈاکٹر نے ایسی کوئی بات نہیں کہی محترمہ۔!" سب انسپکٹر نہایت ادب سے بولا۔

"میں چل رہا ہوں۔ ۔ ۔ فون تک۔!" عمران اٹھتا ہوا بولا۔

مارتھا بھی فون والے کمرے تک ساتھ آئی تھی اور مسلسل کچھ بڑبڑائے جاری تھی۔ لیکن الفاظ غیر واضح ہونے کی بناء پر سمجھے نہیں جا سکے تھے۔

فون پر عمران نے اپنے والد رحمان صاحب کے نمبر ڈائیل کئے۔ دوسری

فون "ہیلو" کی شکل میں مخصوص قسم کی غراہٹ سنائی دی۔

"میں عمران ہوں ڈیڈی۔!"

"کہاں ہو؟"

"سول ہسپتال میں۔ پچھلی رات کو یہیں میرے بائیں بازو پہ گولی لگی تھی۔"

"ہوں۔ اب کیا حال ہے"

"خدا کے فضل سے بچ گیا ہوں۔"

"اچھا وہیں ٹھہرو۔ میں کسی کو بھیج رہا ہوں"

"لیکن یہاں ایک سب انسپکٹر صاحب میری گرفتاری پر مصر ہیں"

"ریسیور دو اسے"

عمران نے سعادت مندانہ انداز میں ریسیور انسپکٹر کو تھما دیا۔

انسپکٹر برا سا منہ بنائے سنتا رہا اور جی اچھا۔ ۔ ۔ بہت بہتر جناب کی گردان رہی پھر ریسیور رکھ کر جھلائے ہوئے لہجے میں عمران سے بولا "میں غیب تو ہوں نہیں جناب کہ مجھے یہ بھی معلوم ہو جائے کہ کن حالات میں آپ کو گرفتار ہے اور کن میں نہیں۔"

کوئی بات نہیں" عمران نے بڑے خلوص سے سر ہلا کر کہا۔

نسپکٹر کچھ کہے بغیر وہاں سے چلا گیا اور عمران پھر مارتھا کے کمرے میں آ بیٹھا ی دوسری مصیبت کا انتظار کرنے لگا۔ جوزف خاموشی سے ایک طرف رشن" تھا۔ اور مارتھا عمران کے قریب کرسی پر بیٹھی تھی۔

میں تو اب اپنے اس لنگوڑے کے بارے میں بتاؤ" عمران نے جوزف طب کیا۔!

نڈا باس۔!" جوزف بھرائی ہوئی آواز میں بولا "کیا فون پر تمہارے

فادر تھے۔"

"ہاں۔!"

"کیا کہہ رہے تھے۔" جوزف کا لہجہ ناخوشگوار تھا۔

"میری گرفتاری کا حکم جاری ہو چکا ہے۔"

"کیوں؟" جوزف نے حیرت سے آنکھیں پھاڑ دیں۔

"میں تم سے نگونڈا کے بارے میں پوچھ رہا تھا۔"

"اچھا آدمی نہیں ہے باس۔! وہ اپنے مالک سے بھی دغا کر سکتا ہے۔ کبھی کسی کا وفادار نہیں رہا۔ اس کا بھی نہیں جس نے اُسے پیدا کیا تھا اور کئی دن تک درد سے تڑپتی رہی تھی۔ اس کا بھی نہیں جو ہم سب کا باپ ہے۔!"

"کیا یہ یہاں دیر تک ٹھہرے گا۔" مارتھا نے برا سا منہ بنا کر عمران سے پوچھا۔

"فی الحال میرے لیے ایک باڈی گارڈ ضروری ہے۔" عمران نے جواب دیا اور جوزف نے مارتھا کو عربی میں گالیاں دیں۔

"یہ کیا بک رہا ہے۔" مارتھا نے عمران سے پوچھا۔

"تمہاری تعریف کر رہا ہے عربی میں۔ کہہ رہا ہے کہ یہ عورت ہے یا چاندی کی گ اس کی زبان اس کے منہ میں اس طرح حرکت کرتی ہے جیسے سمندر میں بجرہ.... اور کیا کہا تھا تو نے . . . . ڈفر۔!"

جوزف نے دانت نکال دیئے کچھ بولا نہیں۔

"اس سے وحشت ہوتی ہے مجھے۔" مارتھا بڑبڑائی۔

"جوزف تم باہر ٹھہرو۔ بغیر اجازت کسی کو اندر نہ آنے دینا۔"

"اوکے باس!" جوزف نے ایڑیوں پر گھومتے ہوئے کہا اور دروازے سے باہر نکل گیا

"تم آخر کس طرح برداشت کرتے ہو اسے۔" مارتھا نے پوچھا۔

"کئی بار پوچھ چکی ہو۔ یہ بھی ایسا ہی آدمی ہے کہ آواز پر نشانہ لگا سکتا ہے۔"

"تم آخر کرتے کیا ہو کہ تمہیں ایک نیگرو باڈی گارڈ بھی رکھنا پڑا ہے۔"

"دوسروں کے معاملات میں ٹانگ اڑانا میری ہابی ہے... اس لیے...!"

"آخر کیوں؟ کوئی ڈھنگ کا کام کیوں نہیں کرتے تم۔ میں تو سوچتی ہوں کہ پچھلی رات وہ شور و غل صرف اسی لیے ہوا تھا کہ تم برآمدے میں نکل جاؤ۔ اور تمہیں گولی مار دی جائے۔"

"خدا جانے کیوں پیچھے پڑ گئے ہیں یہ لوگ۔"

نیگرو سے بھی کسی کرنل ڈوہرنگ کا تذکرہ آیا تھا... وہ کون ہے۔ اور تم اس کی لڑکی کے ساتھ ناچ رہے تھے۔ وہ بھی گراموفون کی سوئی کا شکار ہوئی تھی۔ یہ سب کیا ہو رہا ہے۔"

"ننھے سے دماغ کو تھکاؤ نہیں۔"

"نہیں بتاؤ۔"

"بہتیری باتیں بچوں کو نہیں بتائی جاتیں۔"

"کیا؟" مارتھا نے غصیلے انداز میں آنکھیں نکالیں۔

"لگ کچھ نہیں۔ پھر بھوک لگ رہی ہے۔" عمران پیٹ پر ہاتھ پھیرتا ہوا بولا۔

دوسرے ہی لمحے میں جوزف کی غراہٹ بھی سنائی دی جو کسی سے کہہ رہا تھا "نہیں تم اندر نہیں جا سکتے۔ باس کی اجازت کے بغیر۔"

"ارے کون ہے۔؟" عمران نے آواز دی۔

"کیپٹن فیاض۔" جوزف نے جواب دیا

"آنے دے ولد الوحوش۔" عمران نے عربی میں کہا اور فیاض غصے میں بھرا ہوا اندر داخل ہوا۔

"یہ اس نے ریوالور کیسے لٹکا رکھے ہیں۔" اس نے چھوٹتے ہی پوچھا۔

"اسی نابجار سے پوچھو۔ میں کچھ نہیں جانتا۔" عمران کراہا۔

"مجھے رحمٰن صاحب نے بھیجا ہے۔ نیگرو کو اندر بلاؤ۔" فیاض غرایا۔

عمران نے جوزف کو آواز دی۔ وہ اندر آیا اور ایڑیاں بجا کر اٹینشن ہو گیا۔

اسے فوجیوں کے سے انداز اختیار کرنے کا خبط تھا! خصوصاً خاکی یونیفارم اور ڈبل ہولسٹروں کی موجودگی میں تو وہ خود کو کسی جنرل سے کم نہیں سمجھتا تھا۔

"ریوالوروں کا لائسنس دکھاؤ۔" فیاض اسے گھورتا ہوا غرایا۔

جوزف نے ہپ پوکٹ سے لائسنس نکال کر پیش کر دیئے جو وزارت خارجہ کی طرف سے دیئے گئے تھے۔

"فوجی یونیفارم کس کی اجازت سے پہن رہے ہو؟"

وزارت دفاع کی اجازت سے۔ اجازت نامہ ملاحظہ فرمایئے جناب" جوزف نے بڑے ادب سے اجازت نامہ پیش کر دیا۔

"میں مزید تحقیقات کے لیے انہیں اپنے ساتھ لے جاؤں گا۔" کیپٹن غرایا۔

"یقیناً جناب عالی۔۔۔! لیکن ان کی رسید عنایت فرما دیجئے۔"

فیاض نے اپنی نوٹ بک سے ایک کاغذ پھاڑ کر اس پر رسید لکھ دی۔

"شکریہ جناب عالی۔۔۔!" جوزف رسید کو تہہ کر کے جیب میں رکھتا ہوا بولا۔

"اب تم باہر جا سکتے ہو صورت حرام۔" عمران غصیلے انداز میں کراہا اور جوزف ایڑیوں پر گھوم کر با

"اب بتاؤ۔ تم رات یہاں کیوں آئے تھے" فیاض نے مارتھا کو نظر انداز کر کے عمران سے پوچھا۔

"میں مارتھا کی خیریت دریافت کرنے آیا تھا۔ تین بجے صبح۔ دفعتاً برآمدے کی روشنی غائب ہو گئی اور اندھیرے میں کتوں کی غراہٹ کی سی آوازیں گونجنے لگیں پھر کسی عورت کی چیخیں سنائی دیں۔ میں نے باہر نکل کر للکارا اور گولی میرے بائیں بازو کو چھید گئی۔"

فیاض تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا پھر بولا۔ "آپ تشریف ہی کیوں لائے تھے اندھیرے میں۔ صبح نہیں ہو سکتی تھی۔"

"نہیں چچا جان۔ میں بے تاب تھا کسی ہجر زدہ قدیم شاعر کی طرح۔" عمران مسکرا کر بولا

"آپ کو اس سے کوئی شکایت تو نہیں ہے۔" فیاض نے مارتھا سے پوچھا۔

"شکایت! کیسی شکایت۔ آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں۔" مارتھا نے کہا اور پھر عمران سے پوچھا۔ "آپ کی تعریف۔"

"یہ راجہ ہیں اس شہر کے!" عمران نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ "شہر بھر کی رانگوں کا دم نکلتا ہے ان سے پتہ نہیں کب چالان کر دیں۔"

"ٹھیک ٹھیک بتاؤ۔" مارتھا جھلا کر بولی۔

"سی۔ آئی۔ ڈی کے سپرنٹنڈنٹ ہیں۔"

مارتھا کچھ نہ بولی۔ لیکن فیاض نے فوراً ہی اس سے پوچھا۔ "کیا آپ کا خیال ے کہ آپ کی بیہوشی میں اس کا ہاتھ ہو سکتا ہے۔"

"اس قسم کے لغو خیالات سے میرا ذہن پاک رہتا ہے۔" مارتھا نے ناخوشگوار لہجے میں کہا۔

"ہاں کیوں بھیجا ہے قبلہ والد صاحب نے۔" عمران نے پوچھا

"ڈوہرنگ والا معاملہ ہے! خود اس نے شکایت نہیں کی۔ بلکہ سفارتخانہ کے کسی سرے آفیسر نے رپورٹ کی ہے کہ تم سفارتخانہ کے بعض ملازمین کو پریشان کرتے ہو۔ رنگ نے تو فون پر ان سے کہا تھا کہ اسے کوئی شکایت نہیں اس نے پچھلی رات والے واقعہ سپورٹ مین اسپرٹ میں لیا ہے۔"

"پھر کیوں ضرورت پیش آئی کہ بور ہی کیا جائے اس خاکسار کو۔"

"رحمان صاحب بہر حال اس رپورٹ پر کارروائی کرنا چاہتے ہیں۔"

"اور کچھ۔۔۔!"

فیاض کچھ نہ بولا۔ اور عمران نے کہا۔ "براہ کرم تشریف لے جایئے۔"

"تم نے باقاعدہ رپورٹ درج کرائی اس حادثہ کی؟" فیاض نے غرا کر پوچھا۔

"میری مرضی پر منحصر ہے۔ کراؤں یا نہ کراؤں؟"

"کیا یہ جرم نہیں ہے؟"

"بشرطیکہ میں سمجھوں۔" عمران نے ٹھنڈی سانس لی۔

"نہیں۔ تم کو۔ ۔ ۔ ۔ ۔"

بب۔ باس۔ تم جاؤ۔ کیوں جان ہلکان کرتے ہو۔ چُم" اس نے چمکارتے ہو

"لیکن رحمان صاحب نے بھیجا ہے۔"

"تو بتاؤ نا ننھے میاں کو کیوں بھیجا ہے"

"تمہارا تحریری بیان چاہیئے۔"

"جو دل میں آئے لکھ کر میرے دستخط کرا لو۔ تم بھی تو موجود تھے جب میں نے اسے گو

"آہم۔ اچھا۔" فیاض اپنی ڈائری نکال کر لکھنے لگا۔

عمران نے جوزف کو آواز دی۔ وہ آیا اور عمران نے عربی میں کہا "دیکھو شب د کے نیچے جولیا کو ہرگز اندر نہ آنے دینا سمجھے۔ باہر ہی سے واپس"

"او کے باس!" جوزف نے ایڑیاں بجائیں اور دروازے کی طرف مڑ گیا۔ عمران اچھی طرح جانتا تھا کہ اب اس کے نگران ماتحتوں کو اس کا علم ہو گیا ہوگا پچھلی رات جب و اپنے فلیٹ میں داخل ہوا تھا تو وہ یہی سمجھے ہوں گے کہ اب یہ فتنہ اطمینان سے صبح تک رہے گا اس لیے وہ بھی جا سوئے ہوں گے۔ ورنہ ان کی موجودگی میں وہ اس طرح زخمی نہ ہو بہر حال وہ سوچ رہا تھا کہ جولیا کو یقینی طور پر اطلاع مل گئی ہوگی اور وہ ادھر کا رُخ ضرور کرے گی۔

فیاض نے کچھ دیر بعد ڈائری عمران کی طرف بڑھا دی۔ عمران نے بیان پر ایک اچٹتی سی نظر ڈالی اور اپنے دستخط کر دیئے۔

"میرا خیال ہے کہ اب تمہیں آرام کرنا چاہیئے"۔ مارتھا نے غصیلی آواز میں کہا۔

"یقیناً۔ یقیناً۔"

لیکن آرام کہاں۔ فیاض تو چلا گیا لیکن اس کے جانے کے پانچ ہی منٹ بعد جوزف بوکھلایا ہوا اندر آیا۔

"باس۔ ۔ ۔ تمہاری ماں۔ ۔ ۔ تمہاری بہنیں آئی ہیں!" اس نے ہانپتے ہوئے کہا

"مم۔ ۔ ۔ مار ڈالا۔ ۔ ۔" عمران کراہا۔

اور دوسرے ہی لمحے میں بیگم رحمان۔ ۔ ۔ ثریا اور عمران کی دونوں عم زاد کمرے میں داخل ہوئیں۔ ۔ ۔ مارتھا بھی بوکھلا کر کھڑی ہو گئی۔ عمران اٹھنے کی کوشش کر ہی رہا تھا کہ بیگم رحمان کمزور آواز میں بولیں "لیٹا رہ۔ لیٹا رہ"

"میری ماں اور بہنیں" عمران نے انگریزی میں مارتھا سے کہا۔

"میں جانتی ہوں" مارتھا نے بیگم رحمان کی طرف کرسی کھسکاتے ہوئے کہا "تمہارے گھر جا چکی ہوں ڈاکٹر کے ساتھ اور مس ثریا تو آتی ہی رہتی ہیں کبھی کبھی۔ ہیلو مس ثریا" "ہاؤ ڈو یو ڈو"

"او کے" ثریا نے کہا اور عمران کو گھورنے لگی۔

کمرے میں دو ہی کرسیاں تھیں صرف بیگم رحمان بیٹھ گئی تھیں اور وہ سب کھڑی رہیں

"کیا ہوا تھا" بیگم رحمان نے عمران سے پوچھا

"کک کچھ نہیں۔ اماں بی۔ اندھیرے میں کسی نے گولی مار دی"

"وہ میرے لگی ہوتی تو اچھا تھا۔ اب نہیں برداشت ہوتیں تم باپ بیٹے کی حرکتیں"

"مم۔ مگر۔ اماں بی۔"

"کچھ نہیں! تم اس موئے ڈوسرنگ سے کیوں بھڑے تھے اسی نے توہین کا بدلہ لینے لیے حملہ کرایا ہوگا۔ اُدھر پولیس میں رپورٹ بھی درج کرا دی"

"مم۔ مگر میرا خیال ہے کہ گولی کسی اور پر چلائی گئی تھی اندھیرے میں میں بیچ میں آ گیا"

"ہڈی تو نہیں ٹوٹی۔"

"بالکل نہیں" عمران جلدی سے بولا۔ بالکل اس انداز میں جیسے اس نقصان پر پریشانی ہونے کا امکان ہو۔

"کب تک یہاں رہے گا۔"

"یہ تو ڈاکٹر کی مرضی پر منحصر ہے جب پیچھا چھوڑے۔"

"کیا یہ لڑکی تمہاری دیکھ بھال کر رہی ہے"

"جج۔ جی ہاں۔"

"مگر تم اسے کیا جانو۔"

"آپ کی خیریت معلوم کرنے کے لیے کبھی کبھی ڈاکٹر دعاگو کے پاس جانا پڑتا ہے۔"

"ڈاکٹر کہتا ہے کہ جب تک تمہارا بیٹا تمہارے پاس نہ رہے تم اچھی نہیں ہو سکتیں۔"

"یہ تو قطعی غلط کہا تھا ڈاکٹر نے۔" ثریا بول پڑی اور عمران ٹھنڈی سانس لے کر چھت کی طرف دیکھتا ہوا منہ چلانے لگا۔

"مدر۔" دفعتاً مارتھا بولی۔ "آخر پاپا نے انہیں گھر سے کیوں نکال دیا ہے۔"

بیگم رحمان انگریزی نہیں سمجھتی تھیں۔ اس لیے انہوں نے استفہامیہ انداز میں ثریا کی طرف دیکھا۔ ثریا کے سمجھانے پر بولیں۔ "اس سے کہو یہ خود ہی بیہودہ ہے۔ قاعدے سے رہے تو...."

"ٹھیک ہے ٹھیک ہے...." ثریا نے اردو میں کہہ کر انگریزی میں مارتھا کو مخاطب کیا "بات یہ ہے کہ جب یہ حضرت گھر میں رہتے ہیں تو بہت سی آوارہ لڑکیاں بھی آنے لگتی ہیں۔ ہمارے ڈیڈی کو ان کی یہ حرکت پسند نہیں ہے۔"

"میرا خیال ہے کہ ایسا تو نہ ہوگا۔" مارتھا ہنس کر عمران کی طرف دیکھنے لگی۔

عمران آنکھیں بند کیے ہوئے ہولے ہولے کراہ رہا تھا۔ اور سوچ رہا تھا کہ یہ ثریا کی بچی ضرور گھپلا کرائے گی بنا بنایا کھیل بگڑ جائے گا۔ اب کیا کیا جائے۔ اتنے میں باہر سے جولیانا فٹز واٹر کی آواز آئی جو شاید جوزف پر بگڑ رہی تھی۔

"ارے باپ رے۔" عمران نے اور زیادہ زور سے کراہ کر داہنی کروٹ لی۔

"وہ دیکھو۔ کوئی آئی ہے مزاج پرسی کے لیے۔" ثریا نے بند دروازے کی جانب انگلی اٹھا کر مارتھا سے کہا۔

اور مارتھا دروازے کی طرف جھپٹی۔ دروازہ کھلا۔ اور دونوں کے مکالمے عمران کی سماعت پر ہتھوڑے کی طرح پڑنے لگے۔

"کیا بات ہے۔ تم کون ہو؟" مارتھا نے جولیا سے متحیرانہ لہجے میں سوال کیا۔

"کیا یہاں مسٹر علی عمران ہیں۔"

"ہاں ہیں تو۔ پھر۔؟"

"میں انہیں دیکھنا چاہتی ہوں۔"

"تمہارا نام۔"

"جولیانا فٹز واٹر۔"

"ٹھہرو۔ میں پوچھ لوں۔"

مارتھا دروازہ بند کر کے ان کی طرف مڑی اور مضمحل آواز میں بولی۔ "کوئی جولیانا فٹز واٹر ہے"

"بلاؤ۔" عمران ناک کے بل کراہا اور وہ اس کی عم زاد بہنیں ہنس پڑیں۔ ثریا کی تیوری بدستور چڑھی رہی جولیا اندر آئی۔ لیکن ایک برقعہ پوش خاتون کو بھی دیکھ کر بوکھلا گئی۔ غالباً سمجھ گئی ہوگی کہ عمران کی ماں ہوں گی۔

پھر اس نے چندھائی ہوئی آنکھوں سے ہر ایک کا جائزہ لیا اور ایسے انداز میں چاروں طرف دیکھنے لگی جیسے نکل بھاگنے کے لیے راستہ تلاش کر رہی ہو۔ برقعہ پوش خواتین سے اسے بڑی وحشت ہوتی تھی۔

"یہ کون ہے؟" بیگم رحمان نے پوچھا

"یہ سوئیس ہے۔ سوئیس۔"

"وہ پوچھ رہی ہیں تم سے کیا تعلق ہے۔" ثریا جلے کٹے لہجے میں بولی۔

"مم.... میں.... خخ.... خالہ کہتا ہوں۔"

"چپ نامراد.... میری بہن بناتا ہے.... نگوڑ ماری کو۔"

"ہلو عمران۔" بالآخر جولیا سب کو نظر انداز کر کے بولی۔ "اب تم کیسے ہو اور یہ کیسے ہوا۔"

"کونادر چھڑانے کے بعد یہاں چلا آیا تھا.... کیونکہ مٹی کے تیل کی بد بو نے ہارٹ ٹربل میں مبتلا کر دیا تھا۔ سوچا یہاں سے کورامین ڈراپس لے لوں گا مم.... مگر کسی نے گولی مار دی"

"مجھے افسوس ہے کہ میں تمہیں کرسی نہ پیش کر سکوں گی۔" مارتھا نے جولیا سے کہا۔ "کیونکہ دیکھو سب ہی کھڑے ہیں۔"

"ٹھیک ہے۔ شکریہ۔" جولیا مسکرائی اور عمران سے بولی۔ "پھر آؤں گی۔"

وہ دروازے کی طرف مڑی ہی تھی کہ جوزف کی غراہٹ سنائی دی۔ "خبردار پیچھے ہٹو ورنہ گولی ماردوں گا۔ شاید تم اندر جا سکو۔ لیکن یہ کتیا کا بچہ۔ ہرگز نہیں۔!"

اس بار عمران کو اٹھنا ہی پڑا۔ پتہ نہیں وہ کس کو گولی ماردینے کی دھمکی دے رہا تھا اور دھمکی انگریزی میں دی گئی تھی اس لیے جولیا بھی دروازے کے قریب ٹھٹھک گئی۔

"تم کدھر اٹھ رہے ہو۔" ماں بولی۔

"گولی ٹانگ میں نہیں لگی۔ تم مطمئن رہو۔"

"یہ بڑی اچھی لڑکی ہے۔!" بیگم رحمان نے ثریا سے کہا

"کیا گڑبڑ ہے۔" ثریا نے انہیں نظرانداز کرکے عمران سے پوچھا۔

"کچھ نہیں۔ میں دیکھتا ہوں۔" عمران نے کہا اور جولیا سے بولا۔ "ادھر آؤ۔ ادھر سب کے قریب آجاؤ۔"

جولیا پیچھے ہٹی اور وہ دروازہ کھول کر باہر آیا۔ سب سے پہلے کرنل ڈوہرنگ پر نظر پڑی۔ اس کے پیچھے جوزف ہی کی نسل کا ایک آدمی نظر آیا۔ جس نے فوجی وردی پہن رکھی تھی اور کمر کی بیلٹ سے دو ریوالور بھی لٹکا رکھے تھے۔

"ہلو مائی بوائے۔" ڈوہرنگ آگے بڑھ کر عمران سے مصافحہ کرتے ہوئے بولا۔ "سنا ہے تم زخمی ہوگئے ہو۔ کسی نے گولی ماردی۔ تمہارے باپ سے فون پہ گفتگو ہوئی تھی۔ پتہ نہیں سفارتخانے کے کسی افسر نے تمہارے خلاف رپورٹ درج کرادی تھی۔ بہرحال میں نے رپورٹ واپس لے لی ہے۔"

"شکریہ۔ کرنل۔"

"تمہارا یہ آدمی بڑا بدتمیز ہے۔"

"آدمی نہیں۔! باڈی گارڈ۔" عمران مسکرایا۔ "آدمیوں کے بس کا روگ نہیں باڈی گارڈ بنا۔"

"خیر۔ ہاں۔ تم زخمی کیسے ہوئے۔"

"کسی نے اندھیرے میں گولی ماردی۔"

"پھر تم نے کیا کیا۔"

"آرام کرنے کے علاوہ اور کیا کرسکتا تھا۔!" عمران نے احمقانہ انداز میں کہا

"خیر۔ خیر۔" وہ ہنس پڑا۔ بہت زندہ دل آدمی ہو! اچھا دوست۔۔۔ بس اب چلا۔ محض تمہاری خیریت دریافت کرنی تھی۔ پھر ملاقات ہوگی۔"

ڈوہرنگ سے مصافحہ کرتے وقت عمران نے دیکھا کہ دونوں حبشی ایک دوسرے کو اس طرح گھور رہے تھے جیسے جھپٹ پڑنے کے لیے بالکل تیار ہوں۔

ڈوہرنگ اور اس کا باڈی گارڈ چلے گئے۔

"یہی تھا گوشما باس۔" جوزف غرایا۔ "میرے لیے اس کی آنکھوں میں چیلنج تھا۔ پھر میں دیکھوں گا کہ وہ کتنا باخبر باڈی گارڈ ہے۔"

"کیا مطلب۔؟" عمران نے اسے گھور کر دیکھا۔

"اس کی موجودگی ہی میں ڈوہرنگ کو گولی ماروں گا۔"

"خبردار۔!" عمران نے آنکھیں دکھائیں۔ اور جوزف برا سا منہ بنائے ہوئے دوسری طرف دیکھنے لگا۔"

عمران پھر اندر آیا۔ جولیا اور ثریا گفتگو کررہی تھیں موضوع بحث عمران تھا۔ جولیا کہہ رہی تھی۔ "بچے یقینی طور پر اسی طرح بے ڈھنگے ہوجائیں گے۔ اگر ان پہ زیادہ سختی کی جائے گی۔"

"لیکن یہ بچہ تو اب فیڈر کے بھی قابل نہیں رہا۔" ثریا نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔

عمران ایک جانب کھڑا ان کی گفتگو سن رہا تھا۔ دفعتاً مارتھا کی نظر اس پر پڑی اور جلدی سے بولی ”ارے تم کھڑے ہو۔ چلو لیٹو۔۔۔ لیٹو۔۔۔!“

”ہاں اور کیا“ ثریا اردو میں بولی ”اب تم ہی تو رہ گئی ہو ماتا جتانے والی! پلی پلائی اولاد ہاتھ آئی ہے“

اس کی عم زاد ہنس پڑیں۔ اور بیگم رحمان غصیلے انداز میں بولیں ”کیا بکواس ہے! زبان چلے جائے گی بس“

”اپنی نسل میں اس کے علاوہ اور رکھا ہی کیا ہے اماں بی“ عمران نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا اور بستر پر بیٹھ گیا۔

”چل اب گھر چل۔۔۔ ورنہ یہیں اتارتی ہوں جوتی سب کے سامنے“

”ڈاکٹر سے پوچھ لیجئے۔ اگر اجازت دے تو مجھے کوئی اعتراض نہیں“

”ارے بازو ہی میں تو گولی لگی ہے“ ثریا تنک کر بولی ”آپ خواہ مخواہ پریشان ہوئی جا رہی ہیں“

”اور کیا“ عمران سنجیدگی سے سر ہلا کر بولا ”پریشانی کی بات تو تب تھی۔ جب ٹھیک کھوپڑی پر بیٹھی ہوتی“

”بکواس بند بھی کرو کم بختو!“ بیگم رحمان جھنجھلا کر بولیں۔

کچھ دیر بعد وہ بھی اٹھ گئیں اور چلتے چلتے بولیں ”میں تیرے باپ سے کہوں گی کہ ڈاکٹر سے معلوم کریں“

”جی۔ بہت اچھا!“ عمران نے سعادت مندانہ انداز میں کہا اور اٹھ کر انہیں دروازے تک چھوڑنے آیا۔

جولیا نے البتہ دوسری کرسی سنبھال لی تھی۔ مارتھا اُسے گھورتی رہی لیکن کچھ بولی نہیں۔

”اب بتاؤ کہ میرے ناخن کیا ہوئے“ جولیا نے اوپری ہونٹ بھینچ کر عمران سے پوچھا

”بحمد اللہ میں ابھی گنجا نہیں ہوا۔“

”بکواس مت کرو۔ وہ تمہاری حرکت تھی“

”اور وہ کون لنگور جس نے مجھے ہسپتال آنے پر مجبور کر دیا تھا“

”میں نے تو دیکھا نہیں۔ اس لیے یقین کیوں کر دوں؟“

”دیکھ لینے کے بعد شاید میری میت پر بھی آنا پسند نہ کرتیں۔ اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ تم نے نہیں دیکھا“

”عمران تم باتیں بہت کر رہے ہو۔ اب لیٹ جاؤ“ مارتھا نے جھنجھلا کر کہا۔

اور جولیا نے فوراً ہی پلٹ کر پوچھا ”تم اسے کب سے جانتی ہو“

”تم سے مطلب؟“

”بڑی چڑچڑی معلوم ہوتی ہو“ جولیا مسکرائی

”میں اجنبیوں سے بے تکلف ہونا پسند نہیں کرتی“

”بشرطیکہ وہ عورتیں ہوں“ جولیا نے چبھتے ہوئے لہجے میں کہا۔

”آخر یہ ہے کون بدتمیز“ مارتھا نے عمران سے پوچھا

”اور تم مجھے بتاؤ“ جولیا نے بھی عمران کو مخاطب کیا ”کہ یہ خوش جمال کتیا کس نسل سے تعلق رکھتی ہے“

”شٹ اپ“ مارتھا روہانسی ہو کر چیخی۔

جولیا اچھل کر کھڑی ہو گئی۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے مارتھا پر جھپٹ ہی تو پڑے گی۔

عمران نے یہ نقشہ دیکھا تو اٹھ کر دونوں کے درمیان حائل ہوتا ہوا بولا۔

”ارے دیکھو۔ خدا کے لیے۔۔۔ تم لوگ کوئی بُری مثال قائم نہ کر بیٹھنا“

”ہٹو سامنے سے!“ جولیا جھلا کر بولی ”میں دیکھوں گی کہ یہ کتنی مہذب اور باتمیز ہے“

”او ہا کیا مصیبت ہے“ عمران اُسے شانوں سے پکڑے ہوئے کرسی کی طرف دھکیل لے گیا۔ اور بٹھا دینے کی کوشش کرتا ہوا بولا ”کنفیوشس نے کہا ہے کہ

اگر دو عورتیں مرنے مارنے پر تیار نظر آئیں تو تم ڈھولک بجانا شروع کر دو۔"

مارتھا خاموش کھڑی غصے سے کانپ رہی تھی اور اس کی آنکھوں میں آنسو بھی تیر رہے تھے جولیا دوبارہ نہیں بیٹھی تھی اور اس نے عمران سے اپنے شانے بھی چھڑا لیے تھے۔

"میں جا رہی ہوں" وہ دروازے کی طرف مڑتی ہوئی عمران سے بولی "کوشش کروں گی کہ تمہیں کسی پرائیویٹ ہسپتال میں رکھا جائے۔"

"کیوں کوشش کرو گی تم۔" عمران نے متحیرانہ لہجے میں پوچھا۔

"اپنی مرضی کی مختار ہوں! ضروری نہیں کہ تمہیں وجہ بھی بتائی جائے۔" جولیا نے کہا اور باہر نکل گئی۔ عمران نے سیٹی بجانے کے سے انداز میں ہونٹ سکوڑے اور مارتھا کی طرف مڑا جو مسہری کی پٹی پر سر لگائے سسکیاں لے کر رو رہی تھی۔

"ارے باپ رے!" عمران پیٹ پر ہاتھ پھیرتا ہوا بڑبڑایا۔

عورتوں کو روتا دیکھ کر اس کا نروس ہو جانا پرانی کمزوری تھی۔ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اسے کس طرح چپ کرائے۔ کیا کرے۔ لیکن خاموش رہ جانا بھی بد اخلاقی تھی۔

لہٰذا وہ ہکلانے لگا "وہ۔ دیکھو۔ یعنی کہ وہ۔۔" پھر اردو میں بولا "جی نہ ہلکان کرو" اور جلدی سے انگریزی میں کہنے لگا "رونے سے معدہ خراب ہو جاتا ہے۔۔۔ یعنی کہ۔۔۔ بھلا بتاؤ میں کیا کر سکتا ہوں۔۔۔۔ اگر کسی مرد نے تمہاری شان میں گستاخی کی ہوتی تو گھونسے مار مار کر حلیہ بگاڑ دیتا۔"

وہ منہ چھپائے بدستور روتی رہی۔

اب عمران بھی خاموش ہو گیا تھا! اور اس طرح منہ بنائے کھڑا تھا جیسے کوئی سر بازار چپت رسید کر کے بھاگ گیا ہو۔!

بڑی دیر بعد رونا تھما اور وہ دوسری طرف منہ پھیر کر بیٹھ گئی۔ عمران سامنے اکڑا ہوا۔۔۔ لیکن وہ اسی طرح بیٹھی رہی۔ رونے سے پلکیں کسی طرح متورم ہو

گئی تھیں اور ہونٹوں کے ابھار پہلے سے نمایاں نظر آنے لگے تھے۔

عمران چپ چاپ اسے دیکھتا رہا۔

"مردوں پر کبھی اعتماد نہ کرنا چاہیئے۔" وہ بڑبڑائی "خواہ وہ کتنے ہی معصوم کیوں نہ نظر آتے ہوں۔"

"مرد آج کل ملتے ہی کہاں ہیں کہ ان پر اعتماد کرنے یا نہ کرنے کا سوال پیدا ہو۔"

"مت بولو مجھ سے!" وہ دوسری طرف مڑ گئی۔

"خفگی کی وجہ؟"

"تمہاری وجہ سے اس وقت میری توہین ہوئی ہے۔"

"میری وجہ سے کیوں؟"

"بس تمہارا خیال کر کے رہ گئی۔ ورنہ منہ نوچ لیتی اس کتیا کی بچی کا۔"

"تب تو غلطی ہوئی مجھ سے۔ خواہ مخواہ تمہارے درمیان آ گیا تھا۔ بتایا کیوں نہیں کہ اس کا منہ نوچ لینے کا ارادہ تھا۔"

"میں کہتی ہوں مت بولو مجھ سے۔"

"اچھا!" عمران نے سعادت مندانہ انداز میں کہا اور مسہری پر لیٹ کر کراہنے لگا۔

مارتھا تھوڑی دیر تک پھولی بیٹھی رہی۔۔۔ پھر عمران کی طرف مڑ کر بولی "کیا تکلیف بڑھ گئی ہے۔"

"میرا خیال ہے کہ شاید بڑھ ہی گئی ہے۔۔۔ ورنہ کراہتا کیوں۔"

"ڈاکٹر کو بلا لاؤں۔۔؟"

"نن۔ نہیں۔ ٹھیک ہو جائے گا۔"

پھر عمران اسے روکتا ہی رہا لیکن وہ چلی گئی۔ عمران آنکھیں بند کیے لیٹا رہا۔ کچھ دیر بعد جوزف نے آہستہ سے اسے آواز دی۔ اور ایک وزیٹنگ کارڈ اس کی طرف بڑھا دیا۔ جس پر سر سلطان کا نام تحریر تھا۔

"انہیں اندر بھیجدو۔" عمران نے کہا۔ "اور سنو ان کی موجودگی میں مارتھا کو بھی اندر نہ آنے دینا۔ کسی بہانے سے باہر ہی روکے رکھنا۔"

جوزف باہر چلا گیا اور دوسرے ہی لمحے میں سر سلطان دکھائی دیئے۔ عمران نے اٹھنا چاہا۔

"لیٹے رہو۔ لیٹے رہو۔" سر سلطان نے مضطربانہ انداز میں ہاتھ ہلا کر کہا۔

وہ مسہری کے قریب والی کرسی پر بیٹھ گئے۔

"یہ کیسے ہوا۔" انہوں نے پوچھا اور عمران کو ایک بار پھر وہ قصہ دہرانا پڑا۔

"بہت بڑھ گئے ہیں یہ لوگ۔" سر سلطان نے غصیلے لہجے میں کہا۔ "کیا بتاؤں کوئی ٹھوس ثبوت نہیں ہے ان لوگوں کے خلاف۔"

"فکر نہ کیجئے۔"

"جس کے ذریعے ثبوت فراہم کرنے کے مواقع ملنے کی امید تھی اس نے خودکشی کرلی۔"

عمران کچھ نہ بولا۔

اتنے میں باہر سے مارتھا کی آواز آئی۔ جو شاید جوزف کو سمجھانے کی کوشش کر رہی تھی۔ سر سلطان بھی چونک کر استفہامیہ انداز میں عمران کی طرف دیکھنے لگے۔

"لل۔ لڑکی۔" عمران آہستہ سے بولا۔

"وہ۔ وہی۔ دعاگو کی نرس۔" سر سلطان نے بھی رازدارانہ ہی لہجے میں پوچھا

"نرس نہیں سیکرٹری۔ بلواؤں۔؟"

"ہاں۔ آں۔ کیا حرج ہے۔" سر سلطان نے کہا اور نچلے ہونٹ پر زبان پھیر کر دروازے کی طرف دیکھنے لگے۔

"جوزف۔" عمران نے ہانک لگائی۔ "کون ہے۔ آنے دو۔!"

"نہیں آنے دوں گا باس!" جوزف نے باہر سے عربی میں جواب دیا "کیونکہ تم منع کر چکے ہو۔"

"اب کہتا ہوں آنے دو۔" عمران کی آواز غصیلی تھی۔

"ہرگز نہ آنے دوں گا باس۔ کیونکہ اس نے مجھے آبنوس کا کندۂ ناتراش کہا ہے۔"

"ارے تو بھی اسے مکھن کا پہاڑ کہہ کر معاف کر دے۔"

"کیا بات ہے۔" سر سلطان نے پوچھا

"میرا باڈی گارڈ ڈسک گیا ہے۔ کہتا ہے کہ چونکہ وہاں اس وقت سر سلطان بیٹھے ہیں اس لیے میں کسی کم مرتبہ عورت کو اندر نہیں جانے دوں گا۔"

"ارے نہیں۔ کوئی بات نہیں۔!" سر سلطان نے بڑے خلوص سے کہا اور پھر نچلے ہونٹ پر زبان پھیرنے لگے۔

"جوزف کیا مجھے اٹھنا پڑے گا۔" عمران نے پھر ہانک لگائی۔

"اچا۔ چھا۔ باس آرہی ہے۔" جوزف نے مردہ سی آواز میں کہا۔

دوسرے ہی لمحے میں دروازہ کھلا اور مارتھا اندر داخل ہوئی۔۔۔ سر سلطان کو اٹھنا ہی پڑا۔ حالانکہ وہ ایک کم رتبہ لڑکی تھی۔ لیکن اس نسل سے تعلق رکھتی تھی۔ جس میں عورت کا احترام بطور فیشن رائج ہے اس لیے وہ بیٹھے کیوں رہتے۔

"آپ۔!" عمران نے سر سلطان کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ "منسٹری آف فارن افیئرز کے سیکرٹری ہیں۔"

مارتھا ہکا بکا رہ گئی۔ پھر عمران نے مارتھا کی شان میں قصیدہ شروع کیا۔ "مس مارتھا۔۔۔۔ آکسفورڈ یونیورسٹی میں ڈومیسٹک افیئرز کی لیکچرر تھیں۔۔۔ آج کل ڈاکٹر دعاگو سے نفسیات پڑھ رہی ہیں۔"

"بڑی خوشی ہوئی آپ سے مل کر۔" سر سلطان نے مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھایا اور وہ مارتھا کا کپکپاتا ہوا ہاتھ کچھ دیر تک سنبھالے رہے۔ وہ بہت زیادہ مرعوب ہوگئی تھی۔ کیونکہ اس کے ملک میں وزارتوں کے سیکرٹری وزیروں سے بھی زیادہ اہمیت رکھتے ہیں

"بیٹھیے۔" سر سلطان نے کرسی کی طرف اشارہ کیا۔

"جی۔ جی... ہاں... شکریہ جناب!" مارتھا کی سانس پھول رہی تھی۔

"کرادو اس کا بھی تعارف آپ کے اسٹینو سے۔" عمران نے اردو میں پوچھا۔

"مت بکواس کرو۔" سر سلطان نے آہستہ سے کہا۔ اور مارتھا سے انگریزی میں پوچھا۔ "آپ لوگوں کو یہاں ہسپتال میں کوئی تکلیف تو نہیں ہے۔"

"نہیں جناب یہاں کے لوگ بڑے اچھے ہیں۔"

"شکریہ۔!" سر سلطان مسکرائے اور عمران ٹھنڈی سانس لے کر بجھے بجھے سے کراہنے لگا

"سنا ہے ڈاکٹر دعاگو بڑے باکمال آدمی ہیں۔" سر سلطان نے پوچھا۔

"جی ہاں۔ وہ ایک اچھے ماہر نفسیات ہیں۔"

"کبھی ملوں گا۔ ہے"

"میرا خیال ہے کہ اب آپ ان سے مل سکیں گے۔ ڈاکٹر نے اجازت دیدی ہے"

"یہاں نہیں۔" سر سلطان نے کہا اور عمران کی طرف ہاتھ بڑھا کر اردو میں بولے "اچھا برخوردار اب میں چلا۔ بہت محتاط رہو۔"

"اس لڑکی سے۔!" عمران نے حیرت سے کہا۔

"گدھے پن کی باتیں ہر وقت نہ کیا کرو۔" مصافحہ کرکے وہ رخصت ہو گئے مارتھا باہر تک انہیں چھوڑنے گئی۔ لیکن عمران بدستور لیٹا رہا۔

واپسی پر مارتھا نے ہانپتے ہوئے اس سے کہا۔ "اتنے بڑے بڑے لوگ تم سے ملنے آتے ہیں مگر تم نے میرے متعلق ایک غلط بات کیوں کہہ دی تھی۔ ارے میں تو آکسفورڈ کی شکل بھی نہیں دیکھ سکی تھی۔"

"فارن افیئرز کے محکمے کی چیز ڈومیسٹک افیئرز ہو سکتے ہیں اس لیے کہہ دیا تھا۔ ان حضرت کے ڈومیسٹک افیئرز بہت موٹے ہیں۔ تمہیں دیکھ کر خوش ہو گئے ہوں گے۔"

"تم ہر ایک کا مضحکہ اڑانے لگتے ہو۔" مارتھا نے بلاؤز کے گریبان میں ہاتھ ڈال کر ایک

پڑیا نکالتے ہوئے کہا۔ "ڈاکٹر نے کہا ہے کہ اسے پانی کے ساتھ دیدو سوزش کم ہو جائیگی"

"میں ڈاکٹر دعاگو سے ملنا چاہتا ہوں"

"میں مل چکی ہوں۔ اچھے ہیں۔... تمہارے متعلق بتایا تھا افسوس کر رہے تھے۔ تمہارے لیے خاص طور پر تاکید کی ہے کہ اچھی طرح دیکھ بھال کروں۔"

"تو پھر کرو نا۔" عمران کراہا۔

"تم مجھے بتاؤ کہ وہ کتیا کون تھی۔"

"سویڈش قسم کی فاکس ٹیریر۔! آنٹی نائنٹین ففٹی نائن... میں کیا کروں... ساری لڑکیاں چغد قسم کے آدمیوں میں بڑی دلچسپی لیتی ہیں بشرطیکہ وہ ان کے شوہر نہ ہوں"

"کتنی لڑکیوں سے دوستی ہے تمہاری۔"

"دوستی تو کسی سے نہیں ہے۔"

"پھر کیوں دوڑی آتی ہیں تمہیں دیکھنے۔"

"ہو سکتا ہے کہ انہیں کوئی دوسرا چغد دستیاب کرنے میں دشواری پیش آتی ہو۔!"

"سنجیدگی سے گفتگو کرو۔ میں سنجیدہ ہوں۔ میری تو آج تک کسی سے ایسی دوستی ہوئی جیسی تم سے ہے۔"

جھ سے تے۔ عمران بوکھلا کر اٹھ بیٹھا۔ پھر بازو دباتے ہوئے "سی سی" کرتا ایک جھکتا چلا گیا۔

یا ہوا۔ کیا ہوا۔" وہ گھبرا کر دوڑ پڑی۔ "تم بڑے بے احتیاط ہو... خدا کی قسم بڑے لاپرواہ" اسے سیدھا کرنے کی کوشش کرنے لگی۔

ٹھیک اسی وقت جوزف بھی اندر داخل ہو کر دہاڑنے لگا۔ "باس میں اسے برداشت نہیں

"

جاؤ۔ باہر نکلو... شور مت مچاؤ۔" مارتھا اس کی طرف مڑے بغیر بولی۔

بات ہے۔" عمران کراہا۔

تمہارے باپ نے مجھے ٹیلیفون پر گالیاں دی ہیں۔

★

عمران نے اسے گھور کر دیکھا پھر چند لمحے جلدی جلدی پلکیں جھپکاتے رہنے کے بعد بولا۔ "خواہ مخواہ گالیاں دی ہیں"

"نہیں میں بھی اکڑ گیا تھا۔ کیوں دبوں ایسے آدمی سے جسے اپنی اولاد کی بھی پرواہ نہ ہو۔!"

"او شب دیجور کے بچے۔ بات کیا تھی"

"کہنے لگے تو بدمعاش ہے۔ اپنے باس کو غنڈہ گردی سکھاتا ہے۔ تیرے ریوالوروں کے لائسنس ضبط کر لیے جائیں گے"

"بھاگ جاؤ۔" عمران ہاتھ ہلا کر بولا۔

"لل... لیکن باس۔ ریوالوروں کے لائسنس۔ میں تو بے موت مر جاؤں گا۔ آج تک خالی ہاتھ نہیں رہا میرے پاس ریوالور نہ ہو تو بالکل ایسا ہی معلوم ہوتا ہے جیسے میں بیوہ ہو گیا ہوں؟"

"بس جاؤ۔" عمران نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ "اللہ نے چاہا تو تمہارا سہاگ قائم رہے گا۔"

جوزف باہر چلا گیا اور مارتھا ہنسنے لگی۔ پھر بولی۔ "لیٹو۔ لیٹو۔ تم اٹھے کیوں؟"

"میں اگر لیٹا ہی رہا تو اس کا سہاگ برقرار نہ رہ سکے گا!" عمران کراہا۔

"جہنم میں جائے۔ میں کہتی ہوں تمہیں آرام کی ضرورت ہے"

"ہے تو۔" عمران مردہ سی آواز میں بولا۔ "لیکن لوگ آرام کہاں کرنے دیتے ہیں۔ یہ تمہارے دعاگو صاحب کوئی ایسا بھی عمل جانتے ہیں جس میں درد میں کمی واقع ہو سکے"

"میرا خیال ہے کہ وہ ایسا کر سکتے ہیں۔ چند ماہ گزرے ایک مریض آیا جو کئی دن ے شدید قسم کے درد میں مبتلا تھا اس وقت وہ کراہ رہا تھا جب ڈاکٹر نے اے دیکھا تھا پھر وہ اسے ایک مخصوص کمرے میں لے گئے اور آدھے گھنٹے بعد جب وہ مریض ان کے ساتھ واپس آیا تو ایسا لگ رہا تھا جیسے ان کی شخصیت ہی بدل گئی ہو۔ ہونٹوں پر مسرت آمیز چمک تھی۔ اس نے اپنے ساتھی سے بچکانہ انداز میں یخ کر کہا تھا کہ درد حیرت انگیز طور پر رفع ہو چکا ہے"

"کیا واقعی ڈاکٹر جادوگر ہے۔" عمران حیرت سے بولا۔

"پتہ نہیں۔!"

"آخر اس نے کیا کیا ہوگا۔"

"خدا جانے۔ وہ کمرہ ساؤنڈ پروف ہے۔ آوازیں باہر نہیں آ سکتیں"

عمران کسی سوچ میں پڑ گیا۔ پھر تھوڑی دیر بعد بولا۔ "مجھے ڈاکٹر کے پاس ے چلو۔ بڑی تکلیف محسوس کر رہا ہوں شاید وہ کچھ کر سکیں۔"

"اچھا!" وہ اٹھتی ہوئی بولی۔ "میں پوچھ آؤں۔"

اس کے جانے کے بعد عمران بھی باہر آیا۔ اور جوزف سے بولا۔ "اپنا ایک والور مجھے دے دو۔"

جوزف نے ریوالور ہولسٹر سے نکال کر اسے دیتے ہوئے کہا۔ "سارے بیر بھرے ہوئے ہیں۔"

عمران پھر واپس آ کر لیٹ گیا۔ ریوالور کوٹ کی جیب میں ڈال دیا تھا۔ ارتھا نے اطلاع دی۔ کہ ڈاکٹر دعاگو اس سے ایک گھنٹے کے بعد مل سکیں گے۔

"کیوں ابھی کیوں نہیں؟" عمران نے پوچھا۔

"اس کے کچھ معتقدین بیٹھے ہیں۔"

"اوہ تو یہ لوگ بیچارے ڈاکٹر کو ہسپتال میں بھی چین نہ لینے دیں گے۔"

"ڈاکٹر کو اس بات پر افسوس ہے کہ اس حادثہ کی خبر اخبارات میں بھی آگئی۔ ایسا نہ ہونا چاہیئے تھا۔"

"اکثر ہو ہی جاتا ہے۔" عمران نے مایوسانہ انداز میں کہا۔

"لیکن تمہارے ملک کے لوگ بھی حیرت انگیز ہیں۔"

"یقیناً۔ یقیناً۔ لیکن مارتھا تم نے کبھی اس سوئی کے متعلق بھی سوچا جو تمہارے بازو میں پیوست ہو گئی تھی۔"

"بہت سوچا ہے۔"

"کیا سوچا۔"

"کوئی خاص بات نہیں سوچی۔ بس یہی سوچتی رہی ہوں کہ آخر سوئی پھینکنے والے کون تھے اور کیا چاہتے تھے۔"

"بڑی عجیب بات ہے۔ کیا یہ ممکن ہے کہ کوئی شخص اپنے دشمنوں سے واقف نہ ہو۔"

"یقین کرو عمران میں نہیں جانتی ۔ نہ یہاں کسی سے میری دوستی ہے اور نہ دشمنی۔ میں تو ہمیشہ سے الگ تھلگ زندگی گزارنے کی عادی رہی ہوں۔ یہاں نہ کوئی میری گرل فرینڈ ہے اور نہ بوائے فرینڈ۔ پھر جب کسی سے دوستی ہی نہیں تو دشمنی کا سوال ہی نہیں۔ کیوں کہ دوستیاں ہی دشمنی میں تبدیل ہو جایا کرتی ہیں۔"

"اچھا یہ بتاؤ میری دوست ہو یا دشمن۔"

"تم کس گنتی میں ہو۔" مارتھا ہنس پڑی۔

"نہیں۔ سنجیدگی اختیار کرو۔!" عمران بےحد سنجیدہ ہو کر بولا۔ "میں سوچ رہا ہوں کہ

وہ سوئی بھی میرے ہی لیے تھی جو غلطی سے تمہارے بازو میں لگی۔"

"نہیں۔" مارتھا اچھل پڑی۔ اس کی آنکھوں سے خوف جھانکنے لگا تھا۔

"کوئی ایسا ہے جو نہیں چاہتا کہ میں تمہارے ساتھ رہوں۔"

"عمران یقین کرو ڈیئر۔ میری کسی سے بھی دوستی نہیں۔" اس نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا اور خاموش ہو گئی۔ چہرے پر تشویش کے گہرے سائے نظر آرہے تھے۔

کچھ دیر بعد بولی۔ "ہاں حالات ایسے ہی ہیں ۔ میں تمہیں کسی طرح بھی یقین نہ دلا سکوں گی کہ آخر کوئی تم پر حملے کیوں کر رہا ہے۔ یہ گولی جو تمہارے بازو میں لگی ہے اتفاقیہ تو نہیں ہو سکتی۔"

"مت سوچو۔" عمران سر ہلا کر بولا۔ "ذہن کو مت تھکاؤ۔"

"لیکن میں تمہیں کیسے یقین دلاؤں کہ میں اس کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتی۔"

"مجھے یقین دلانے کی ضرورت ہی کیا ہے۔"

مارتھا اسے پھٹی پھٹی آنکھوں سے دیکھتی رہی پھر آنکھیں دھندلا گئیں اور دو موٹے موٹے قطرے رخساروں پر ڈھلک آئے۔

عمران بظاہر تشویش کن انداز میں دوسری طرف دیکھ رہا تھا لیکن اس سے لاعلم نہیں تھا کہ وہ رو رہی ہے۔

دفعتاً وہ اس کی طرف مڑا اور حلق سے ایک تحیر آمیز آواز نکالی پھر بولا۔ "ارے یا تو میں نے کیا کہہ دیا ہے جو اس طرح رو رہی ہو۔"

وہ کچھ نہ بولی۔ لیکن اب سسکیاں بھی آنسوؤں کا ساتھ دینے لگی تھیں دونوں تھوں سے منہ چھپا کر وہ مسہری کی پٹی پر جھک گئی۔

"جب کوئی عورت رونے لگتی ہے تو میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اس سے چھڑدی

ظاہر کروں یا دو چار ہاتھ مار کر جدھر سینگ سمائے دوڑتا چلا جاؤں۔"

مارتھا کی سسکیاں اور تیز ہو گئیں۔

"اور جب کوئی عورت رونے لگتی ہے تو میرا دل چاہتا ہے کہ ساری دنیا کی عورتوں کو قتل کر دوں۔"

اتنے میں جوزف پھر اندر گھس آیا۔

"تم بالکل گدھے ہو۔" عمران نے جھلا کر عربی میں کہا۔ "جب کہیں احمقوں کا پورا جوڑا موجود ہو تو آواز دے کر آیا کرتے ہیں۔"

جوزف نے دانت نکال دیئے اور بولا۔ "میں جانتا ہوں باس کہ تم اس معاملے میں عدیم المثال ہو۔ اس لیے ضرورت نہیں سمجھی تھی۔ لیکن یہ سفید بندریا رو کیوں رہی ہے۔"

"بکواس بند کرو۔ اور نکل جاؤ۔"

"میں صرف یہ پوچھنے آیا تھا باس کہ کیا پھر کوئی خطرہ محسوس کر رہے ہو۔"

"کیوں؟"

"ریوالور لیا تھا ابھی۔"

"اوہ۔ وہ کچھ نہیں بس احتیاطاً۔ جاؤ دفع ہو جاؤ۔"

جوزف مارتھا پر اچٹتی سی نظر ڈال کر باہر نکل گیا۔ مارتھا اب خاموش تھی آنسو خشک کر لیے تھے اور منہ پھلائے بیٹھی تھی پلکیں بھی کسی قدر متورم نظر آنے لگی تھیں اور ناک کے نتھنے سرخ ہو گئے تھے۔

عمران اس سے کچھ نہ بولا۔ فی الحال چھیڑنا نہیں چاہتا تھا چپ چاپ لیٹ کر ہولے ہولے کراہنے لگا لیکن مارتھا اس کی طرف متوجہ نہ ہوئی۔

عمران کا ذہن اب پھر ڈاکٹر دعاگو اور اس کی پراسرار شخصیت میں الجھ کر رہ گیا تھا

کچھ دیر بعد مارتھا نے وینٹی بیگ سے آئینہ نکالا اور پاؤڈر لف سے گالوں پر ہلکی ہلکی تھپکیاں دیتی رہی۔ آنسوؤں نے میک اپ تباہ کر دیا تھا۔

جب وہ باہر جانے لگی تو عمران صرف کھکھار کر رہ گیا۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ وہ دعاگو کے ہی پاس جا رہی ہے۔

واپسی میں زیادہ دیر نہیں لگی تھی اور اس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا تھا "اب تم چل سکتے ہو۔"

عمران نے اٹھ کر کوٹ پہنا! زخمی بازو والی آستین مارتھا نے بڑی احتیاط سے شانے تک چڑھائی تھی۔ لیکن اس دوران میں کچھ بولی نہیں تھی، انداز ایسا ہی تھا جیسے وہ عمران سے خفا ہو گئی ہو۔!

عمران باہر نکل آیا۔ ڈاکٹر کے کمرے تک مارتھا ہی نے رہنمائی بھی کی۔ لیکن وہ اندر نہیں گئی۔

ڈاکٹر آرام کرسی پر نیم دراز اخبار دیکھ رہا تھا۔ عمران کو دیکھ کر اخبار ایک طرف ڈالتا ہوا سیدھا ہو بیٹھا۔ ہونٹوں پر خفیف سی مسکراہٹ تھی۔

"میں اٹھ کر تم سے مصافحہ نہیں کروں گا۔" اس نے کہا۔ "بس بیٹھ جاؤ۔ اور اپنی خیریت بتاؤ۔"

"سب خیریت ہی ہے ڈاکٹر۔" عمران طویل سانس لے کر بولا اور سامنے والی کرسی پر بیٹھ گیا۔

"مجھے افسوس ہے میرے بچے۔ میری وجہ سے تمہیں بڑی تکلیف اٹھانی پڑی۔"

"آپ کی وجہ سے؟" عمران نے حیرت سے کہا۔

"ہاں میری وجہ سے۔ اور تم بھی خواہ مخواہ بننے کی کوشش نہ کرو۔ بھلا تم پر اندھیرے میں فائر کیے جانے کا کیا مطلب تھا۔"

"لل... لیکن ——"

"کچھ نہیں پوری بات سنو! مجھے دراصل سزا مل رہی ہے —— کیونکہ میں نے ایک نامعلوم آدمی کا کہنا ماننے سے انکار کر دیا تھا —— کوئی نامعلوم آدمی مجھ سے یہ چاہتا ہے کہ میں اس کے لیے جاسوسی کروں! اس نے مجھے ایک خط لکھا تھا جس میں اس نے کہا تھا کہ میں محکمہ خارجہ کی سراغرسانی بڑی آسانی سے کر سکتا ہوں۔ کیونکہ اس محکمے کے بڑے بڑے آفیسر میرے معتقد ہیں۔ میں ان سے اس کے مطلب کی بہت سی باتیں معلوم کر سکتا ہوں —— اس نے یہ بھی لکھا تھا کہ اگر میں اس پر آمادہ ہو سکوں تو اسے خط لکھ کر ایک مخصوص جگہ پر رکھ دوں، جہاں سے وہ اس تک پہنچ جائے گا۔ میں نے نہ صرف انکار لکھ دیا بلکہ دھمکی بھی دی کہ اگر اس نے آئندہ مجھے کوئی خط لکھا تو وہ پولیس کے حوالے کر دیا جائے گا۔"

عمران تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا۔ پھر بولا "آخر آپ یہ سب کچھ مجھے کیوں بتانا چاہتے ہیں۔"

ڈاکٹر دعاگو کے ہونٹوں پر ایک معنی خیز سی مسکراہٹ آئی اور پھر اس نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا "برخوردار تمہیں اس لئے بتا رہا ہوں کہ تم ڈپٹی سیکرٹری کی موت کا ذمہ دار مجھے سمجھتے ہو ——"

"ارے توبہ توبہ!" عمران منہ پیٹتا ہوا بولا "بھلا آپ کو کیوں۔"

"چونکہ تمہارا پیشہ یہی ہے اس لئے تم ہر چیز کو اسی عینک سے دیکھنے کے عادی ہو گئے ہو۔"

"میں نہیں سمجھا ——"

"کیا تم پولیس کے لئے کام نہیں کرتے۔"

"کرتا تو ہوں ——"

"پھر ——؟"

"لیکن بھلا آپ کے معاملے میں اس کی گنجائش کہاں۔" عمران نے کہا۔

"ہو یا نہ ہو۔ لیکن تم جیسے لوگ گنجائش پیدا ہی کر لیتے ہیں۔" ڈاکٹر دعاگو بائیں آنکھ دبا کر مسکرایا۔

"ہو گا ——" عمران لاپروائی سے شانے سکوڑ کر ڈھیلے چھوڑتا ہوا بولا "میں تو آپ سے اپنی ممی کی خیریت دریافت کرنے آیا تھا کہ ڈپٹی سیکرٹری کی خودکشی اچانک سامنے آ گئی۔ ورنہ بھلا میں کیا جان سکتا کہ ڈپٹی سیکرٹری قسم کے لوگ بھی دعا تعویذ کے قائل ہوتے ہیں۔"

"کچھ بھی سہی —— تم خطرے میں ہو —— دو زہریلی سوئیوں سے بچ جانے کے بعد ریوالور کا شکار بالآخر ہو ہی گئے۔"

"ارے تو کیا وہ سوئیاں بھی میرے ہی لئے تھیں۔"

"قطعی تھیں۔"

"آپ کیسے کہہ سکتے ہیں جناب۔"

"میرا منطقی شعور ——" ڈاکٹر داہنی کنپٹی پر انگلی رکھ کر بولا۔

عمران کچھ نہ بولا۔ ڈاکٹر اسے داد طلب نظروں سے دیکھتا رہا۔ کچھ دیر بعد عمران نے کہا "لیکن ایک بات سمجھ میں نہیں آتی۔ آخر ان سوئیوں کا مقصد کیا تھا جب کہ دو شکاروں میں سے ایک بھی نہ مر سکا —— لیکن کیا اندھیرے میں چلائی جانے والی گولی بھی مجھے بخش دی —— یہ تو محض اتفاق تھا کہ وہ بازو ہی میں لگی ورنہ تھوڑی سی اور ہٹ جاتی تو براہ راست دل ہی میں سوراخ ہوتا ——"

"ہاں یہ بات قابل غور ہے۔" ڈاکٹر دعاگو کچھ سوچتا ہوا بڑبڑایا۔ پھر تھوڑی دیر بعد بولا "اگر میرا معاملہ ہوتا تو میں سوچتا کہ شاید وہ لوگ اسطرح مجھے اپنی خدمت پر آمادہ کرنا چاہتے ہیں۔ خوفزدہ کر کے مجھے مجبور کرنا چاہتے ہیں کہ ان کا کام کرنے پر تیار ہو جاؤں

اور میرے ساتھ تو شائد یہی ہوا ہے مجھے یقین ہے کہ بلی کے پنجے زہریلے تھے۔ لیکن زہر مہلک نہیں تھا۔ صرف کچھ دنوں کے لئے جسمانی نظام معطل کر دینے کے لئے کوئی ہلکے قسم کا زہر تھا تاکہ زندہ تو رہوں لیکن ان لوگوں سے مرعوب ہو جاؤں اور وہ مجھ سے جو کام چاہیں لے سکیں۔"

"لیکن وہ سوئیاں —" عمران نے پھر اپنا سوال دہرایا۔

"خدا جانے —" ڈاکٹر اکتائے ہوئے لہجے میں بولا۔ اور اپنی پیشانی رگڑنے لگا

"خیر ماریئے گولی!" عمران تھوڑی دیر تک کچھ سوچتے رہنے کے بعد بولا۔" اب اگر آپ ان کا کام کرنے پر آمادگی ظاہر کرنا چاہیں تو کس طرح کریں گے۔

"تھری سیون ایٹ نائٹ پر فون کر کے —" ڈاکٹر بھرائی ہوئی آواز میں ب

"تو پھر آپ نے ٹیلی فون ڈائرکٹری کی سطریں تک گن ڈالی ہوں گی؟"

"قدرتی بات ہے؟"

"وہ کس کا نمبر ہے؟"

"اپنے یہاں کے محکمۂ سراغرسانی کے ایک انسپکٹر کا —" ڈاکٹر نے تشویش کن لہجے میں کہا۔

"پھر آپ نے کیا کیا —"

"یہی کہ کبھی اس نمبر کو آزمانے کی کوشش نہیں کی —"

"ہوں —" عمران متفکرانہ انداز میں سر ہلا کر بولا۔" اب کیا ارادہ

"سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کروں —"

"ڈوہرنگ سے آپ کے کیسے تعلقات ہیں —"

"کبھی اس سے ملنے کا اتفاق نہیں ہوا — نام اکثر سننے میں آیا ہے۔ پھ جب اسکی لڑکی تمہارے ساتھ ناچتے وقت زہریلی سوئی کا شکار ہوئی تو بہت زیا

سننے میں آیا — یہ سنا ہے کہ اسوقت یہ کہانی شہر کے بچے بچے کی زبان پر ہے۔"

"اچھا ایک بات اور" عمران اسکی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔" وہ بلی کیسی تھی جس کے پیچھے خونخوار بلا اندر آیا تھا؟"

"ایک ہی جھلک دیکھ سکا تھا — غالباً سیامی تھی — رنگ سیاہ تھا۔"

نہ جانے کیوں عمران کو ایسا محسوس ہوا جیسے قریب ہی کہیں کوئی تیسرا آدمی بھی موجود ہو — وہ اٹھ کر تیزی سے کھڑکی کے قریب پہنچا اور سر باہر نکال کر اِدھر اُدھر دیکھنے لگا — اس کھڑکی میں سلاخیں نہیں تھیں اور یہ عقبی لان کی طرف کھلتی تھی —

دور دور تک کوئی نظر نہ آیا۔ وہ پھر اپنی جگہ پر واپس آ گیا۔ ڈاکٹر دعاگو اسے ٹٹولنے والی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ اس سے نظر ملتے ہی عمران تھوڑا سا مسکرایا۔ اور پھر بے حد سنجیدہ نظر آنے لگا تھا۔

"کیوں کیا بات ہے؟" ڈاکٹر نے پوچھا۔

"کچھ نہیں۔ اب اپنے سائے سے بھی بھڑکنے لگا ہوں؟"

"تم جیسے لوگوں کے لئے اچھی ہی بات ہے؟" ڈاکٹر دعاگو نے بائیں آنکھ دبا کر کہا

پھر وہ دونوں ہی کچھ سوچنے لگے۔

"اب تم کیا کرو گے —" ڈاکٹر نے پوچھا۔

"آپ کو مشورہ دوں گا کہ ان لوگوں سے ضرور رابطہ قائم کیجئے"

"لیکن اگر میں کسی مصیبت میں پھنس گیا تو — ہو سکتا ہے کہ —!" وہ جملہ پورا کرنے سے قبل ہی خاموش ہو گیا۔

عمران اُسے ٹٹولنے والی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ لیکن وہ کچھ نہ بولا۔

دفعتاً کسی نے دروازے پر بہت ہی زوردار قسم کی دستک دی اور ڈاکٹر جھنجھلا

کر چیخا "کون ہے ؟"

"باس!" باہر سے جوزف کی غراہٹ سنائی دی "وہ سفید بندیا بیہوش ہو گئی ہے اور اس کے منہ سے بکثرت رال بہہ رہی ہے ——"

★

عمران کے ساتھ ہی ڈاکٹر دعاگو بھی دوڑ پڑا تھا! حالانکہ ڈاکٹر نے اسے کمرے سے باہر نکلنے کی اجازت نہیں دی تھی۔

وہ اس وقت کمرے کے قریب پہنچے جب بیہوش مارتھا کو اسٹریچر پر ڈال کر آپریشن تھیٹر کی طرف لے جایا جا رہا تھا ——

عمران نے بھی اس کے منہ سے رطوبت بہتی دیکھی۔ اسٹریچر کے ساتھ ایک لیڈی ڈاکٹر اور دو نرسیں بھی تھیں۔ عمران کے استفسار پر لیڈی ڈاکٹر نے کہا! "یہ علامات بھی زہر ہی کے ہیں ——"

وہ اسے آپریشن تھیٹر میں لے گئیں —— عمران اور ڈاکٹر دعاگو باہر ہی رک گئے تھے۔

"یہ کیا مصیبت ہے ——" عمران بڑبڑایا۔

"مصیبت ہے میری" ڈاکٹر دعاگو پیشانی پر ہاتھ مار کر بولا! "وہ مردود یہی جتانا چاہتا ہے کہ جس وقت چاہے مجھے یا میرے متعلقین کو ختم کر سکتا ہے اور اس کا بال بھی بیکا نہ ہوگا ——!"

عمران کچھ نہ بولا۔ اس کی آنکھوں میں گہرے تفکر کے آثار تھے۔

تقریباً آدھے گھنٹے کے بعد لیڈی ڈاکٹر واپس آئی —— اس کی آنکھوں سے

مایوسی جھلک رہی تھی ——

"کک کیوں —— کیا بات ہے" ڈاکٹر دعاگو نے ہکلا کر پوچھا۔

"اس بار قطعی امید نہیں ہے"

"نہیں ——" دعاگو تقریباً چیخ پڑا۔ پھر اگر عمران آگے بڑھ کر دائیں بازو کا سہارا نہ دیتا تو شاید چکرا کر گر ہی گیا ہوتا۔

"لیکن ——" لیڈی ڈاکٹر آہستہ سے بولی "اگر ایک منٹ کیلئے بھی ہوش آ گیا تو شاید اسے بچایا جا سکے ——!"

"کیا زہر ہے ؟" عمران نے پوچھا۔

"بہت ہی مہلک" لیڈی ڈاکٹر نے کہا "لیکن اللہ کی ذات سے مایوس نہ ہونا چاہیے"

وہ پھر اندر چلی گئی۔

"عمران ——" ڈاکٹر دعاگو بھرائی ہوئی آواز میں بولا "مارتھا بڑی اچھی لڑکی ہے۔ میری کوئی اولاد نہیں... میں نے اسے ہمیشہ اپنی بیٹی کی طرح چاہا ہے اگر وہ مر گئی تو کیا ہوگا —— میری زندگی کا وہ خلاء کس طرح پر ہوگا"

"حوصلہ رکھو ڈاکٹر —— وہ واقعی بہت اچھی لڑکی ہے ——"

"دیکھو —— اُس کے خلوص ہی کا اثر ہے کہ یہاں کا عملہ کتنی جلدی اُس سے مانوس ہو گیا" ڈاکٹر نے کہا۔

عمران کچھ نہ بولا۔ تھوڑی دیر بعد لیڈی ڈاکٹر پھر دکھائی دی۔ اب اُس کے چہرے پر سراسیمگی کے آثار تھے۔

"ہوش آ گیا ہے —— لیکن —— لیکن ——"

"لیکن کیا" ڈاکٹر بوکھلا کر کھڑا ہو گیا "جلدی کہو"

"خون کی قے ہوئی ہے ۔ جس میں خون کے لختے بھی شامل ہیں ۔ وہ آپ دونوں کو دیکھنا چاہتی ہے ۔"

"چلو ۔ چلو ۔ ۔ ۔" ڈاکٹر کانپتی ہوئی سی آواز میں بولا ۔ "عمران مجھے سہارا دو — میری آنکھوں میں اندھیرا چھا رہا ہے ۔"

وہ دونوں آپریشن تھیٹر میں آئے ۔ مارتھا میز پر چت پڑی تھی ۔ ۔ ۔ ویران ویران سی آنکھیں چھت کی طرف نگراں تھیں ۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ اپنی بینائی کھو بیٹھی ہو ۔ !

"مارتھا !" ڈاکٹر مضطربانہ انداز میں میز کی طرف جھپٹا ۔

"ڈاکٹر !" وہ چھت سے نظر ہٹائے بغیر آہستہ سے بولی ۔ "عمران کہاں ہے ؟"

"وہ بھی ہے ۔ تم کیسی ہو ؟"

"عمران — تم ادھر آؤ بائیں جانب —" مارتھا نے کہا اور عمران چپ چاپ قریب چلا گیا ۔

"تم چپ کیوں ہو عمران —" اس نے اپنا بایاں ہاتھ اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا ۔ "میرا ہاتھ پکڑ لو — تم بھی ڈاکٹر —"

دایاں ہاتھ ڈاکٹر کی طرف بڑھ گیا ۔ لیکن آنکھیں اب بھی چھت ہی پر لگی تھیں —

"تم دونوں میرے ہاتھ پکڑ لو — مجھے روک لو ۔ میں مرنا نہیں چاہتی ۔ ۔ ۔ ۔ ڈاکٹر اپنا فن آزماؤ — مجھے بچا لو — میں مرنا نہیں چاہتی —"

"تم زندہ رہو گی بے بی — یہ مت سوچو !" ڈاکٹر بھرائی ہوئی آواز میں بولا ۔ اس کی آنکھوں سے موٹے موٹے قطرے ڈھلک کر ڈاڑھی میں جذب ہوتے جا رہے تھے —

"عمران بولو ۔ تم چپ کیوں ہو ۔ ۔ ۔ ۔ مجھے سنبھالو ڈیئر —"

عمران صرف تھوک نگل کر رہ گیا اس کا حلق خشک ہو گیا تھا ! سمجھ میں نہیں آ رہا تھا

اے کیا کہنا چاہئے ۔ اس کے لئے قطعی نئی سچویشن تھی — ویسے وہ سوچ رہا تھا کہ ر تھا شاید ہی بچ سکے ۔ چہرے پر مردنی چھا گئی تھی اور آنکھوں کے نیچے سیاہ حلقے بت نمایاں ہو گئے تھے ۔

"مم میں نے اکثر بڑی سخت باتیں تمہیں کہہ دی تھیں ۔ مجھے معاف کر دو عمران !"

"تم اچھی ہو جاؤ گی — بے بی — مطمئن رہو ۔"

"مجھے یقین نہیں —" مارتھا نے گہری سانس لی ۔ "کلیجہ کٹا جا رہا ہے ۔ ایسا محسوس ور رہا ہے جیسے سینہ جہنم بن گیا ہو — کیسی جلن ہے — خدا رحم کر ۔ اے خدا رحم کر ۔ دونوں یہاں سے چلے جاؤ — جتنی جلدی ممکن ہو — میں نے صراحی سے پانی پیا ھا ۔"

عمران اس کا ہاتھ چھوڑ کر دروازے کی طرف جھپٹا ۔

مارتھا کے کمرے کے سامنے جوزف اب بھی موجود تھا ۔

"اس کے بعد سے کوئی اندر تو نہیں گیا ۔" عمران نے اس سے پوچھا ۔

"نہیں باس !" جوزف بولا ۔ "وہ اب کیسی ہے ؟"

عمران جواب دیئے بغیر اندر گھس گیا — سب سے پہلے صراحی پہ نظر پڑی — راحی میں پانی بھی موجود تھا ۔ عمران نے جوزف کو آواز دی ۔ اور اس سے کہا ۔ "تم ہاں ٹھہرو ۔ کمرہ اندر سے بند کر لینا — میں ابھی آیا ۔"

پھر پُشت پہ کھلنے والی کھڑکی پہ نظر ڈالی جو بند تھی اور چٹخنی بھی چڑھی ہوئی ھی ۔

"کیا بات ہے باس ۔" جوزف نے تشویش کن لہجے میں پوچھا ۔

"وہ مر رہی ہے جوزف ۔ اس بار اسے پانی میں زہر دیا گیا ہے ۔"

"پانی میں —" جوزف نے حیرت سے آنکھیں پھاڑ دیں ۔

"اس صراحی کا پانی زہریلا ہے۔" عمران نے صراحی کی طرف اشارہ کیا۔

"کیا ــــ!" جوزف حلق پھاڑ کر چیخا۔

"شور مت مچاؤ۔ یہ ہسپتال ہے۔" عمران نے ناخوشگوار لہجے میں کہا

"ارے اب میں بھی مر جاؤں گا۔" جوزف خوفزدہ آواز میں بولا۔ "تم کہتے ہو شور نہ مچاؤ ــــ"

"کیوں تو کیوں مر جائے گا ــــ" عمران نے آنکھیں نکالیں۔

"ابھی ابھی تو پیا ہے میں نے اس میں سے پانی ــــ" وہ پیٹ پر ہاتھ پھیرتا ہوا بولا۔ "اب کیا ہوگا۔ ارے میں مر جاؤں گا؟ میں۔ میں۔ نہیں باس... مجھے بچا لو ــــ"

پھر وہ کمرے میں کوئی چیز تلاش کرنے لگا۔ چاروں طرف ناچتا پھر رہا تھا عمران اسے حیرت سے دیکھتا رہا۔ دفعتاً جوزف رک کر دہاڑا۔ "لعنت تمہاری تہذیب اور تمدن پر ــــ جان بچانے کے لئے مجھے ایک مکھی بھی نہیں مل رہی ہے؟"

"مکھی ــــ؟ مکھی کیا کرے گا؟"

"کھاؤں گا ــــ!"

عمران کو ہنسی آ گئی۔ ویسے وہ سمجھ گیا تھا کہ جوزف قے کرنا چاہتا ہے پھر وہ اسے ساتھ لے کر کمرے سے نکل ہی رہا تھا کہ پولیس انسپکٹر سے مڈبھیڑ ہو گئی۔ جو اسی طرف آرہا تھا۔

"آپ لوگ براہ کرم کمرہ ہمارے حوالہ کر دیجئے۔" اس نے عمران سے کہا۔

"صراحی کا خیال رکھئے گا ــــ" عمران بولا۔ "یہ بھی اس میں سے پانی پی چکا ہے" اب وہ جوزف کا ہاتھ پکڑے کنسلٹنگ روم کی طرف گھسیٹے لئے جا رہا تھا۔

کئی ڈاکٹروں نے جوزف کا معائنہ کرکے استفراغی دوائیں دیں۔ اور تیسرے ڈوز کے بعد جوزف کو قے ہوئی جسے کیمیاوی تجزیہ کے لئے محفوظ کر لیا گیا کچھ انجکشن بھی دیئے گئے اور عمران کو پہلی بار معلوم ہوا کہ جوزف جو نہ جانے کتنے نیزوں کے گھاؤ سہہ چکا ہوگا۔ انجکشن سے بیحد ڈرتا ہے۔ انجکشن لگنے سے قبل اس کے منہ پر ہوائیاں اڑنے لگتی تھیں۔ اور جب سوئی بازو پر رکھی جاتی تو وہ دوسری طرف منہ پھیر کر آنکھیں بند کر لیتا تھا اور نچلا ہونٹ بھی دانتوں میں دبا لیتا تھا

بہر حال وہ کافی دیر تک نہ مر سکا! دوسری طرف عمران کو مارتھا کی موت کی اطلاع ملی اور بیحد مغموم نظر آنے لگا ــــ ڈاکٹر دعاگو تو پچھاڑیں کھا رہا تھا ــــ بالکل کسی ننھے سے بچے کی طرح پھوٹ پھوٹ کر رو رہا تھا۔

کئی گھنٹے گذر جانے کے بعد بھی جوزف نہ مرا ــــ ادھر اس کی قے اور صراحی کے پانی کا تجزیہ بھی ہو چکا تھا ــــ دونوں میں زہر کا شائبہ بھی نہ ملا۔

اسی شام کیپٹن فیاض پھر عمران کا دماغ چاٹ رہا تھا۔

"پھر وہ کیسے مری؟" اس نے کہا۔

"زہر سے ــــ لیکن وہ صراحی کے پانی میں ہرگز نہیں تھا۔"

"پانی بدلا بھی جا سکتا ہے ــــ"

"ناممکن ــــ جوزف دروازے سے ہلا بھی نہیں تھا۔"

"جوزف!" کیپٹن فیاض غرایا۔ "کیا وجہ ہے کہ میں اسی پر شبہ نہ کروں۔"

"شبہ نہ کرنے کی کوئی معقول وجہ سوچو۔"

"وہ تمہیں بیحد چاہتا ہے۔" فیاض کچھ سوچتا ہوا بولا۔ "اس لئے مارتھا کا وجود برداشت نہ کر سکا کیونکہ وہ شاید تمہیں چاہنے لگی تھی۔"

"اس فارمولے کے تحت تو تمہیں بہت پہلے ہی اپنی بیوی کے ہاتھوں قتل ہو

جانا چاہئے تھا — کیونکہ تم بھی مجھے بہت چاہتے ہو — چاہتے ہو نا — "

عمران سنجیدہ ہو جاؤ — دلدل میں پھنس گئے ہو تم؟"

"اور تم بھنور میں چکرا رہے ہو — "

"مجھے جوزف کو حراست میں لینا پڑے گا۔"

"ضرور کوشش کرو — میں خود بھی یہی چاہتا ہوں کہ کچھ دنوں کے لئے اس سے پیچھا چھوٹ جائے — "

فیاض کچھ نہ بولا۔

وہ ہسپتال کے اسی کمرے میں بیٹھے گفتگو کر رہے تھے جہاں مارتھا مقیم تھی۔

"بڑی اچھی لڑکی تھی — " فیاض نے تھوڑی دیر بعد کہا۔

"جی!" عمران چونک پڑا۔ تھوڑی دیر تک فیاض کو گھورتا رہا پھر بولا "جی ہاں"

"اور شاید اس کی موت کا باعث بھی تم ہی بنے ہو؟"

"اجی میری وجہ سے تو سوہنی مہینوال، ہیر رانجھا، لیلیٰ مجنوں، حاتم طائی وغیرہ سب ہی مر گئے تھے۔"

"تم سے زیادہ شقی القلب آدمی میری نظر سے ابھی تک نہیں گذرا۔"

"ابھی تم نے دیکھا ہی کیا ہے۔ بچے ہو!"

"کام کی بات کرو — " فیاض جھنجھلا گیا — "مجھے جوزف کو گرفتار کرنا ہی پڑیگا"

"میں نے کب منع کیا ہے۔ ضرور کرو۔"

"اور تمہاری پوزیشن بھی صاف نہ ہو گی۔"

"پہلے ہی کب رہی ہے۔"

اتنے میں جوزف نے اندر آ کر کسی کا ملاقاتی کارڈ دیا۔

"آنے دو — " عمران نے طویل سانس لی اور فیاض سے بولا "کرنل ڈوبرنگ۔"

دوسرے ہی لمحے میں دروازہ کھلا اور کرنل ڈوبرنگ اندر داخل ہوا۔

"آؤ ہو — " اس نے فیاض کو مخاطب کر کے کہا۔ "آپ بھی تشریف فرما ہیں
ناب!"

"ہاؤ ڈو یو ڈو کرنل — " فیاض نے اٹھ کر اس سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا

"شکریہ۔ ٹھیک ہوں!" کرنل نے کہا اور عمران کا شانہ تھپکتا ہوا بولا —
یسے ہو!"

"شکریہ! غنیمت ہوں۔"

"میں نے سنا ہے کہ وہ لڑکی جو تمہارے ساتھ تھی زہر خورانی کا شکار ہو گئی"

"ہاں — " عمران نے طویل سانس لی۔ اور احمقانہ انداز میں اس کی
کھوں میں دیکھتا رہا۔

"مجھے افسوس ہے!" ڈوبرنگ نے کہا! "کیا تم دونوں گہرے دوست تھے"

"نہیں ایسے گہرے بھی نہیں! بس جان پہچان تھی۔ میرے گولی لگی تو یہاں
ئیویٹ وارڈ میں کوئی کمرہ خالی نہیں تھا۔ اس نے اپنا کمرہ پیش کر دیا۔"

"خیر — خیر — وہ یقیناً کوئی نیک نفس لڑکی تھی — "

"کلارا کا کیا حال ہے!" عمران نے پوچھا۔

"ٹھیک ہے — کیا تم اس سے نہیں ملے — یہیں تو ہے — "

"موقع ہی نہیں مل سکا — اب ملوں گا — "

"میں نے بتایا تھا تمہارے متعلق — اسے افسوس ہے۔"

"شکریہ — !"

دفعتاً باہر سے شور کی آواز آئی۔ جوزف کسی سے جھگڑا کر رہا تھا! دوسری
پہچانی نہ جا سکی۔

"کیا مصیبت ہے۔" عمران اٹھتا ہوا بولا۔

باہر ڈوہرنگ کے باڈی گارڈ نگونڈا اور جوزف کے درمیان گالیوں کا تبادلہ ہو رہا تھا! اور دونوں ایک دوسرے کو مار ڈالنے پر آمادہ نظر آرہے تھے جوزف تو خصوصیت سے کسی بگڑے ہوئے ہاتھی کی مثال پیش کر رہا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے خون خرابہ ہوئے بغیر اُن میں سے کوئی خاموش نہ ہو سکے گا۔

"کیا ہو رہا ہے؟" عمران نے جوزف کو للکارا۔

"تم دخل مت دو باس۔ اوہ اگر یہ مرد ہے تو اپنے باس کو بھی دخل اندا سے باز رکھے گا۔"

"کیا قصہ ہے نگونڈا،" ڈوہرنگ غرایا۔

"کچھ نہیں باس،" نگونڈا ہنس کر بولا۔ "یہ میرا ہم وطن ہے اور پرانا شنا اسے اس وقت کچھ پرانی باتیں یاد دلا دی تھیں۔ بس آپے سے باہر ہو گیا۔"

"کیوں یاد دلا دی تھیں پرانی باتیں؟"

"بس یاد آگئی تھیں باس۔" نگونڈا ڈھٹائی سے ہنستا رہا۔

"اچھا بس خاموش ـــــ ورنہ ٹھوکروں سے اڑا کر رکھ دوں گا۔" ڈوہرنگ نے

"جوزف ـــــ بکواس بند!" عمران ہاتھ اٹھا کر بولا۔

بدقت تمام وہ دونوں خاموش ہوئے۔

فیاض نے عمران سے پوچھا۔ "اسے کتنی تنخواہ دے رہے ہو؟"

"تنخواہ ـــــ" عمران نے متحیرانہ لہجے میں دہرایا۔ "ارے یہ تو ولی عہد ہے اپنا راج پاٹ اسے ہی تو سونپنا ہے۔"

ڈوہرنگ عمران کی طرف ہاتھ بڑھا کر بولا۔ "اچھا لڑکے۔ میں اب جاؤں گا۔"
عمران نے مصافحہ کر کے اسے رخصت کر دیا۔ وہ حقیقتاً بہت مضمحل تھا۔ ما

رت نے اسے گہرا صدمہ پہنچایا تھا۔ وہ بیچاری خواہ مخواہ ماری گئی ـــــ سوچتا ٹھنڈی سانس لے کر رہ جاتا۔

اس وقت فیاض کی موجودگی بیحد گراں گذر رہی تھی۔ کوئی اور ہوتا تو وہ بے تامل ن کو حکم دیتا کہ اسے اٹھا کر سڑک پر پھینک آئے۔

فیاض نے بھی گویا طے کر لیا تھا کہ بیٹھا ہی رہے گا ـــــ خواہ خاموش ہی کیوں بیٹھنا پڑے۔

"پوسٹ مارٹم کی رپورٹ کب ملے گی؟" عمران نے پوچھا۔

"مل ہی جائے گی کبھی نہ کبھی ـــــ لیکن برخوردار یہ بتاؤ کہ آج یہاں اس میں کون کون آیا تھا؟"

"فہرست اس وقت بھی تمہاری جیب ہی میں موجود ہوگی۔" عمران نے تلخ لہجے میں کہا

"کیا مطلب ـــــ"

"میں اندھا نہیں ہوں فیاض صاحب ـــــ اچھی طرح جانتا ہوں کہ آپ کے بعض ت میری نگرانی فرما رہے ہیں ـــــ"

"میں مجبور ہوں!" فیاض نے طویل سانس لی۔ "سب کچھ رحمان صاحب کے حکم ہو رہا ہے۔"

"بہرحال فہرست آپ کی جیب میں موجود ہے۔"

"ہے تو ـــــ" فیاض اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا مسکرایا۔ پھر سنجیدگی اختیار بولا۔ "میرے پاس معقول وجوہ موجود ہیں کہ اس سلسلے میں اس لڑکی کو کیا جائے جو آج یہاں آئی تھی اور پچھلی رات جو تمہارے ساتھ ٹپ ٹاپ میں تھی۔"

"وجوہات معلوم کرنا پسند کروں گا۔"

"وہ رقابت کی بنا پر مارتھا کو زہر دے سکتی تھی۔"

عمران ہنس پڑا۔ دیر تک ہنستا رہا۔ پھر بولا "جی خوش کر دیا تم نے۔ ار
ہم جیسوں کے لئے بھی اب شہر میں قتل ہوا کریں گے۔ زندہ باد"

"ہوں!" فیاض غرایا "تم ہو کس خیال میں۔ وہ اب تک حراست میں ل
چکی ہو گی —"

*

عمران ہونٹ بھینچے کیپٹن فیاض کو گھورے جا رہا تھا... کچھ دیر بعد آہست
بولا "اگر وہ حراست میں لے لی گئی تو آج سے خود کو دنیا کا ناکارہ ترین آدمی تصو
گا۔ مائی ڈیئر فیٹن کیاض —"

"کیا مطلب"

"تم اسے حراست میں نہ لے سکو گے"

"ہونہہ!" فیاض کلائی کی گھڑی پر نظر ڈالتا ہوا بولا "اس وقت وہ کو
کی حوالات میں ہو گی"

"وہم ہے تمہارا" عمران مسکرایا "ویسے اگر میری بات پر یقین نہ ہو تو —
فون کر کے معلوم کر لو اپنے اسی ماتحت سے جسے اس کام پہ لگایا تھا"

فیاض کی آنکھوں میں اضطراب کے آثار نظر آئے اور وہ سچ مچ اٹھ کر کم
سے باہر نکل گیا۔

اگر اس کے آدمی عمران کی نگرانی کرتے رہے تھے تو پھر بھلا ایکس ٹو کے آدمیو
نے خود اس کے آدمیوں کی نگرانی کیوں نہ کی ہو گی۔ عمران نے اسی وقت سے فیاض ا
اس کے ماتحتوں کی نگرانی شروع کرا دی تھی جب ایک غیر ملکی سفارتخانے کے بعض افر

شتہ پہ نظر آئے تھے اور فیاض کے محکمے کو ان کی طرف خصوصی توجہ دینی پڑی تھی۔

عمران نے جوزف کو آواز دی۔

"یس باس"

"تم جانتے ہو ڈو ہرنگ کی لڑکی کس کمرے میں ہے۔"

"نہیں باس"

"معلوم کر کے مجھے بتاؤ"

"تمہیں بتاؤں؟" جوزف نے حیرت سے آنکھیں پھاڑتے ہوئے کہا۔

"ہاں کیوں؟" عمران نے بھی آنکھیں نکالیں۔

"ابھی ایک لڑکی کا حشر دیکھ چکے ہو باس — اب دوسری بھی!"

"کیا بکتا ہے —!"

"جو عورت تم سے قریب ہونے کی کوشش کرے گی اسی طرح مر جائیگی"

"ہائیں — ہائیں — ابے کیوں؟"

"تم پہ نرولی مٹیا کا سایہ ہے"

"نرولی مٹیا —" عمران بوکھلا کر بولا "یہ کیا ہوتا ہے"

"ہوتی ہے — ہوس کی دیوی — بہت بڑی ملعونہ ہے... جس مرد پر اس
کا سایہ ہو جائے اس سے تعلق رکھنے والی کوئی بھی عورت زیادہ دنوں تک
زندہ نہیں رہ سکتی"

"تو بار تھا — کو اسی نے ختم کیا —"

"یقیناً باس —"

"اچھا —" عمران مردہ سی آواز میں بولا "اپنی جگہ پہ واپس جاؤ"

وہ باہر جا ہی رہا تھا کہ فیاض آندھی اور طوفان کی طرح دوبارہ کمرے میں داخل ہوا۔

جوزف باہر نکل گیا تھا۔ لیکن فیاض کو اس طرح گھورتا گیا تھا۔ جیسے عمران کے کسی اشارے کا منتظر ہو!۔

"تم نے اچھا نہیں کیا۔" فیاض دانت پیستا ہوا بولا۔

"کیا بات ہے!" عمران نے بھولپن سے پوچھا۔

"کچھ نہیں۔ میں تمہیں دیکھ لوں گا۔" فیاض پھر دروازے کی طرف مڑتا ہوا بولا۔ "یہ تو سنتے ہی جاؤ کہ مارتھا نزدلی مٹیا کا شکار ہوئی تھی۔"

"کیا مطلب —"

"جوزف سے پوچھنا — ابھی مجھ سے کہہ رہا تھا —"

فیاض باہر نکل گیا — عمران کی آنکھوں میں تشویش کے آثار تھے۔

پھر وہ جوزف اور فیاض کی آوازیں سنتا رہا۔ جو شاید کسی اختلافی مسئلے پر بہت ہی زوردار قسم کی بحث کر رہے تھے۔

دفعتاً دروازہ کھلا اور فیاض اندر گھستا ہوا غصیلے لہجے میں بولا "میں نہیں سمجھ سکتا کہ یہ بدمعاش کیا بک رہا ہے۔"

"نزدلی مٹیا!" عمران نے جلدی جلدی پلکیں جھپکاتے ہوئے کہا۔

"عمران میں کہتا ہوں کہ بڑے خسارے میں رہو گے۔" فیاض اسے گھونسہ دکھاتے ہوئے بولا۔

"گٹ آؤٹ!" عمران آنکھیں بند کر کے دہاڑا۔

فیاض کی روانگی کا اعلان دروازے بند ہونے کی گونجیلی آواز نے کیا۔

عمران کو اطلاع مل چکی تھی کہ ڈاکٹر دعا گو بھی ہسپتال سے فارغ العلاج کر دیا گیا ہے۔ پھر معلوم ہوا کہ وہ یہاں سے جا بھی چکا ہے۔

کچھ دیر بعد وہ برآمدے میں نکل آیا۔ بازو کی تکلیف کم ہو گئی تھی۔

دفعتاً ایک کاریڈور کے سرے پر سر سلطان کا بوڑھا اسٹینو نظر آیا۔ شاید لارا کی خیریت دریافت کرنے آیا تھا۔

عمران کو دیکھ کر اسی کی طرف چلا آیا۔

"کہیئے حضرت!" اس نے قریب پہنچ کر چبھتے ہوئے طنزیہ لہجے میں کہا۔ "یسے مزاج ہیں؟"

"شکریہ! آپ اپنی فرمائیے! محبوبۂ دلنواز کے مزاج اقدس ...!"

"اب جا رہا ہوں۔" وہ ڈھٹائی سے ہنسا۔ پھر بائیں آنکھ دبا کر بولا "اب دوسرے ہی معاملات ہیں۔"

"خدا حافظ —" عمران نے بڑے خلوص سے کہا۔

وہ چلا گیا۔ عمران پھر ٹہلنے لگا۔ وہ دراصل اس کمرے کی نگرانی کر رہا تھا ہاں فون تھا — موقع کا منتظر تھا کہ کب فون خالی ہو اور کمرے میں بھی کوئی ہو —

کچھ دیر بعد موقع مل ہی گیا۔ اس نے ساری احتیاطوں کو بالائے طاق رکھ لیک زیرو کے نمبر ڈائیل کئے اور جولیا کے متعلق رپورٹ طلب کی۔ بلیک زیرو ے بتایا کہ محکمۂ سراغرسانی کے منصوبوں سے بروقت آگاہی ہو جانے پر جولیا ے روپوشی اختیار کر لی ہے۔

عمران نے اطمینان کی سانس لی اور ریسیور رکھ کر اپنے کمرے میں واپس آ گیا۔

وہ رات تو سکون سے ہی گذری تھی لیکن دوسرے دن صبح ہی صبح محکمۂ سراغرسانی کا ایک ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ آ دھمکا۔ غالباً فیاض نے یہی سوچا تھا کہ پرانے تعلقات کی بنا پر وہ عمران پر سختی نہ کر سکے گا لہٰذا کسی دوسرے ہی کو یہ کام سونپا جائے۔

"آپ ہی مسٹر علی عمران ہیں؟" اس نے رنگروٹوں کے سے انداز میں پوچھا۔ لہجے

کا اکھڑپن بہت نمایاں تھا۔

"جناب —"

"مجھے مس جولیانا فٹز واٹر کا پتہ چاہیئے؟"

عمران نے اسے پتہ بتایا۔

"اس پتہ پر تو وہ موجود نہیں ہے — مکان بالکل خالی ملا ہے۔ فرنیچر کے علاوہ وہاں اور کوئی سامان نہیں —"

"یہ کوئی ایسی تشویشناک بات نہیں! دوسرا سامان بھی مہیا کیا جا سکتا ہے"

"ہوں" ڈی۔ ایس۔ پی اسے گھورتا ہوا غرایا "میں ابھی حال ہی میں کسی دوسرے شہر سے تبادلہ پر آیا ہوں۔ مجھے علم نہیں کہ آپ رحمان صاحب کے صاحبزادے ہیں — کیا سمجھے — جناب!"

"لاجواب آئیڈیا ہے" عمران نے اسے متحیرانہ انداز میں دیکھتے ہوئے کہا

"پھر کیا خیال ہے۔ آپ سیدھی طرح گفتگو کریں گے یا نہیں —"

"بہتر ہے تم اپنے ڈائرکٹر جنرل صاحب ہی سے پوچھ لو کہ میں کتنی سیدھی طرح گفتگو کرتا ہوں"

"مجھ سے نہیں چلے گی" ڈی ایس پی تلخ سی مسکراہٹ کے ساتھ بولا۔

"غالباً میرے پاس زیادہ وقت نہیں ہے!" عمران نے کلائی کی گھڑی دیکھتے ہوئے کہا

"مسٹر عمران آپ ہیں کس خیال میں۔ آپکو اس لڑکی کا پتہ بتانا ہی پڑے گا"

"جوزف —" عمران نے بلند آواز سے پکارا۔ اور دوسرے ہی لمحے میں جوزف اندر تھا۔ عمران نے اسے عربی میں سمجھانے کی کوشش کی کہ سامنے بیٹھا ہوا آدمی ناخواندہ مہمان کی طرح سر پر مسلط ہو گیا ہے لہٰذا وہ کسی تدبیر سے اسے چلتا کرے۔

"مسٹر —" جوزف نے ڈی ایس پی کو مخاطب کرکے دانت نکالے چند لمحے خاموش

رہا۔ پھر بولا "آج موسم بڑا اچھا ہے۔ ہماری طرف ایک مثل کہی جاتی ہے کہ ایسے وقت میں دوسروں کو بور کرنے والے یا تو بجید خدا رسیدہ ہوتے ہیں یا بالکل احمق..."

"یہ کیا بکواس ہے۔" ڈی ایس پی عمران کو گھورتا ہوا غرایا۔

"اسے علم نہیں ہے کہ آپ ڈی ایس پی سی آئی ڈی ہیں اور کہئے تو میں بھی بھول جاؤں"

"اب میں تمہیں سچ مچ دیکھ لوں گا"

"پھر کسی وقت — اس وقت تو چلے ہی جاؤ — ورنہ —" عمران نے جملہ پورا نہیں کیا۔

"اچھی بات ہے —" وہ اٹھتا ہوا بولا "تھوڑی دیر بعد ایک ایمبولنس تمہیں پولیس ہسپتال لے جائے گی — خود کو زیر حراست تصور کرو"

"جاتے ہو یا میں کسی خوبصورت سی نرس کو بلواؤں —"

"اچھا — اچھا — دیکھوں گا!" ڈی ایس پی پیر پٹختا ہوا باہر نکل گیا۔ جوزف نے اس کی پشت پر بچکانہ قسم کے اشارے کئے اور طرح طرح کے منہ بنا بنا کر ہنستا رہا۔

"نکل جاؤ —" عمران نے اسے بھی للکارا۔

معاملات الجھ گئے تھے۔ اسے سنجیدگی سے سوچنا تھا۔ کوئی راہ نکالنی تھی۔ جولیا کی پوزیشن خراب ہو گئی تھی۔ بہرحال ایک نیا مسئلہ پیدا ہو گیا تھا جو اصل کام میں رکاوٹ بھی پیدا کر سکتا تھا۔

ہو سکتا تھا کہ ڈی ایس پی اپنی دھمکی کو عملی جامہ بھی پہنا دیتا۔ اسلئے جلد ہی کچھ کرنا چاہئے تھا!

وہ پھر فون والے کمرے کی طرف روانہ ہو گیا! بلیک زیرو سے رابطہ قائم کرکے کچھ ہدایات دیں اور جوزف کے قریب آکر آہستہ سے بولا "ایک ٹیکسی لاؤ اور عقبی پارک میں اسے روکے رکھنا —"

جوزف چلا گیا! ہسپتال سے نکل بھاگنا آسان کام نہیں تھا۔ لیکن وہ تہیہ کر چکا تھا کہ اب یہاں نہیں رہے گا۔

کچھ دیر بعد اندازہ کے مطابق اس نے فرض کر لیا کہ جوزف کی لائی ہوئی ٹیکسی عقبی پارک میں پہنچ گئی ہوگی۔

وہ ٹہلنے کے سے انداز میں باہر نکلا اور ٹہلتا ہی چلا گیا۔ اندازہ درست تھا جوزف ٹیکسی سمیت وہاں موجود تھا۔

"بیٹھ جاؤ — عمران نے اگلی نشست کی طرف اشارہ کیا اور جوزف نے چپ چاپ تعمیل کی۔

عمران نے پچھلی نشست پر بیٹھتے ہوئے .... ڈرائیور کو رحمان صاحب کی کوٹھی کا پتہ بتایا۔

کچھ دیر بعد جب ٹیکسی کوٹھی کی کمپاؤنڈ میں داخل ہوئی تو ہلڑ مچ گیا! کیونکہ خواتین صبح کی دھوپ کے لئے لان ہی پر موجود تھیں — عمران کی عم زاد بہنوں نے تو ٹیکسی ہی کی بلائیں لینی شروع کر دی تھیں ... پھر ایک نے دروازہ کھول کر عمران کو اپنے بازو کا سہارا پیش کیا۔ ثریا البتہ دور کھڑی اسے اس طرح گھور رہی تھی۔ جیسے کچا ہی چبا جائے گی — اور جوزف قریب ہی "اٹین شین" نظر آ رہا تھا۔

اور عمران نے بعد آداب اماں بی کو یہ خوشخبری سنائی کہ اب وہ وہیں رہے گا!

"کیوں؟ کیا ہے بازو —" انہوں نے پوچھا۔ پھر جلدی سے بولیں "چلو اندر چلو۔" اور اس کی ایک چچا زاد بہن سے بولیں "جاؤ — جلدی سے بستر درست کر دو۔"

"اب بستر کی ضرورت نہیں!" عمران سر ہلا کر بولا "کیونکہ شاید تھوڑی دیر بعد گرفتار کر لیا جاؤں — ڈیڈی ابھی یہیں ہیں یا دفتر گئے؟"

"ہیں — لیکن تم گرفتار کیوں کر لیا جائے گا؟"

"وہ لڑکی مارتھا مر گئی نا! کسی نے زہر دے دیا تھا۔ ڈیڈی کے ڈیپارٹمنٹ کو شبہ ہے کہ یہ حرکت جولیا کی ہے ... ادھر وہ کم بخت جولیا اپنی خالہ جان سے ملنے سوئٹزر لینڈ چلی گئی ہے۔ اب وہ سب مجھ سے پتہ پوچھ رہے ہیں اس کا — بھلا میں کیا جانوں کہ اس کی خالہ جان کہاں رہتی ہیں —"

"ارے آپ کو اپنی خلیا ساس کا پتہ نہیں معلوم —" ثریا بولی۔

"نخ خلیا ساس — میں نے کبھی نہیں چکھی ... اوہ تم شاید ٹومیٹو ساس کہنا چاہتی تھیں —"

"بکواس بند کرو — اندر جاؤ — تمہارے ڈیڈی لائبریری میں ہونگے۔" بیگم رحمان نے کہا — اور عمران نے جوزف کو شاگرد پیشہ کی طرف جانے کا اشارہ کیا۔

رحمان صاحب لائبریری ہی میں ملے۔ حیرت سے عمران کو دیکھا اور کھنکار کر بولے "تم ہسپتال سے کیوں چلے آئے —"

"یہاں اس کوٹھی سے گرفتاری میرے لئے فائدہ مند ثابت ہوگی۔ اخبارات بڑی شاندار سرخیاں جمائیں گے۔"

"اوہ سمجھا —" رحمان صاحب غرائے "بیٹھ جاؤ — بتاؤ وہ لڑکی فٹز واٹر کہاں ہے۔"

"میں نہیں جانتا۔ قسم لے لیجئے —"

"ہوں لیکن تم بھی تو شبہے سے بالاتر نہیں ہو۔"

"میں تو کتے کے پلے سے بھی بالاتر نہیں ہوں — لیکن —!"

"بکواس مت کرو — تم میرے لئے بدنامی کا باعث بن رہے ہو کیا کسی دوسرے شہر میں جا کر نہیں مر سکتے۔"

"مجبوری ہے — یہاں تو آپ ہی رحم کھا کر کفن دفن کا انتظام کر دیں گے۔"

دیارِ غیر میں میت کی بھی خرابی ہو جائے گی ــــ"

"جاؤ ـــ نکلو یہاں سے" وہ جھلا کر کھڑے ہو گئے۔

"کوٹھی سے؟" عمران نے بڑے بھولپن سے پوچھا۔

"نہیں! اس کمرے سے۔"

"ویسے بڑی ضروری باتیں کرنی تھیں" عمران نے ٹھنڈی سی سانس لے کر کہا۔

"آخر ڈپٹی سیکرٹری نے اس وقت خودکشی کیوں کی جب آپ کا محکمہ اس میں دلچسپی لینے لگا تھا"

"میں کیا جانوں!" وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے خشک لہجے میں بولے

"کیا ممکن نہیں کہ اسے اس نگرانی کا علم ہو گیا ہو"

"ممکن ہے ـــ پھر ـــ؟"

"اور یہ کہ آپ جانتے ہی ہوں گے کہ وہ معاملہ براہ راست وزارت خارجہ سے تعلق رکھتا ہے۔ اور آپ نے یہ بھی اکثر سنا ہوگا کہ میں محکمۂ خارجہ کی سیکرٹ سروس کے لئے اکثر کام کرتا رہتا ہوں"

"ہوں" رحمٰن صاحب اس کی آنکھوں میں دیکھتے رہے۔

"اور اگر اس کام میں خلل پڑا تو...."

"جی ہاں... میں جانتا ہوں آپ خاموش رہئے!" رحمان صاحب نے زہریلے لہجے میں کہا "لیکن یہ تو فرمائیے آخر آپ نے ڈاکٹر دعاگو کو کیوں تاک لیا ہے"

"ورنہ تاکتا تو اتنے کام کی بات ہرگز معلوم نہ ہوتی"

"کیا مطلب ـــ!"

"کوئی نامعلوم آدمی اسے محکمۂ خارجہ کے خلاف سراغرسانی پر مجبور کرتا رہا ہے اس کا کہنا ہے چونکہ محکمۂ خارجہ کے اکثر آفیسر تمہارے زیر علاج ہیں

س لئے تم ان سے بہت کچھ معلوم کر سکو گے ـــ"

"یہ کب کی اطلاع ہے"

"مارتھا پر زہر کے اثرات ظاہر ہونے سے کچھ دیر قبل اس نے مجھے یہ بات بتائی تھی"

حمان صاحب نے فون کی طرف ہاتھ بڑھایا ہی تھا کہ عمران بول پڑا "ٹھہریئے!"

"کیوں؟" رحمان صاحب ہاتھ روک کر غرائے۔

"کیا آپ اسے موت کے منہ میں دھکیلنا چاہتے ہیں ـــ"

"کیوں؟" وہ میز پر ہاتھ مار کر بولے "جلدی بتاؤ نا میرے پاس وقت نہیں ہے"

عمران نے وہ گفتگو من و عن دہرا دی جو ان دونوں کے درمیان ہوئی تھی۔

رحمان صاحب کسی فکر میں پڑ گئے! عمران بیٹھا احمقانہ انداز میں ادھر ادھر یکھتا رہا۔ پھر اٹھا اور ہاتھ جھلاتا ہوا باہر چلا آیا۔

اس کی دونوں عمزاد برآمدے میں شاید اسی کی منتظر تھیں۔

"ہائے بھائی جان!" ان میں سے ایک ٹھنڈی سانس لے کر بولی۔ یہ رنگت کیسی نکھر آئی ہے تمہاری"

"کایا پلٹ اُبٹن استعمال کر رہا ہوں آجکل ـــ"

"یہ کون سا اُبٹن ہے؟" دوسری نے پوچھا۔

"ارے تم نے اشتہار نہیں دیکھا اخباروں میں! ہر روز نئی سرخی کے ساتھ شائع ہوتا ہے۔ آج کے اخباروں میں سرخی جمائی تھی۔ شادی کیوں نہ ہوئی؟ کالی تھی ـــ لیکن صرف پندرہ دن کایا پلٹ اُبٹن استعمال کرنے کے بعد دس شادیاں ہو گئیں ـــ اور پھر یہ نکوڑ ماریاں منوں اُبٹن کھا گئیں۔ لیکن وہی کالی۔ کالی۔ ناس جائے ـــ ہاں نہیں تو ـــ"

عمران نے خاموش ہو کر کسی جلے تن شوہر کی طرح گردن جھٹکی ـــ

"اوہ... بھائی جان آپ نے تو کافی ترقی کرلی ہے! کسی عمر رسیدہ بیو
سے ٹریننگ لی ہے شاید —"

"میں خود کسی بیوہ سے کم ہوں —!"

"ہائے! آپ تو رنڈوے بھی نہ ہوئے!" دوسری نے غمناک لہجے میں کہا۔

"بھائی جان رنڈوا کیا ہوتا ہے؟" سہیلی نے پوچھا۔

"یہ بیچارہ یتیم سے بھی بدتر ہوتا ہے — کیونکہ یتیم کے سر پہ ہاتھ دھرنے وال
تو بہتیرے پیدا ہو جاتے ہیں لیکن اس بیچارے کو کوئی نہیں پوچھتا۔"

"کیوں دماغ خراب کر رہی ہو تم لوگ اپنا۔" پشت سے ثریا غرائی۔

"ہاں۔ ہاں۔ جاؤ۔ جا کر لگائی بجھائی کرو۔" عمران سر ہلا کر بولا "جنت میں محل تعمیر ہو جائے گا تمہارے لئے۔"

اتنے میں پھاٹک سے ہارن کی آواز آئی۔ ایک بہت بڑا ملٹری ٹرک آ کر رکا تھا جس پر مسلح سپاہی تھے — عمران نے ایک لیفٹیننٹ کو نیچے اترتے دیکھا جو چوکیدار کے قریب پہنچ کر اس سے کچھ کہنے لگا تھا۔

عمران نے طویل سانس لی — اور خوفزدہ انداز میں لڑکیوں کی طرف دیکھنے لگا۔!

★

لڑکیاں بھی متحیرانہ انداز میں ایک دوسری کی طرف دیکھ رہی تھیں۔

"اب خدا ہی ڈیڈی کی عزت و آبرو بچائے —" ثریا بڑبڑائی۔

چوکیدار برآمدے کی طرف آرہا تھا لیکن لیفٹیننٹ پھاٹک ہی پر رک گیا تھا۔

"چھوٹا صاب... وہ آپ کو پوچھتا —" چوکیدار نے قریب پہنچ کر عمران
ے کہا۔

"کیا پوچھتا —"

"ملاقات چاہتا... جناب۔"

"بلا لاؤ —"

"نہیں —" ثریا جھلا کر بولی "آپ خود تشریف لے جایئے۔"

"اچھا" عمران نے طویل سانس لی اور چوکیدار کے ساتھ چل پڑا۔

جیسے ہی پھاٹک کے قریب پہنچا لیفٹیننٹ نے ایڑیاں بجا کر اسے سیلوٹ کیا۔

"یہ خط ہے جناب!" لیفٹیننٹ نے ایک لفافہ عمران کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا

عمران نے لفافے کر چاک کیا! خط اسی کے نام تھا۔ بغور دیکھتا رہا پھر اسے
کرکے جیب میں رکھتا ہوا بولا "کیا آپ کچھ دیر ڈرائنگ روم میں انتظار کرسکیں
"میں دراصل زخم کی ڈریسنگ کرانے جا رہا تھا۔"

"کیا ہسپتال جائیں گے —"

"نہیں — یہیں گھر پر — آیئے!" عمران نے کہا اور اسے اپنے ساتھ ڈرائنگ
میں لایا۔

اسے بٹھا کر پھر لائبریری میں آیا اور رحمان صاحب کی موجودگی ہی میں بلیک زیرو
ڈائیل کرکے ماؤتھ پیس میں بولا "ہوں — میں عمران ہوں۔ کیا تمہارے علاوہ
اور کو بھی علم ہے کہ میں ہسپتال سے کوٹھی پہنچ گیا ہوں — نہیں — ٹھیک....
کی سیکرٹ سروس والوں کو بھی اس کا علم نہیں ہو سکتا؟ ہوں... اچھا....
تھری ایٹ سکس پر رنگ کرکے وائی سی سے پوچھو کہ عمران کی طلبی کے لئے کوئی
خط تو نہیں بھیجا گیا؟ — اور معلوم کرکے فوراً ہی مجھے فائیو نائن ڈبل تھری سکس پہ

مطلع کرو۔ جلدی۔" عمران نے ریسیور رکھ کر کنکھیوں سے رحمان صاحب کی طرف دیکھا جو اسے مسلسل گھورے جارہے تھے!

"کیا قصہ ہے ــــ" انھوں نے پوچھا۔

"مجھے اسٹیشن کمانڈر کے آفس میں طلب کیا گیا ہے۔"

"کیوں طلب کیا گیا ہے؟"

"خدا جانے ــــ ایک سیکنڈ لیفٹیننٹ ڈرائنگ روم میں میرا منتظر ہے اور ٹرک پھاٹک پر کھڑا ہے۔"

"کیا کرتے پھر رہے ہو تم؟" رحمان صاحب اٹھتے ہوئے غرائے۔

"بیٹھئے ــــ بیٹھئے... جواب مل جانے پر ہی اس کا جواب دے سکوں گا۔"

عمران نے فون کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

"فون پر کون تھا؟"

"میرا ایک شناسا!" عمران نے جواب دیا لیکن رحمان صاحب کی آنکھوں میں بے اعتباری صاف پڑھی جا سکتی تھی۔

پھر وہ دونوں ہی فون کی طرف گھورتے رہے۔

کچھ دیر بعد فون کی گھنٹی بجی۔ عمران نے ریسیور اٹھایا۔ دوسری طرف سے بولنے والے کی باتوں پر ہوں ہوں کرتا رہا۔ پھر بولا "وائی سی کو پھر فون کرو ــــ بتاؤ کہ ایک ٹرک مسٹر رحمان کے پھاٹک پر موجود ہے اور خط لانے والا سیکنڈ لیفٹیننٹ ڈرائنگ روم میں عمران کا انتظار کر رہا ہے ــــ"

عمران نے پھر سلسلہ منقطع کر دیا اور رحمان صاحب بولے۔ "اگر تم نے مجھے دیر تک الجھائے رکھا تو میں....!"

"ٹھہریئے ــــ بتاتا ہوں!" عمران ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "وہ لوگ دراصل مجھے قتل

ردینا چاہتے ہیں۔"

"کون لوگ ــــ"

"وہی جن کی نگرانی آپ کا محکمہ کرتا رہا ہے۔"

"کرنل ڈوہرنگ وغیرہ ــــ"

"جی ہاں ــــ"

"لیکن ابھی تک ہمیں اُن کے خلاف کوئی واضح ثبوت نہیں مل سکا ہے۔"

"جی ہاں۔ جس کے ذریعہ واضح ثبوت مل جانے کی توقع تھی وہ تو خودکشی کر بیٹھا۔"

"تمہارا خیال درست ہے۔"

تو پھر اَب آپ کا محکمہ اس معاملے کو اسی جگہ ختم کر دے گا۔"

"مجبوری ہے۔"

"میں دوسرا ذریعہ پیدا کرنے میں کامیاب ہو چکا ہوں۔

"یعنی ــــ!"

"آپ کو اطلاع مل ہی چکی ہوگی کہ سر سلطان کا نیا اسٹینو بھی اُن لوگوں سے ملتا ہے۔"

"ابھی حال ہی میں یہ بات بھی سامنے آئی ہے۔"

"لیکن میرا خیال ہے کہ اَب وہ محتاط ہو جائیں گے۔ شاید ہی اسٹینو والی چال
یاب ہو سکے۔ کیونکہ وہ ویسے بھی نہایت مخلص قسم کا گدھا ہے۔

رحمان صاحب کسی سوچ میں پڑ گئے پھر بولے۔ "آپ یہ فرمایئے کہ جنرل شاہد کے
ے آپ کو کیا سروکار! میں جانتا ہوں کہ وائی سی اس کے ایک مخصوص سیکشن
ام ہے ــــ!"

"اور آپ یہ بھی جانتے ہوں گے کہ وائی سی محکمۂ خارجہ سے بھی کسی حد تک تعلق رکھتا
... اور اب یہ بتانا بیکار ہوگا کہ میں محکمۂ خارجہ کی سیکرٹ سروس کا ایک آفیسر ہوں۔"

"میں جانتا ہوں!" رحمان صاحب تلخ لہجے میں بولے "اور یہ بھی جانتا ہوں کہ ایک انفارمر کی حیثیت سے تم صرف سیکرٹ سروس سے ہی رابطہ قائم کر سکتے ہو! براہِ راست وائی سی سے نہیں! اس کا مجاز صرف سیکرٹ سروس کا چیف ہی ہو سکتا ہے!"

"پتہ نہیں کیوں یہ لوگ مجھ پر اتنے مہربان ہو گئے ہیں کہ میں بعض حالات میں براہِ راست وزیرِ خارجہ سے بھی رابطہ قائم کر سکتا ہوں!"

رحمان صاحب اُسے خاموشی سے گھورتے رہے۔

کچھ دیر بعد پھر فون کی گھنٹی بجی اور دوسری طرف سے بلیک زیرو نے اطلاع دی کہ وہ اُنکے احکامات کی تعمیل کر چکا ہے — عمران نے سلسلہ منقطع کر دیا۔

"اب —" وہ تھوڑی دیر بعد ٹھنڈی سانس لے کر بولا "شاید ایک شاندار کھیل شروع ہو جائے — یہ لوگ جو ابھی پکڑے جائیں گے شاید اُن کے خلاف کوئی واضح ثبوت فراہم کر سکیں!"

رحمان صاحب کچھ نہ بولے، بدستور اُسے گھورتے رہے —!

تھوڑی دیر بعد کسی گوشے سے ایک نسوانی چیخ اُبھری۔ عمران اور رحمان صاحب اُٹھ کر آواز کی جانب دوڑے — ڈرائنگ روم میں چاروں خواتین کھڑی کانپ رہی تھیں اور لیفٹیننٹ نے ان کی جانب ریوالور تان رکھا تھا۔

"خبردار —" اس نے ان دونوں کو دیکھتے ہی للکارا "چپ چاپ کھڑے رہو اور

"ارے - ارے!" عمران بوکھلائے ہوئے انداز میں بولا "یہ کیا کر رہے ہو بھائی صاحب!"

"مجھے باہر نکلنے کا راستہ بتاؤ — ورنہ ایک آدھ کو ضرور قتل کر دوں گا!"

"باہر نکلنے کا راستہ!" عمران نے حیرت سے کہا "آپ پھاٹک ہی سے تو گذر کر تشریف لائے تھے۔ بھائی صاحب - اب راستہ پوچھ رہے ہیں!"

"ملٹری والوں نے کوٹھی گھیر لی ہے!"

"ارے تو نکلو نا باہر دیکھیں گے کہ وہ تمہیں کیسے سیلیوٹ کرتے ہیں!"

"میں سچ مچ فائر کر دوں گا۔ ورنہ مجھے کسی ایسے راستے سے باہر نکال دو — جدھر ملٹری نہ ہو!"

"کیا پتہ تم کیا کہہ رہے ہو — بھلا تمہیں ملٹری سے کیا خوف جبکہ خود بھی ایک ملٹری آفیسر ہو!"

"میں سچ کہتا ہوں —"

"اوہ — آ گئے —" عمران جلدی سے بول پڑا۔

اور جیسے ہی لیفٹیننٹ نے مڑ کر دروازے کی طرف دیکھا۔ عمران نے اس پر چھلانگ لگا دی۔ عورتیں چیخنے لگیں۔ رحمان صاحب نے انہیں ڈانٹا! عمران اور لیفٹیننٹ فرش پر ڈھیر ہو گئے تھے! عمران نے داہنے ہاتھ سے ریوالور والا ہاتھ پکڑ رکھا تھا اور زخمی بائیں بازو سے اس کے دوسرے ہاتھ کو ناقابل استعمال بنائے رکھنے کی کوشش بھی جاری تھی۔

رحمان صاحب اس کی مدد کو جھپٹے۔ اور دوسرے ہی لمحے میں ریوالور ان کے قبضے میں تھا۔ اتنے میں ایک ملٹری آفیسر بھی آوازیں دیتا ہوا اندر گھس آیا۔

تھوڑی دیر بعد پہلے آنے والا لیفٹیننٹ ہتھکڑیوں سمیت نظر آیا۔

عمران نو وارد آفیسر کو الگ لے جا کر آہستہ سے بولا "اسے وائی سی کے سپرد کرنا ہے۔"

"بہت بہتر جناب — ویسے میں وائی سی ہی کی طرف سے آیا ہوں!"

جعلی لیفٹیننٹ کے دوسرے دس ساتھی بھی گرفتار کر لئے گئے جو باہر ٹرک میں موجود تھے۔

عمران کے بازو کے زخم سے خون بہہ رہا تھا! اور بیگم رحمان بوکھلائے ہوئے انداز میں چیخ رہی تھیں ”ارے ڈاکٹر کو فون کرو — یہ سب کیا ہو رہا ہے۔“

”ان کی لیاقت سے ماں باپ کا کلیجہ ٹھنڈا ہو رہا ہے!“ ثریا نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔

”کیا ریفریجریٹر کو اردو میں لیاقت کہتے ہیں۔“ عمران نے بڑے بھولپن سے کہا۔

”بکواس بند کرو تم لوگ — عمران۔ تم میرے ساتھ چلو۔“ رحمان صاحب غرائے

وہ اسے اپنے ساتھ غسل خانے میں لائے اور بازو کی پٹی کھولنے لگے پھر ایک ملازم کو آواز دے کر فرسٹ ایڈ کا بکس لانے کو کہا۔ پھر عمران سے بولے ”میرا محکمہ خواہ مخواہ اس معاملے میں کود پڑا جب کہ خود محکمہ خارجہ بھی پہلے ہی سے محتاط تھا۔“

”بالکل — بالکل —“ اپنے محکمہ کو اس سے الگ ہی رکھیں۔ میں یہی عرض کرنے والا تھا —“

”لیکن تم — ؟“

”ارے میں بیچارہ کیا — ؟“

”مطلب یہ کہ تم بدستور دشواریوں میں مبتلا رہو گے۔“

”آخر کیوں —“

”مارتھا کی زہر خورانی —“

”ارے صاحب تو کیا میں نے۔“

”وہ لڑکی جولیانا فٹز واٹر کہاں غائب ہو گئی۔“

”یقین کیجئے — ڈیڈی —“

”مجھے یقین دلانے کی کوشش نہ کرو — اس کا پتہ تم ہی سے پوچھا جائے گا! کیونکہ وہ تمہیں دیکھنے وہاں گئی تھی۔“

”بھلا بتائیے — میں اس کا پتہ کیسے بتا سکوں گا۔“

”اگر وہ خود ہی مجرم نہیں تھی تو روپوش کیوں ہو گئی۔“

”لوگ غلط سمجھتے ہیں ڈیڈی! میرے کبھی کسی عورت سے ایسے تعلقات نہیں رہے کہ وہ کسی دوسری ملنے والی کو قتل کر سکے۔“

”بکو مت — مجھے اس کا پتہ چاہئے۔“

”اب آج میں بعد نماز عشاء وظیفہ پڑھ کر سوؤں گا، شاید کوئی موکل خواب میں اس کا پتہ بتا جائے۔“

”میں کہتا ہوں خاموش رہو۔“

فرسٹ ایڈ بکس آ گیا تھا! اور اب رحمان صاحب بازو کا زخم دیکھ رہے تھے۔

”تمہاری حماقتوں سے میں تنگ آ گیا ہوں۔“ وہ بڑبڑائے ”دوبارہ آپریشن کرانا پڑے گا شاید زخم پھٹ گیا ہے اور اس میں کچھ مواد بھی معلوم ہوتا ہے۔“

عمران کچھ نہ بولا۔

ڈریسنگ تو ہو گئی لیکن رحمان صاحب نے لائبریری میں آ کر سول سرجن کو فون کیا! پھر فون رکھا ہی تھا کہ گھنٹی بجی — انہوں نے ریسیور اٹھا لیا اور ماؤتھ پیس میں بولے ”یس رحمان اسپیکنگ — اوہ —“ پیشانی پر شکنیں پڑ گئیں وہ سنتے رہے اور ہوں ہوں کرتے رہے۔ پھر بولے ”ٹھیک ہے۔ کوئی بات نہیں“ ریسیور رکھ کر وہ عمران کی طرف مڑے اور بولے ”محکمہ خارجہ سے ہدایت ملی ہے کہ میرا محکمہ ان معاملات سے دستکش ہو جائے۔“

”نہایت معقول مشورہ ہے۔“ عمران خوش ہو کر بولا ”لیکن میرے وارنٹ کا کیا ہو گا۔“

”میری دانست میں اس کا کیس سے کوئی تعلق نہیں۔ ایک عورت زہر سے ہلاک ہوئی دوسری نے روپوشی کی۔ ہم اس پر شبہ کر رہے ہیں اور ایک

ایسے آدمی کو جانتے ہیں جو اس کا پتہ یقینی طور پر جانتا ہوگا۔“

”اور اس آدمی کا ڈائرکٹر جنرل صاحب سے کیا رشتہ ہے؟“

”کچھ بھی نہیں!“ رحمان صاحب اسے گھورتے ہوئے بولے۔ ”مجھے ذرہ برابر بھی پرواہ نہ ہوگی! اگر تم یہیں سے گرفتار کئے جاؤ۔“

”تب تو پھر مرنے کو بہت جگہیں ہیں۔“

”تمہاری مرضی —“ رحمان صاحب نے لاپرواہی سے شانوں کو جنبش دی۔ ”لیکن سول سرجن کے معائنے کے بعد۔“

”اس کی بھی کیا ضرورت ہے؟“

”بکواس نہیں۔“

”سول سرجن کے علم میں لانے کی کیا ضرورت ہے کہ میں یہاں آیا تھا کیا رحمان صاحب کی بدنامی نہ ہوگی کہ انہوں نے ایک ہاتھ آئے ہوئے ملزم کو نکل جانے دیا۔“

”فکر نہ کرو —“ وہ ہاتھ جھٹک کر بولے۔ ”اور اب خاموش بیٹھو۔“

کچھ دیر بعد سول سرجن بھی آپہنچا۔ لیکن اس نے تشویش ظاہر نہیں کی! صرف یہ پوچھا تھا کہ گولی کب لگی تھی اور پہلا آپریشن کب ہوا تھا۔

”بہتر ہے کہ آپ انہیں ہسپتال میں داخل کرا دیں“ سول سرجن نے رحمان صاحب سے کہا۔

”بعض دشواریوں کی بنا پر ممکن نہیں۔“ رحمان صاحب نے جواب دیا۔

”تو پھر یہیں دیکھا جائے گا۔“

رحمان صاحب نے عمران کے فلیٹ کا پتہ بتا کر کہا۔ ”میری دانست میں تو وہیں مناسب ہوگا۔“

”جہاں آپ فرمائیں — وہاں پہنچانے کے بعد مجھے مطلع کر دیجئے گا۔“

”شکریہ!“ رحمان صاحب نے مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔ اور ں کے رخصت ہو جانے کے بعد عمران سے بولے۔ ”تم میرے لئے ہمیشہ دشواریاں یا کرتے رہوگے۔ میں مجبور ہوں فی الحال تمہیں یہاں نہیں رکھ سکتا۔“

عمران کچھ نہ بولا۔

پھر جب بیگم رحمان کو یہ معلوم ہوا کہ عمران واپس بھی جا رہا ہے تو انہوں نے ٹھی سر پر اٹھا لی اور رحمان صاحب انہیں اونچ نیچ سمجھانے کے سلسلے میں خاصے ن نظر آنے لگے۔

بمشکل تمام حالات قابو میں آئے۔ اور عمران کو وہاں سے رخصت کر دیا گیا فلیٹ میں پہنچ کر عمران نے بلیک زیرو کو پھر فون کیا اور اسے ہدایت کی ارے ماتحت اس کے فلیٹ کی نگرانی کریں۔

جوزف اور سلیمان میں جھڑپ ہو گئی! سلیمان کہہ رہا تھا کہ آخر اس نے اس حادثہ کی اطلاع کیوں نہیں دی تھی! جوزف کہہ رہا تھا کہ وہ صرف ب باورچی ہے لہٰذا اُسے ان معاملات سے کوئی دلچسپی نہ ہونی چاہئے۔ یہ تو ت و خون کا معاملہ تھا۔ جس کے لئے اس جیسے سورما کی ضرورت تھی۔

”سالے جب جی چاہے کشتی لڑ کر دیکھ لے۔“ سلیمان نے اسے للکارا۔

اور جب عمران نے ”سالے“ کا ترجمہ انگریزی میں کیا تو جوزف آپے سے باہر یا۔ کہنے لگا ”یہ زندہ نہ چھوڑوں گا۔ جب میری کوئی بہن ہی نہیں تھی تو یہ مجھے لا کیسے کہہ رہا ہے ... نہیں باس تم دخل نہ دو۔ یہ عزت و آبرو کا معاملہ ہے چ مچ کوئی بہن ہوتی تو دوسری بات تھی — میں بالکل خفا نہ ہوتا —“

بمشکل تمام یہ معاملہ بھی رفع دفع ہوا۔ اور عمران نے جوزف سے کہا کہ وہ نیچے سول

سرجن اور نائبوں کا انتظار کرے۔ وہ جانتا تھا کہ اگر جوزف یا خود اس نے ان کا استقبال نہ کیا تو اُس کے ماتحت انہیں فلیٹ میں ہرگز نہ داخل ہونے دیں گے جوزف کو نیچے بھیج کر وہ بیٹھا ہی تھا کہ فون کی گھنٹی بجی — دوسری طرف ڈاکٹر دعاگو بول رہا تھا۔

”کیا تم ہو عمران — میں نے ہسپتال میں فون کیا تھا! معلوم ہوا کہ تم وہاں نہیں ہو۔ میرا خیال ہے کہ ابھی تمہارا زخم ٹھیک نہ ہوا ہوگا — پھر کیوں چلے آئے؟“

”جی اکتا گیا تھا!“ عمران نے جواب دیا۔

”ٹھیک ہے!“ ڈاکٹر کی آواز بھرائی ہوئی سی تھی۔ ”جس کمرے میں تم بن تھے وہ تو اب کاٹنے کو دوڑتا ہوگا — میں مارتھا کو کبھی نہ بھلا سکوں گا — کتنی اچھی لڑکی تھی۔ تمہیں کس قدر چاہنے لگی تھی — جانتے ہو کیوں؟“

”میں نہیں جانتا —“

”محض اس لئے کہ تمہارے گھر والے تمہاری پروا نہیں کرتے۔ اس کی محبت کا محرک در اصل جذبۂ ہمدردی ہوا تھا — کیا میں تمہارے فلیٹ میں آسکتا ہوں ... تم سے اس کی باتیں کر کے جی ہلکا کروں گا —“

”آجاؤ — ڈاکٹر — میں بھی بہت مغموم ہوں ڈاکٹر —!“ عمران نے کہا اور دو طرف سے سلسلہ منقطع ہوگیا۔

لیکن اس کے آنے سے قبل ہی سول سرجن اپنے دو اسسٹنٹوں اور ایک نرس کے ساتھ وہاں پہنچ گیا! آلاتِ جراحی کو پکانے کے لئے اسٹوو پر پانی رکھ دیا گیا۔

نرس قبول صورت اور کم عمر تھی! تھی تو دیسی ہی لیکن اردو بھی انگریزی لہجے میں بولنے کی کوشش کرتی تھی۔

پھر جب عمران آپریشن کے لئے بڑی میز پر لیٹ رہا تھا! سلیمان نے ڈاکٹر دعاگو

کی آمد کی اطلاع دی۔

”انہیں نشست کے کمرے میں بٹھاؤ۔“ عمران نے کہا۔

آپریشن شروع ہوا۔ الجھاوے والا کیس نہیں تھا اس لئے زیادہ دیر نہیں لگی۔

”آپ مکمل طور پر آرام کیجئے۔ کم از کم دو دن۔“ سول سرجن نے عمران سے کہا۔ ”اس ہاتھ کو اگر زیادہ جنبش نہ دی جائے تو بہتر ہوگا۔“

ٹھیک اسی وقت نشست کے کمرے سے کسی کے چیخنے کی آواز آئی۔

وہ سب اُدھر جھپٹے! عمران بھی پیچھے تھا! نشست کے کمرے میں پہنچ کر انہوں نے دیکھا کہ ڈاکٹر دعاگو چیختا ہوا آمد و رفت کے دروازے کی طرف بھاگ رہا ہے وہ دروازے سے گزر کر برآمدے میں پہنچا اور اسی طرح دوڑتا ہوا زینے طے کرنے لگا۔

عمران وغیرہ جہاں تھے وہیں رہے۔

انہوں نے کھڑکی سے دیکھا کہ دعاگو بالکل اسی انداز میں سڑک پر بھی دوڑا جا رہا ہے — حالانکہ اُس کی کار وہیں کھڑی تھی۔

★

عمران کھڑکی سے سر نکال کر چیخا۔ ”پکڑو — پکڑو —!“

”اے جناب — آپ براہ کرم لیٹئے — سول سرجن نے اس کا داہنا بازو پکڑ کر خوابگاہ کی طرف گھسیٹتے ہوئے کہا۔ ”یہ کون تھا۔ کیوں بھاگا اس طرح!“

”ایک مظلوم آدمی —“ عمران نے ٹھنڈی سانس لی ... مقصد حاصل ہو چکا تھا۔ کھڑکی سے سر نکال کر چیخنے کا مطلب یہی تھا کہ اس کے ماتحت ڈاکٹر دعاگو کی طرف نہ صرف متوجہ ہو جائیں بلکہ ان میں سے کوئی اس کا تعاقب بھی کرے۔

سول سرجن اسے بیڈ روم میں لایا اور خود ایک کرسی پر بیٹھتا ہوا بڑبڑایا

"یاد نہیں پڑتا کہ اسے کہاں دیکھا تھا۔"

"ارے آپ شہر کی اس مشہور ترین ہستی کو نہیں جانتے! عمران گاؤ تکیے سے ٹیک لگاتا ہوا کراہا "یہ ڈاکٹر دعاگو تھا۔"

سول سرجن نے بُرا سا منہ بنا کر سر کو جھٹکا دیا اور تنفر آمیز لہجے میں بولا "جگلر۔"

"ہم — مگر جناب — پبلک تو فیض یاب ہو رہی ہے۔"

"توہم پرستوں کے جنگل میں اور کیا ہو گا۔"

"مجھے خود بھی حیرت ہے —" عمران اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔

"اُلو بنا رہا ہے لوگوں کو میں اس میں یقین نہیں رکھتا کہ زیادہ تر جسمانی امراض کی وجہ ذہنی ہوتی ہے۔ اور انہیں محض اپنی قوت ارادی کی مدد سے یا خود کو دوسروں کی قوت ارادی کے حوالے کر کے دُور کیا جا سکتا ہے۔"

"وہ تو ثابت کر دیتا ہے جناب —"

"زبانی یا عملی طور پر —"

"زبانی ہی سہی — لیکن یہ بھی مشکل کام ہے —"

"کیا آپ نے اُس کا کوئی کیس کامیاب ہوتے دیکھا ہے؟" سول سرجن نے پوچھا۔

"مجھے ہی دیکھ لیجئے! بندوق کی آواز سُن کر چارپائی کے نیچے دبک جاتا تھا اب دیکھئے کہ بازو پر ریوالور کی گولی کا زخم لئے بیٹھا ہوں۔"

"یہ تو کوئی بات نہ ہوئی — آپ کے ہاتھ میں بھی ریوالور ہوتا تو بات بھی تھی!" سول سرجن ہنس کر بولا "اچھا جناب میں پھر عرض کروں گا کہ براہِ کرم احتیاط برتئے ورنہ زحمت میں پڑ جائیے گا۔ کم از کم ایک ہفتہ آرام کیجئے!"

"یقیناً — یقیناً —" عمران سر ہلا کر بولا۔

"آپ کی دیکھ بھال کون کرے گا!" سول سرجن نے چاروں طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"وہ تو میں خود ہی کر لیتا ہوں۔ جی ہاں!" عمران کے چہرے پر حماقت بکھر گئی

"بیگم صاحبہ کہاں ہیں —"

"انھوں نے تو نہ آنے کی قسم کھا رکھی ہے —"

"مائیکے میں ہیں —"

"جی ابھی تو مائیکے میں بھی نہیں ہیں —"

"ابھی شادی نہیں ہوئی سر!" نرس نے ہنس کر کہا۔

"خیر — خیر — تم اِن کی دیکھ بھال کرو گی!" سول سرجن اٹھتا ہوا بولا

"او کے۔ سر!" نرس نے کہا۔

سول سرجن کے جانے کے بعد عمران بڑی دیر تک خیالات میں کھویا رہا۔ ڈاکٹر دعاگو کیوں بھاگا تھا اس طرح؟ اس پر کیا گذری ہو گی؟ کیا اس کے ماتحت اس کا اشارہ سمجھ کر دعاگو کا تعاقب کر رہے ہوں گے؟

دفعتاً فون کی گھنٹی بجی اور نرس کرسی سے اٹھ کر فون کی طرف جھپٹی۔

"یہ فون اِدھر اٹھا دو —" عمران نے اس سے کہا۔

فون پر بلیک زیرو تھا۔ نہ جانے کیوں اسوقت اس نے ایکس ٹو والے مخصوص فون پر رابطہ نہیں قائم کیا تھا۔

"ہلو —" عمران نے ماؤتھ پیس میں کہا "کیوں؟ اِس نمبر پر کیوں؟"

"میں نے کہا... ممکن ہے ...!"

"کچھ نہیں — محتاط رہو — اگر کوئی ضروری بات ہو تو —"

دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہو گیا اور عمران دوسرے کمرے میں جانے

کے لئے پلنگ سے اترنے لگا۔

"دیکھئے — جناب!" نرس اٹھتی ہوئی بولی "یہ زیادتی ہے"

"ایک منٹ!" عمران ہاتھ اٹھا کر بولا "میں ابھی آیا۔ تم یہیں ٹھہرو۔"

وہ ایکسٹوکے فون والے کمرے میں آیا۔ زیادہ دیر نہیں گذری تھی کہ گھنٹی بجی۔ دوسری طرف سے بلیک زیرو بول رہا تھا "صفدر نے اطلاع دی ہے کہ کچھ دیر پہلے ڈاکٹر دعاگو آپ کے فلیٹ سے جھنجھناتا ہوا برآمد ہوا تھا اور ایک طرف دوڑتا چلا گیا تھا۔ صفدر اور چوہان اس کا تعاقب کر رہے ہیں"

"تمہیں کس سے اطلاع ملی ہے!" عمران نے پوچھا۔

"سارجنٹ نعمانی سے"

"کیا اس کی کار اب بھی فلیٹ کے سامنے موجود ہے"

"جی ہاں!" دوسری طرف سے جواب ملا "تنویر اور خاور اس کی دیکھ بھال کر رہے ہیں"

"تھوڑے تھوڑے وقفے سے مجھ سے رابطہ قائم کرو —" عمران نے کہا اور سلسلہ منقطع کر دیا۔

کمرے میں واپس آیا تو نرس بولی "دیکھئے جناب! آپ کتنی جلدی ڈاکٹر کی ہدایات بھول گئے"

"سب یاد ہیں" عمران احمقانہ انداز میں بولا۔

"پھر آپ ان پر عمل کیوں نہیں کرتے —"

"آپ کب تک رہیں گی یہاں!" عمران نے مغموم لہجے میں پوچھا۔

"جب تک سول سرجن صاحب چاہیں گے" نرس نے جواب دیا۔

یہ ایک نوعمر اور شوخ قسم کی لڑکی تھی۔ آنکھوں سے بچپنا ٹپکتا تھا۔ جب

بات کرتی تو آنکھوں میں کچھ اسی قسم کی چمک پیدا ہو جاتی جیسے مخاطب کا مضحکہ ڑا رہی ہو —

عمران مسہری پر لیٹ گیا کچھ دیر بعد اس نے نرس سے کہا "ریڈیو پر کمرشل روس سننا چاہو تو مجھے کوئی اعتراض نہ ہوگا — حالانکہ اشتہارات سننے کے ٹوتی ہیں مجھے خواہ مخواہ لتا منگیشکر اور نورجہاں وغیرہ کو بھی ہضم کرنا پڑتا ہے"

"ہضم کرنا پڑتا ہے" نرس نے حیرت سے کہا۔

"اور کیا! گانا نہ سنو تو وہ اشتہارات بھی نہیں سناتے"

"کیا لتا اور نورجہاں آپ کو پسند نہیں"

"وہ تو بہت پسند ہیں لیکن گاتی کیوں ہیں!" عمران نے غصیلے لہجے میں کہا

"ارے واہ — بھلا آپ کو کیوں برا لگتا ہے"

"خوبصورت عورتوں کو گاتے دیکھ کر بیحد غصہ آتا ہے مجھے —"

"آخر کیوں ؟"

"پتہ نہیں! خود میری سمجھ میں بھی نہیں آتا"

نرس نے ہنس کر ریڈیو کھول دیا۔ ذرا دیر بعد آواز آئی "گرم مسالہ ہانڈیوں زینت ہے... مولوی داؤد علی اینڈ کمپنی کا گرم مسالہ سربند بوتلوں میں خریدیئے — "اور اس کے بعد "نہ چھڑا سکو گے دامن .... ؟"

"لاحول ولا قوۃ —" عمران کانوں میں انگلیاں ٹھونس کر چیخا "تقریباً چھ ینے سے یہ عورت دامن پکڑے ہوئے ہے... پیچھا ہی نہیں چھوڑتی کسی طرح..... اللہ اب تو موت ہی دے دے... ہوٹلوں میں... شادی بیاہ کے موقعوں پر... پر... جہاں دیکھو دامن پکڑے کھڑی ہے — کہاں جاؤں میرے معبود —!"

عمران دونوں ہاتھوں سے منہ چھپا کر سسکیاں لینے لگا —

"ارے ارے —" نرس بوکھلا کر اس کی طرف جھپٹی "یہ... یہ... کیا... ارے میں ریڈیو بند کئے دیتی ہوں —"

"نہیں —" عمران گلوگیر آواز میں بولا "اشتہارات بھی تو ہو رہے ہیں۔ ابھی میرا پسندیدہ اشتہار تو ہوا ہی نہیں —"

"کون سا —"

"انبالہ سویٹ میٹ والا... رستم حلوہ والا... نیلو قلاقند والا... اور شمیم رس ملائی والا... سنتوش حبشی حلوہ والا... اور... اور... جلیبی... جلیبی... جلیبی والا بھی تو کچھ تھا!"

نرس ہنستی رہی... اور جب عمران چپ ہوا تو وہ بولی "آپ تو بہت دلچسپ آدمی ہیں —!"

"ہوں نہیں بلکہ کبھی تھا — جب سے یہ حبشی باڈی گارڈ بنا ہے دن کو کبھی ہنسی نہیں آتی —"

"کیوں دن کو کیوں ؟"

"رات کو انتہائی درجہ روشنی میں بھی وہ مجھے نظر نہیں آتا۔"

"آپ کرتے کیا ہیں —"

"گولیاں کھا کر آرام کرتا ہوں — ؟"

"میں گالیاں سمجھی تھی —"

"سمجھنے کو تو آپ سالیاں بھی سمجھ سکتی ہیں —"

"شادی کیوں نہیں ہوئی۔"

"میٹرک پاس کئے بغیر کیسے ہو جاتی!" عمران رو دینے کے سے انداز میں بولا۔

"تو وہ ایم ایس۔ سی ڈی ایس سی صاحب کون ہیں جن کی نیم پلیٹ دروازے

پر ٹنگی ہوئی ہے —"

عمران نے سلیمان کو آواز دی۔

"یہ ہے وہ آدمی —" عمران نے سلیمان کی طرف انگلی اٹھا کر کہا جو دروازے یں ہکا بکا کھڑا تھا۔

نرس نے متحیرانہ انداز میں پلکیں جھپکائیں۔

"یہ میرا باورچی ہے۔ ایم ایس سی ڈی ایس سی آکسن — لیکن اسے اپنے فن ے پیار ہے... فن کی خدمت کے لئے یہ اتنی لمبی لمبی ڈگریوں پر لات مار کر چولہا انڈی کر رہا ہے — کیا قورمہ پکاتا ہے ظالم... ایک بار تو مونگ کی دال کے ڑتے کھلا دیئے تھے مجھے — اب تک کئی قسم کے سالن ایجاد کر چکا ہے۔ ابے وہ کون سی ہانڈی ہوتی ہے جس میں ساری ترکاریاں بینگن اور گوبر سمیت ڑتی ہیں"

"جی دیوانی ہانڈیا —" سلیمان نے بڑی شائستگی سے جواب دیا۔

"یہ تو کوئی نئی چیز نہیں!" نرس بولی۔

"اور کوفتوں میں مسور کی دال —"

"پتہ نہیں —"

"اگر یہ چاول میں شوربہ لگا دیتا ہے" عمران نے غصیلے لہجے میں کہا "اور تا ہے کہ جرمنی میں یہ ڈش چیاپک ڈوشا کہلاتی ہے"

"کیا واقعی — یہ سائنس کے ڈاکٹر ہیں"

"بالکل بالکل — شوقیہ کھانا پکاتا ہے... یہاں کھانا پکانے کے بعد ورسٹی میں کلاسز بھی لیتا ہے — وہاں پارٹ ٹائم لیکچرار لگا ہوا ہے"

"نہیں —" وہ ہنس پڑی "آپ مذاق کر رہے ہیں!"

"کیوں بے ـــ" عمران نے سلیمان کو للکارا۔

"ان کا کھانا بھی پکے گا ـــ" سلیمان نے دانت دیے۔

"ان کا... نہیں ان کے لئے بھی ـــ" عمران نے متاسفانہ لہجے میں کہا "انگریزی میں سائنس پڑھنے کی وجہ سے تیری اُردو کمزور رہ گئی..... خیر مولوی تفضل علی سے مدد لیں گے۔"

"پکاؤں کیا؟"

"یہ علت بڑی ہے ـــ" عمران نے نرس کی طرف دیکھ کر کہا "بتانا مجھے ہی پڑتا ہے کہ یہ پکائے کیا ـــ یہاں اس کی ساری سائنس دھری رہ جاتی ہے! اسی خوف سے اب تک شادی نہیں کی تھی کہ بیوی صبح ہی صبح چھاتی پر سوار ہو کر "کیا پکاؤں" کا نعرہ لگایا کرے گی ـــ لیکن یہ کم بخت تو بیوی سے بھی بدتر نکلا!"

یک بیک وہ بکواس کرتے کرتے چونک پڑا ـــ سلیمان کو اشارہ کیا کہ فون والی میز مسہری کے قریب کھسکا لائے۔

فون پر کسی کے نمبر ڈائیل کئے ـــ اور ماؤتھ پیس میں بولا "پُٹ می آن ٹو دائی سی! یس.... تھینکس ـــ" تھوڑی دیر تک خاموش رہا پھر بولا "ہلو کرنل ہاؤ ڈو یو ڈو" لیکن وہ بیٹھی ہوئی سی آواز میں بولا تھا۔ ویسی ہی جیسی ایکس ٹو کا رول ادا کرتے وقت حلق سے نکالتا تھا ـــ

"ہوں" وہ کہتا رہا "اُس آدمی نے کیا بتایا ـــ میں اس جعلی لیفٹیننٹ کے متعلق پوچھ رہا ہوں جو کچھ دیر پہلے تمہاری تحویل میں دیا گیا ہے"

"ابھی اس نے کچھ بھی نہیں بتایا" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"ٹرک میں کتنے آدمی تھے"

"دس! لیکن وہ کچھ نہیں جانتے! مزدور ہیں۔ دس روپیہ فی کس دے کر وردی پہنا

ی گئی تھی۔ جس جگہ کی نشاندہی انہوں نے کی تھی وہاں چھاپہ مارا گیا لیکن عمارت
الی ملی۔ مالک مکان نے بتایا کہ عرصہ سے خالی پڑی ہے اور تنازعہ ہے
سی دوسرے دعویدار سے اُسی عمارت کے سلسلے میں مقدمہ بازی بھی ہو
ی ہے۔ لیکن وہ اس مزدوری پر انہیں آمادہ کرنے والوں کی نشاندہی نہیں کر
ے! بیان کے مطابق وہ تین تھے!"

"وہ تینوں انہیں کہاں ملے تھے!" عمران نے پوچھا۔

"ارے وہ دراصل عمارتی کام کرنے والے مزدور ہیں! اُن کے ایک اڈے
انہیں پکڑا گیا تھا"

"کیا وہ ان تینوں کے حلیے بھی نہیں بتا سکے!"

"اس سے زیادہ نہیں کہ وہ تینوں پٹھان تھے اور اُن کی گھنی اور چڑھی
مونچھیں تھیں۔ تینوں نے یکساں قسم کے لباس پہن رکھے تھے۔"

"لیفٹیننٹ کے بارے میں کیا کہتے ہیں!"

"وہ انہیں اسی عمارت میں پہلے سے موجود ملا تھا!"

"اچھا! اسے تم دانش منزل بھجوادو ـــ!"

"بہت بہتر ـــ اور کچھ؟"

"نہیں شکریہ ـــ!" عمران نے سلسلہ منقطع کر دیا۔ لیکن وہ سوچ رہا تھا
س آواز بدل کر گفتگو کرنے کی وجہ ضرور پوچھے گی! للہٰذا وہ سلیمان سے بھی
ٹھی ہوئی آواز میں گفتگو کرنے لگا۔

"یہ آپ کی آواز کو یک بیک کیا ہو گیا" نرس نے پوچھا۔

"تھک گئی ہے ـــ" عمران بڑبڑایا۔

"یک بیک ـــ اس طرح گلا بیٹھتے نہیں دیکھا"

"یہاں تمہیں ہر چیز عجیب ملے گی۔"

پھر دوسرے کمرے سے ایکس ٹو والے فون کی گھنٹی کی آواز آئی۔ اور عمران اٹھنے لگا۔

"ٹھہریئے میں دیکھے لیتی ہوں! اچھیں تو فون رکھ چھوڑے ہیں آپ نے۔" نرس بولی۔

"نہیں — شکریہ —!" عمران نے مسہری سے چھلانگ لگائی اور نرس بے اختیار چیخ اٹھی۔ "ارے اسطرح نہیں۔ پھر ٹمپس بگاڑیں گے آپ۔"

عمران جھپٹتا ہوا کمرے میں آیا! فون پر دوسری طرف بلیک زیرو تھا۔!

"کیا خبر ہے؟"

"ڈاکٹر دعا گو دوبارہ ہسپتال پہنچا دیا گیا! وہ اسی طرح دوڑتا ہوا انگن ڈے چور راستے تک آیا تھا اور وہاں جانوروں کے پانی پینے کے حوض میں چھلانگ لگا دی تھی۔ نکالا گیا تو بیہوش تھا۔"

"ہوں۔ خیال رکھنا کہ ہوش آنے پر وہ کیا بیان دیتا ہے۔"

"بہت بہتر جناب —"

عمران نے سلسلہ منقطع کر دیا —

کمرے میں واپس آیا تو سلیمان نے اطلاع دی کہ ڈرائنگ روم میں کوئی لڑکی اس کی منتظر ہے۔

"یوریشین معلوم ہوتی ہے!" نرس نے پُر اشتیاق لہجے میں کہا

"ارے باپ رے" عمران پیٹ پر ہاتھ پھیر کر کراہا۔

"کیوں کیا بات ہے۔"

"کچھ نہیں —"

"آپ وہاں نہیں جا سکتے — یہیں لیٹے مسہری پر اور اسے یا تو یہیں ایئے۔ یا میں کہے دیتی ہوں کہ مریض کے لئے نقل و حرکت منع ہے۔"

عمران سوچ میں پڑ گیا۔ کون ہو سکتی ہے۔ بہرحال وہ مردہ سی آواز میں بولا۔

"چھا یہیں لاؤ —"

اور پھر اس یوریشین لڑکی کو دیکھ کر عمران کی آنکھوں میں خون اتر آیا کیونکہ وہ لیانا فٹز واٹر تھی بہت ہی معمولی قسم کے میک اپ میں — ایسا معمولی میک اپ کہ قریب سے جاننے والے یقینی طور پر پہچان لیتے۔

"تم کیوں آئی ہو؟" اس نے جھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"تمہیں دیکھنے — تمہاری خیریت معلوم کرنے —" جولیا نے مغموم لہجے میں

"ہوں — اور اگر فیاض کو تمہاری خیریت معلوم ہو گئی تو —"

"کیا یہ ممکن ہے کہ وہ مجھے گرفتار کر سکیں؟"

"قطعی — محکمہ کوئی مدد نہ کر سکے گا —"

"کچھ بھی ہو! محکمہ مجھ سے اپنا پن تو نہیں چھین سکتا —!"

"اے محترمہ دفع ہو جاؤ یہاں سے جلدی — ورنہ اگر اس ایکس ٹو کے اطلاع ہو گئی تو . . ."

"کچھ بھی ہو میں تو نہیں جاؤں گی — یہیں قیام کروں گی — اسی فلیٹ میں مجھے تم — میں اسے پسند نہیں کرتی کہ تم لڑکیوں کے چکر میں گولیاں کھاتے پھرو — تم کیوں گئے تھے اس رات ہسپتال — میں سب کچھ معلوم کر چکی ہوں۔ مارتھا ہہ کر تمہیں بلایا تھا کہ اسے نیند نہیں آ رہی۔"

عمران کچھ کہنے ہی والا تھا کہ کسی نے باہر سے گھنٹی بجائی۔ سلیمان باہر چلا گیا

اور واپسی اطلاع دی کہ کیپٹن فیاض ڈرائنگ روم میں اس کا منتظر ہے۔

“اب بتاؤ —؟” عمران نے جولیا سے پوچھا۔

★

جولیا شرارت آمیز انداز میں مسکرائی۔ اور بولی “تم فکر نہ کرو — مجھے اس سلسلے میں ایکس ٹو سے کوئی ہدایت نہیں ملی تھی۔ صفدر سے اطلاع ملی تھی کہ کیپٹن فیاض مج سے پوچھ گچھ کرنا چاہتا ہے — میں نے اس وقت روپوشی ہی مناسب سمجھی تھی لیکن اب —!”

“لیکن اب کیا —”

“تم کیوں بور ہو رہے ہو — یہیں بلاؤ اسے —”

“اچھی بات ہے!” عمران اسے گھورتا ہوا بولا۔ اور سلیمان کو اشا کیا کہ وہ فیاض کو بلا لائے۔

جولیا چند لمحے کچھ سوچتی رہی اور پھر فیاض کے آنے سے قبل ہی کچھ کی طرف چلی گئی! فیاض آیا اور نرس کو گھورتا ہوا ایک کرسی کے ہتھے ٹک گیا۔ وہ اب بھی نرس ہی کی طرف دیکھے جا رہا تھا۔

“میں نے کہا” عمران کھکار کر بولا “میرا خیال ہے کہ تم میری عیادت آئے ہو!”

“آں —” فیاض چونک پڑا تھوڑا سا مسکرایا پھر بولا “ابھی کچھ قبل یہاں ایک یوروپین لڑکی آئی تھی”

“دیکھ لو —” عمران نے نرس کی طرف اشارہ کر کے کہا “یہ بھی ہیں تو

ہی، لیکن شائد یوروپین نہیں ہیں —”

“عمران میں سنجیدگی سے کہہ رہا ہوں کہ جولیا کا پتہ بتا دو۔ ورنہ بڑے خسارے میں رہو گے —!”

“آپ کے لئے شائے لاؤ —” عمران نے سلیمان سے کہا۔

سلیمان کچن کی طرف چلا گیا۔ فیاض قہر آلود نظروں سے عمران کو گھور رہا تھا

“بہتر ہوتا کہ آپ لیٹ کر گفتگو کرتے —” نرس نے عمران کو ٹوکا وہ فیاض کو اچھی نظروں سے نہیں دیکھ رہی تھی۔

“اوہ — ٹھیک ہے — شکریہ!” عمران تکیئے سے ٹیک لگا کر نیم دراز ہو گیا۔

فیاض نے سگریٹ سلگائی اور عمران کو پھر گھورنے لگا! لیکن عمران نے اسکی طرف دیکھا تک نہیں!

“تم ہسپتال سے کوٹھی کیوں چلے گئے تھے!” فیاض نے کچھ دیر بعد پوچھا

عمران نے ٹھنڈی سانس لی اور بولا “قبرستان کا راستہ ادھر ہی سے گذرتا ہے”

“خیر — خیر —” فیاض سر ہلا کر بولا “لیکن وہاں وہ کیسا ہنگامہ تھا”

“شاباش!” عمران اسے تحسین آمیز نظروں سے دیکھتا ہوا بولا۔ پوری طرح باخبر ہو! لیکن کیا کل تمہارے باس نے تم تک وزارت خارجہ کے احکامات، نہیں پہنچائے”

“مجھے اس سے کوئی سروکار نہیں — میں تو بیمار تھا . . .”

“بب — باس —” عمران ہاتھ اٹھا کر بولا “وہ معاملہ بھی عنقریب . . .!”

عمران کا منہ حیرت سے کھل گیا اور وہ جملہ بھی پورا نہ کر سکا — کیونکہ جولیانا فٹز واٹر اپنی اصلی شکل میں کمرے میں داخل ہو رہی تھی۔

فیاض تو بوکھلا کر اٹھ ہی گیا۔

"ہلو — !" جولیا پُر مسرت لہجے میں بولی "ہم شاید پچھلے دنوں ٹپ ٹاپ میں ملے تھے۔" اس نے مصافحہ کے لئے ہاتھ بھی بڑھا دیا۔

فیاض جس کے چہرے پر سراسیمگی کے آثار صاف پڑھے جا سکتے تھے اس سے مصافحہ کرتا ہوا بولا "جی ہاں — جی ہاں — اس دن آپ بڑے غصے میں تھیں —"

"وہ تو اسوقت بھی تھی" جولیا اٹھلائی۔ "لیکن ...!"

"تشریف رکھئے!" فیاض خالی کرسی کی طرف دونوں ہاتھ پھیلا کر قدرے جھکتا ہوا بولا۔

"شکریہ — جولیا بڑے دلآویز انداز میں مسکرا رہی تھی —!"

عمران احمقانہ انداز میں پلکیں جھپکاتا رہا — پھر دفعتاً انہیں ان کے حال پر چھوڑ کر نرس کی طرف متوجہ ہو گیا —

"ہاں تو میں یہ کہہ رہا تھا —" اس نے نرس سے کہا "ہمارے ملک میں گھسیاروں کو پکڑ کر ماہرِ تعلیم بنا دیا جاتا ہے ... اور وہ کم عمر گدھوں پر مختلف قسم کے مضامین کی گٹھڑیاں لادتے چلے جاتے ہیں ... ابھی حال ہی میں دوسری جماعت کے ایک بچے سے اس کے نصاب کے متعلق پوچھ بیٹھا تھا ... اس نے بتایا کہ وہ اردو، انگریزی، سوشل اسٹڈی، ارتھمیٹک، نیچر اسٹڈی، اسلامیات، آرٹ اینڈ کرافٹ اور ہائی جین وغیرہ وغیرہ پڑھتا ہے ... ذرا سوچو تو کیا حشر ہو گا، اُس کا — کیا وہ بچپن ہی سے ذہنی بدہضمی میں نہیں مبتلا ہو جائے گا — کیا اکتاہٹ اور مایوسی اس کی زندگی کے اجزاء لازم نہیں بن جائیں گی — کیا اس کی تخلیقی صلاحیتیں کند نہ ہو جائیں گی — اور پھر کیا مستقبل اسے محض ایک کلرک بنا کر نہ رکھ

رے گا —"

"آپ شاید کمرشل سروس کا تذکرہ کر رہے تھے!" نرس نے اُسے ٹوکا۔

"وہی ہے۔ وہی ہے!" عمران سر ہلا کر بولا "ابھی تک آپ لوگ گانا سُن ہے تھے اب اشتہارات سنیئے — قوم کی تعلیم پر زرِ کثیر صرف کیا جا رہا ہے ... م چاہتے ہیں کہ ملک میں ایک بھی اَن پڑھ نظر نہ آئے — سب کے سب منشی فاضل و جائیں۔ اس لئے ماہرین تعلیم کی خدمات حاصل کی ہیں جو قوم کے لئے بہت چھی گاف کھیلتے ہیں اور اپنے بچوں کو حصولِ علم کے لئے عموماً سمندر پار بھیج دیتے یں"

ادھر جولیا فیاض سے کہہ رہی تھی "آخر یہاں اس نرس کی کیا ضرورت تھی"

"واقعی فضول بات ہے!" فیاض سر ہلا کر بڑے خلوص سے بولا تھا۔

"مگر یہ حضرت تو کہہ رہے تھے کہ آپ نے زبردستی ان کے سر منڈھ دی ہے!"

"میں نے —!" فیاض نے حیرت سے کہا اور پھر غصیلے انداز میں عمران کی رف مڑا۔ عمران نے ان کی گفتگو سن لی تھی اس لئے خود بھی بیحد سنجیدہ نظر آنے گا تھا —

"کیوں؟ کیا بکواس کر ڈالی تم نے —" فیاض غرّایا۔

"یار پھر کیا کہتا —" عمران اردو میں گھگھیانے لگا "ہو گئی تھی سر پہ سوار اد ور کرنے لگی تھی کہ یہاں نرس کی کیا ضرورت۔ میں نے مرعوب کرنے کے لئے تمہارا ام لے دیا تھا!"

"خیر — خیر — کوئی بات نہیں!" فیاض گردن اکڑا کر بولا۔

اتنے میں فون کی گھنٹی بجی۔ نرس نے ریسیور اٹھا کر کچھ سنا ... اور عمران سے ولی "کسی کیپٹن فیاض کے لئے ہے"

"ادھر لائیے ___" فیاض نے ریسیور کی طرف ہاتھ بڑھایا۔

تھوڑی دیر تک کچھ سنتا اور ہاں ہاں کرتا رہا پھر ریسیور رکھ کر عمران کی طرف دیکھنے لگا تھا۔

عمران سمجھ گیا تھا کہ اسے کوئی اہم اطلاع ملی ہے۔ لیکن جب فیاض نے یہاں سے ڈاکٹر دعاگو کے فرار کا تذکرہ چھیڑ دیا تو اسے بڑی مایوسی ہوئی۔

"پرانی بات ہوئی مائی ڈیئر ___" عمران مغموم لہجے میں بولا۔ "یہاں میرا آپریشن ہوا وہ آیا اور ڈرائنگ روم میں بیٹھ کر انتظار کرنے لگا۔ پھر سم نے اس کی چیخیں سنیں تھیں اور ان لوگوں کا بیان ہے کہ وہ سڑک پر دوڑتا چلا گیا ___ ویسے اس کی گاڑی شاید اب بھی نیچے موجود ہے ___!"

"وہ کیوں چیخا تھا ___!"

عمران ٹھنڈی سانس لے کر کراہا۔ "دونوں طرف تھی آگ برابر لگی ہوئی۔ ادھر میرا آپریشن ہوا اُدھر اس کی چیخ نکلی... اِلّا ماشاءاللہ۔"

فیاض نہ جانے کیوں خاموش رہ گیا ___ ورنہ چہرے پر تو زلزلے ہی کے آثار نظر آئے تھے ___!

"میں آپ سے کسی مسئلے پر کچھ گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔" وہ جولیا کی طرف مڑ کر بولا۔

"ضرور ___ ضرور ___!" جولیا اٹھتی ہوئی بولی۔ "یہاں تو بہت بھیڑ ہے چلئے ڈرائنگ روم میں چلیں ___"

عمران نے جلدی جلدی پلکیں جھپکائیں اور نرس کی طرف متوجہ ہو گیا

"آخر میں کیوں موضوع بحث بن گئی ہوں جناب!" نرس نے شکایت آ لہجے میں پوچھا ___

"اُوہ تم کچھ خیال نہ کرنا۔ یہاں میرے علاوہ ہر شخص پاگل ہے۔

"یہ لڑکی کون ہے؟"

"لڑکی ہے!"

"اس نے بھی یہاں میری موجودگی پر اعتراض کیا تھا ___"

"سب چلتا ہے ___"

نرس خاموش ہو گئی۔ اتنے میں سلیمان نے آ کر پرائیویٹ فون پر کسی کال کی اطلاع دی! سلیمان اس معاملے میں بہت محتاط رہتا تھا۔ اگر کیپٹن فیاض جیسا کوئی آدمی فلیٹ میں موجود ہوتا تو وہ پرائیویٹ فون کا سسٹم بدل دیتا تھا! اس تبدیل شدہ سسٹم کے تحت فون پر گھنٹی بجنے کی بجائے باورچی خانے میں لگے ہوئے بزر سے ہلکی سی آواز نکلتی۔

اس وقت بھی یہی ہوا تھا۔ عمران نے اس سے کہا کہ وہ فکر نہ کرے۔ اسکا مطلب یہی تھا کہ وہ کال ریسیو نہیں کرنا چاہتا ___ بلکہ بعد میں ٹیپ کیا ہوا پیغام سُن لے گا۔

تھوڑی دیر بعد فیاض اور جولیا واپس آ گئے۔ جولیا کے ہونٹوں پر فاتحانہ سی مسکراہٹ تھی ___ عمران نے اس کی نظر بچا کر فیاض کو آنکھ ماری اور فیاض بھی مُسکرانے لگا ___!

جولیا ٹوٹی پھوٹی اُردو میں سلیمان کو ڈانٹ رہی تھی کہ اس نے ابھی تک چائے کیوں تیار نہیں کی۔

فیاض بالکل خاموش تھا۔ جولیا ہی چہک رہی تھی۔ اس نے نرس سے چھیڑ چھاڑ کی اور نرس نے اکھڑی اکھڑی انگریزی میں ہکلا کر کہا۔ "میں انگریزی سمجھ تو لیتی ہوں لیکن بول نہیں سکتی ___"

”میرا خیال ہے کہ اب یہاں تمہاری ضرورت نہیں ہے —“ جولیا نے کہا۔

”میں سول سرجن کے حکم کی پابند ہوں۔“

”یہ کیا کہہ رہی ہے —“ جولیا نے عمران سے پوچھا۔

”وہی جو تم سُن رہی ہو۔“ عمران نے شانے سکوڑے۔

”اپنی قسمت پر ناز کر بیٹھے!“ فیاض نے فارسی میں کہا۔

”فارسی میں مشکل ہے۔“ عمران نے فارسی ہی میں جواب دیا اور جولیا سے انگریزی میں پوچھ بیٹھا۔ ”تمہارے چھوٹے بھائی کا کیا نام ہے؟“

”میرا کوئی چھوٹا بھائی نہیں ہے۔“

”اب بتاؤ —“ عمران نے فیاض کو مخاطب کیا

”کیا بکواس ہے —“ فیاض جھینپ کر بولا۔ کچھ دیر خاموش رہا پھر اٹھتے ہوئے کہا۔ ”اچھا مس فٹز واٹر اب اجازت دیجئے۔“

”ارے واہ یہ کیسے ممکن ہے — بیٹھئے چائے آرہی ہے۔“

”نہیں انہیں اب جانے ہی دو۔“ عمران بول پڑا۔ ”اگر چائے کے ساتھ سموسے بھی کھلا دیئے تو یہ سارے شہر میں نمکحرامی کہتے پھریں گے۔“

”میں تمہارا سر توڑ دوں گا۔“ فیاض دانت پیس کر اردو میں بولا۔

عمران پھر نرس کی طرف دیکھنے لگا تھا جو شاید وہاں سے اٹھ جانا چاہتی تھی۔

”تم ذرا میرے سائنٹسٹ باورچی کی خبر لے لو —“ عمران نے اس سے کہا اور وہ ہنستی ہوئی اٹھ گئی —

”میں سچ کہتی ہوں۔ اگر یہ نرس تھوڑی دیر اور یہاں رہی تو میں اس پوری عمارت کو اُلٹ پلٹ کر رکھ دوں گی —“ جولیا نے کہا۔

”عورت ہو — یا بل ڈوزر —“ عمران نے حیرت سے کہا۔

”میں بڑی دیر سے برداشت کر رہا ہوں۔“ فیاض بولا۔ ”تم مستقل طور پر مس فٹز واٹر کی توہین کئے جا رہے ہو!“

عمران کچھ نہ بولا۔ وہ سوچ رہا تھا۔ پتہ نہیں جولیا اب کیا کر گذری ہے! کہاں تو فیاض اسے پھانسی پر چڑھا دینا چاہتا تھا اور کہاں اب یہ خوش فعلیاں! وہ تو سمجھتا تھا کہ جولیا پر اس کی نظر پڑتے ہی مہابھارت شروع ہو جائے گی۔

کمرے کی فضا پر خاموشی مسلط تھی۔ اتنے میں چائے آ گئی لیکن نرس نہیں آئی تھی۔ سلیمان ٹرالی دھکیلتا ہوا قریب آیا۔

عمران بڑی الجھن میں تھا — سوچ رہا تھا کہ کہیں جولیا یہیں رہ پڑنے پر نہ تل جائے ایسی صورت میں بڑی دشواریاں پیش آئیں گی۔

چائے کے دوران میں اس نے فیاض سے کہا۔ ”ان محترمہ کا وارنٹ کہاں ہے؟“

”وارنٹ — کیا بک رہے ہو!“ فیاض نے غصیلے لہجے میں کہا۔

”مارتھا کی زہر خورانی کے سلسلے میں —“

”کمال ہے بھئی — ارے میں صرف پوچھ گچھ کرنا چاہتا تھا!“

”اوہو —“ عمران سیٹی بجانے کے سے انداز میں ہونٹ سکوڑ کر رہ گیا۔

”کیا قصہ تھا —!“ جولیا نے پیالی میں چمچہ چلاتے ہوئے پوچھا۔

”کچھ بھی نہیں!“ فیاض جلدی سے بولا۔ ”میں نے اِن سے آپ کے بارے میں پوچھا یہ حضرت پتہ نہیں کیا سمجھ بیٹھے — وارنٹ ... لاحول ولا قوۃ —“ بوکھلاہٹ میں وہ انگریزی جملے کے اختتام پر عربی ہی بول گیا تھا۔

عمران نے طویل سانس لی اور سلیمان سے نرس کے متعلق پوچھا — اس نے بتایا کہ وہ باورچی خانے ہی میں چائے پیئے گی۔

چائے پی کر فیاض رخصت ہو گیا — اور جولیا نے بے تحاشہ قہقہے لگانے شروع

کر دیئے — کچھ کہے بغیر ہنستی ہی چلی گئی — پھر بولی "یہ سمجھ میں نہیں آتا اس گدھے کو سپرنٹنڈنٹ کس نے بنا دیا ہے!"

"اے تم میرے سامنے میرے کسی دوست کی توہین نہیں کر سکتیں؟"

"تمہارے سارے دوست تم سے زیادہ گدھے ہیں —"

"تم بھی دشمن تو نہیں —"

"مجھ سے پوچھ رہا تھا کہ میں نے مارتھا کے کمرے میں کوئی غیر معمولی بات تو نہیں دیکھی تھی — بالکل اس انداز میں گفتگو کرتا رہا تھا جیسے اسے تمہارے خاندان کی عورتوں پر شبہ ہوا خصوصیت سے ثریا کے متعلق — کہ وہ صراحی کی طرف تو نہیں گئی تھی —"

"اُسے پوچھنا ہی چاہئے — فرض ٹھہرا —"

"اور تم اسے اپنا دوست کہہ رہے ہو؟"

"تو پھر رحمان صاحب کو باپ بھی نہ کہوں جنہوں نے میری گرفتاری کی تیاریاں مکمل کر رکھی تھیں —"

"اچھا؟" جولیا نے حیرت سے کہا "پھر —!"

"دفتر خارجہ سے پھٹکار پڑی — سیدھے ہو گئے —"

"وہ عاگو کا کیا قصہ تھا —"

"وہی جو تم سن چکی ہو — اس سے زیادہ میں بھی نہیں جانتا!"

فون کی گھنٹی بجی۔

عمران نے ہاتھ بڑھا کر ریسیور اٹھایا۔ دوسری طرف سے رحمان صاحب بول رہے تھے۔

"آپریشن کیسا رہا؟"

"ٹھیک ہے جناب!" عمران نے جواب دیا۔

"اگر تم فلیٹ سے باہر نکلے تو اچھا نہ ہو گا —"

"جی — نہیں نکلوں گا —"

"تم مجھے دھوکہ نہیں دے سکو گے!"

"میں جانتا ہوں کہ آپ کا محکمہ اسوقت میرے فلیٹ میں بہت دلچسپی لے رہا ہے"

"ہوں۔ بس!" دوسری طرف سے رحمان صاحب غرائے اور سلسلہ منقطع ہو گیا۔

عمران نے ٹھنڈی سانس لی۔ ریسیور کریڈل پر ڈال دیا اور جولیا کی طرف دیکھ کر ایک ٹھنڈی سانس لی۔

"کون تھا؟" جولیا نے پوچھا۔

"ساری دنیا کا باپ —"

"یعنی تمہارا باپ —" جولیا مضحکانہ انداز میں ہنس پڑی۔

عمران مایوسی سے سر ہلاتا ہوا لیٹ گیا۔

"یہ زخم کب ٹھیک ہو گا؟" جولیا نے پوچھا۔

"مت بور کرو —"

"وہ لڑکی مجھے ہمیشہ یاد رہے گی!" جولیا نے چبھتے ہوئے زہریلے لہجے میں کہا۔ کے لئے تم تین بجے رات گولی کھانے گئے تھے۔!"

"تم اتنی بے درد کیوں ہو جولیا — میں اس معصوم لڑکی کے لئے سچ مچ م ہوں"

"مغموم ہو — مغموم...!" جولیا ایک دم بھڑک اٹھی "تم — جھوٹے ہو۔ سو بعدی جھوٹے — تم اسے اپنا آلۂ کار بنانا چاہتے تھے — اور بس —!"

"چلو یہی سہی! کیا میں اپنی اسکیمیں فیل ہوتے دیکھ کر مغموم نہیں ہو سکتا!"

جولیا بُرا سا منہ بنائے ہوئے دوسری طرف دیکھنے لگی۔ پھر یک بیک بولی۔ "اچھا اس نرس کو رخصت کر دو — اس کی موجودگی قطعی ضروری نہیں ہے!"

"یہ سول سرجن کی طرف سے مجھ پر مسلط کی گئی ہے — سول سرجن نہیں بلکہ رحمٰن صاحب کی طرف سے!"

"میں کچھ نہیں جانتی —"

"پھر میری دیکھ بھال کون کرے گا؟"

"دیکھ بھال — دیکھ بھال — سلیمان اور جوزف کافی ہیں!"

"اوہ تو مرتے وقت بھی اسی ناہنجار حبشی کی شکل سامنے رہے گی — کیوں —؟"

عمران نے بے بسی سے کہا۔

جولیا کچھ کہنے ہی والی تھی کہ باورچی خانے سے مختلف قسم کی آوازوں کا طوفان سا امنڈ پڑا۔ سلیمان اور جوزف کی آوازیں — اور سریلی سی نسوانی چیخیں بھی ان کا ساتھ دے رہی تھیں — عمران بوکھلا کر اٹھ بیٹھا —!

★

پھر وہ باورچی خانے کی طرف جھپٹا۔ جولیا پیچھے تھی۔

باورچی خانے میں خاصی ابتری نظر آئی۔ جوزف سلیمان پر چڑھا بیٹھا گھونسو سے اس کی تواضع کر رہا تھا! سلیمان کے حلق سے ادھوری گالیاں پھسل رہی تھیں او نرس دور کھڑی چیخے جا رہی تھی —!

"ابے اُدھر — مردود —" عمران دہاڑا "یہ کیا ہو رہا ہے۔ چھوڑ اسے ور

ٹھوکریں ماروں گا —"

"نہیں باس تم دخل نہ دو —" جوزف غرّایا "یہ نطفۂ حرام مجھے عورت سامنے چھیڑتا ہے — مار ڈالوں گا —"

"نہیں سنا — دیکھ جوزف میں اس کی پروا نہیں کروں گا کہ زخمی ہوں —"

جوزف اچھل کر الگ ہٹ گیا اور سلیمان نے جھپٹ کر ہڈی کاٹنے والا چھرا یک سے نکال لیا۔

"خبردار — او سلیمان — ناہنجار —!"

"مار ڈالوں گا سالے کو — آپ نہ بولئے!"

عمران نے آگے بڑھ کر داہنے ہاتھ سے اسے دھکا دیا اور وہ میز سے جا ٹکا۔

"کھال کھینچ لوں گا" عمران آنکھیں نکال کر بولا۔

سلیمان چھرا مٹھی میں دبائے کھڑا ہانپتا رہا۔

عمران نے نرس کو اشارہ کیا کہ وہ بھی کمرے میں جائے۔

جب وہ چلی گئی تو عمران نے سلیمان کا گریبان پکڑ کر جھٹکا دیتے ہوئے کہا "موقع محل بھی دیکھا کر —!"

"بس صاحب جائیے — مجھے زیادہ بور نہ کیجئے — سالے کو اگر کھانے میں جال گوٹہ نہ دیا تو کچھ بھی نہ کیا!"

"ہاں — اب قاعدے کی بات کی تو نے — اگر یہ دیکھو کہ مقابل تم سے تگڑا ہے تو ہمیشہ لپٹ جھپٹ سے گریز کرو — اجال گوٹہ — اب تو نے ظاہر کی ہے پنی ذہانت — بس اب چل چولہے ہانڈی میں —"

سے سمجھا کر پھر خواب گاہ میں آیا۔ یہاں نرس اور جولیا ایک دوسرے سے کچھ جھنے کی کوشش میں مشغول نظر آئیں۔

جوزف پُشت کے کمرے میں بیٹھا ہانپ رہا تھا! عمران کو دیکھ کر اس نے سر اٹھایا اُسے گھورتا رہا لیکن کچھ بولا نہیں ——!

"اپنی سزا سنو!" عمران غرایا "ایک ہفتہ تک تم پر اس گھر کا کھانا پانی حرام ہے۔"

"کیوں؟"

"بس میری مرضی —— اس کے خلاف ہوا تو کھال اتار دوں گا! سمجھے۔ یہاں کا پانی بھی نہ پینا ایک ہفتے تک ——!"

"اچھا ——!" اس نے غصیلی آواز میں کہا اور دوسری طرف منہ پھیر لیا۔

یہ کوئی نئی بات نہ تھی۔ اس قسم کی جھڑپیں آئے دن ہوتی رہتی تھیں —— عمران پھر خوابگاہ میں واپس آیا۔

"یہ تم نے کیوں اپنی مٹی پلید کر رکھی ہے!" جولیا نے اُس سے کہا

"ہزاروں بار یہی جملہ سن چکا ہوں —— اب کوئی نئی بات کہو ——"

"یہ فلیٹ قصاب کی دوکان معلوم ہوتا ہے۔"

"بہر حال کچھ معلوم تو ہوتا ہے۔ جو بالکل کچھ نہ معلوم ہونے سے بہتر ہے۔"

"میں اب یہیں رہوں گی۔"

"بس پھر دیکھنا کہ یہ فلیٹ آئندہ کیا معلوم ہو گا۔"

"میں سنجیدگی سے کہہ رہی ہوں ——"

"میں کب غیر سنجیدہ ہوں ——"

"اُوہ —— براہ کرم آپ لیٹ جائیے جناب!" نرس نے کہا۔

"شکریہ!" عمران مسہری پر دراز ہوتا ہوا بولا —— لیکن وہ پرائیویٹ فون سے منسلکہ ٹیپ ریکارڈر پر بلیک زیرو کا پیغام سننے کے لئے بے چین تھا! سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کس طرح یہ خواہش پوری کرے۔

اتنے میں سلیمان نے آ کر کہا "صاحب آدھے گھنٹے کی چھٹی دیجئے۔"

"کیوں؟"

"جمال گوٹہ لینے جا رہا ہوں۔"

"ابے کیوں شامت آئی ہے ——"

"نہیں صاحب میں تو نہیں مانوں گا۔"

"اچھی بات ہے —— دفع ہو جاؤ ——"

سلیمان کے جانے کے بعد عمران نے جولیا سے پوچھا "تم کب جاؤ گی؟"

"لیکن میرے جانے کے بعد جوزف تو موجود ہی رہے گا ——" جولیا نے زہریلے جے میں کہا۔ اور معنی خیز نظروں سے نرس کی طرف دیکھنے لگی۔ وہ اس کا مطلب سمجھ ی تھی اور اس کے کان کی لویں تک سرخ ہو گئی تھیں۔

عمران کھنکار کر بولا "اس کم بخت کو بھی نکال باہر کروں گا ——"

"میں یہیں رہوں گی۔"

"گرو گھنٹال کے مزاج کے خلاف ہو تو ——"

"میری نجی زندگی میں کوئی بھی دخیل نہیں ہو سکتا!" جولیا جھلا کر بولی۔

"تمہاری مرضی!" عمران نے بے بسی سے کہا —— اگر اسے ذرہ برابر بھی موقع مل ا تو وہ اپنے نجی ہی فون پر بلیک زیرو سے رابطہ قائم کر کے اُسے پوزیشن سے آگاہ کرتے ے کہتا کہ وہ ایکس ٹو کی آواز میں جولیا کو مخاطب کرے اور اس سے کہے کہ وہ عمران فلیٹ سے چل جائے۔

"کیا سوچنے لگے ——" جولیا نے چھیڑا ——

"یہ سوچ رہا ہوں کہ شادی ہی کر لینے میں عافیت ہے۔"

"صرف سوچ ہی سوچ کر کیوں رہ جاتے ہو ——"

"کوئی معقول لڑکی نہیں مل سکی۔"

"کیسی لڑکی چاہیئے؟"

"میری پسند کی فہرست طویل ہے — بھلا ایسی لڑکی ہونی چاہیئے . . . !"

جملہ پورا ہونے سے پہلے ہی جوزف اجازت طلب کر کے کمرے میں گھس آیا۔

"اب میں کیا کروں باس۔" اس نے جماہی لے کر کہا۔ "بقیہ تین بوتلیں بھی گھر ہی میں رکھی ہیں — پیوں یا نہ پیوں —"

"کیا بکواس کر رہا ہے؟" جولیا نے حیرت سے پلکیں جھپکائیں۔

"میرے علاوہ یہاں اور سب پاگل ہیں!" عمران بڑبڑایا اور پھر جوزف سے بولا۔ "پیو — شراب پر کوئی پابندی نہیں ہے!"

"تھینکس باس!" اس نے ایڑیاں بجائیں اور ڈرائنگ روم کی طرف مڑ گیا۔

اسی وقت فون کی گھنٹی بھی بجی۔ عمران نے ریسیور اٹھایا! دوسری طرف سے کوئی غیر ملکی "مسٹر عمران، مسٹر عمران" کی ہانک لگائے جا رہا تھا!"

"عمران اسپیکنگ!" عمران نے ناک بھوں پر زور دیتے ہوئے کہا۔ شاید وہ آواز پہچاننے کی کوشش کر رہا تھا۔

"ڈوہرنگ —" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"ہلو ہاؤ ڈو یو ڈو —"

"اوکے — بولئے — ! ابھی تمہارے باپ سے تمہارا نمبر معلوم کیا تھا! کیسے ہو؟ تمہارے باپ نے بتایا کہ دوبارہ آپریشن ہوا ہے۔ بہت لاپرواہ ہو تم — آرام کرو —"

"شکریہ! میں آرام ہی کر رہا ہوں —"

"کلارا تم سے ملنا چاہتی ہے —"

"ارے باپ رے!" عمران نے نرس اور جولیا کی طرف دیکھتے ہوئے اردو میں کہا۔

"کیا کہا — دہراؤ —"

"کچھ نہیں چھینک آنے والی تھی —"

"کلارا ابھی ٹھیک ہے — تم اپنی رہائش گاہ کا محل وقوع بتاؤ۔ کلارا وہیں آئے گی۔ وہ تمہیں بہت پسند کرنے لگی ہے۔"

عمران اسے اپنے فلیٹ کا محل وقوع سمجھانے لگا!

پھر وہ ریسیور رکھ کر ایسے انداز میں کراہا جیسے دم ہی تو نکل رہا ہو —"

"کیوں کیا بات —" نرس نے بوکھلا کر پوچھا۔

"کچھ نہیں —"

"زخم میں تکلیف تو نہیں —"

"نہیں —"

"کوئی آرہا ہے کیا —" جولیا نے پوچھا۔ "تم کسی کو گھر کا پتہ بتا رہے تھے۔"

"کلارا ڈوہرنگ مزاج پرسی کے لئے آرہی ہے —"

"کیوں آرہی ہے — میرا خیال ہے کہ تمہاری اس سے ملاقات محض اتفاقیہ تھی!"

"تھی تو اتفاقیہ ہی — لیکن دوسرے اتفاقات بھی پیش آ سکتے ہیں —"

"میں نہیں سمجھ سکتی کہ تم کیا کرتے پھر رہے ہو!"

"میں تو آرام کر رہا ہوں۔" عمران نے بڑی معصومیت سے کہا۔

جولیا خاموش ہو کر اسے گھورنے لگی۔

"تم آرام نہیں کر رہے بلکہ آہستہ آہستہ جہنم رسید ہو رہے ہو۔" وہ کچھ دیر بعد

غرّائی —

"چلو یہی سمجھ لو! چھین تو لینے دو، کسی طرح —"

جولیا چپ چاپ بیٹھی رہی۔ پھر تھوڑی دیر بعد اٹھی۔ وینٹی بیگ اٹھایا اور کچھ کہے سنے بغیر باہر چلی گئی۔

عمران نے حالانکہ اطمینان کی سانس لی لیکن حقیقتاً مطمئن نہیں ہو گیا تھا جولیا سے اچھی طرح واقف تھا! کسی مسئلے پر بظاہر سپر ڈال دینے کے باوجود بھی وہ داؤ گھات سے باز نہیں آتی تھی۔

کچھ دیر بعد اس نے جوزف کو آواز دی۔ اور اس کے آنے پر بولا "تم دروازے پر ٹھہرو — اگر جولیا دوبارہ اندر داخل ہونے کی کوشش کرے تو کال بل کا بٹن دبا دینا!"

جوزف تفہیمی انداز میں سر ہلا کر واپس چلا گیا۔

"یہ کون صاحبہ تھیں —" نرس نے عمران سے پوچھا۔

"نامعقول تھیں نا —" خود عمران پوچھ بیٹھا۔

"ج — جی — بھلا میں کیا جانوں!" وہ ہنس پڑی۔

"یہ دنیا بڑی واہیات جگہ ہے —" عمران نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ "اگر یہاں کسی پر کوئی احسان کرو — تو وہ فوراً ہی اسکا بدلہ چکا دینا چاہتا ہے — ان صاحبہ کو کل ہی میں نے بہت بور کیا تھا لہٰذا اب وہ بھی —!"

"بہت بے تکلف معلوم ہوتی ہیں —"

"معلوم نہیں ہوتیں بلکہ ہیں —" عمران نے دردناک لہجے میں کہا۔

"ویسے آپ انہیں منہ نہیں لگانا چاہتے — کیوں؟ میں نے یہی محسوس کیا ہے!"

"تمہارا خیال کسی حد تک درست ہے!"

"اب کوئی دوسری صاحبہ بھی آ رہی ہیں!"

"ہاں! کیا تم اس سلسلے میں فکرمند ہو!"

"نہیں — لیکن آخر اس عورت نے میرے ساتھ توہین آمیز برتاؤ کیوں کیا تھا!"

"نہیں تو —" عمران نے حیرت سے کہا۔ "میں نے نہیں محسوس کیا ورنہ —"

"آخر وہ مجھے یہاں سے بھگا دینے پر کیوں تل گئی تھی —"

"بھگا تو نہیں سکی — تم نے محسوس نہیں کیا... فون پر جب لڑکی کی آمد کی اطلاع ملی تھی اس کے متعلق بھی تو وہ بہت کچھ کہتی سنتی رہی تھی —"

"بے حیا معلوم ہوتی ہے — میرا خیال ہے کہ آپ کو اس کی ذرہ برابر بھی پرواہ نہیں ہے!"

"بب بالکل بالکل —" عمران نے کہا اور آہستہ آہستہ کراہنے لگا —

"کیا بات ہے!"

"پیاس لگی ہے شائد!"

"ٹھہریئے۔ میں پانی لاتی ہوں!" اس نے کہا اور کمرے سے چلی گئی۔ عمران نے جھپٹ کر فون پر بلیک زیرو کے نمبر ڈائیل کئے اور دوسری طرف سے جواب ملنے پر جلدی جلدی کہنے لگا۔

"دیکھو جولیا کو میرے فلیٹ میں آنے سے باز رکھو!... ایکس ٹو کی آواز میں تنبیہہ کر سکتے ہو — ہاں ہاں! وہ اب اپنے فلیٹ ہی میں مل سکے گی — ابھی ابھی یہاں سے اٹھ کر گئی ہے!"

ریسیور رکھ کر وہ نرس کی طرف متوجہ ہو گیا جو پانی کا گلاس لئے کمرے میں داخل ہو رہی تھی — اسی وقت کال بل کی آواز بھی گونجی... عمران نے پانی کا گلاس لیتے ہوئے کہا — ذرا دیکھنا تو کون ہے!"

لیکن دوسرے ہی لمحے میں جوزف کسی کا ملاقاتی کارڈ لئے ہوئے کمرے میں داخل ہوا۔

کارڈ پر نظر پڑتے ہی اس نے ٹھنڈی سانس لی — کارڈ پر تحریر تھا۔ امام الجاہلین قتیل ادب استاد محبوب نرالے عالم۔

"بلاؤ — " عمران کراہا

اور استاد ایسی سج دھج میں نظر آئے کہ عمران آنکھیں پھاڑ کر دیکھنے لگا۔ شیروانی کی بجائے پتلون، جیکٹ اور ٹائی میں تھے — کاندھے سے چمڑے کا تھیلا لٹک رہا تھا اور ہاتھ میں ٹین کا بھونپو — جس میں منہ ڈال کر "چپا کڑک" کی آوازیں لگاتے تھے۔

"سنا ہے گولی لگ گئی ہے؟" انھوں نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

"ٹھیک سنا ہے استاد — تشریف رکھیے — !"

لیکن استاد تشریف کہاں رکھتے۔ وہ تو کنکھیوں سے نرس کو دیکھے جا رہے تھے۔

"میں نے کہا استاد — !"

"جی۔ جی ہاں!" استاد چونک کر بولے — "آج میں ارتعاش بیمگان کا مقیم مصلوب ہوں — !"

عمران نے اس طرح سر ہلایا جیسے پوری بات سمجھ میں آگئی ہو! اکثر استاد پر بڑے بڑے نامانوس الفاظ بولنے کا دورہ پڑتا تھا اور وہ محل استعمال کی پروا کیے بغیر بے تکان اس قسم کے الفاظ لڑھکاتے چلے جاتے تھے — کبھی کبھی نئے الفاظ بھی ڈھالتے۔ اس قسم کے دورے عموماً اسی وقت پڑتے تھے جب آس پاس کوئی عورت بھی موجود ہو — !

"گولی کیسے لگی — "

"بس لگ گئی کسی طرح" عمران نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا "آپ سنائیے کیسی گذر رہی ہے"

"رات کو کھٹملوں کی وجہ سے نیند نہیں آئی"

"یہاں کھٹملوں کے نہ ہونے کی وجہ سے نیند نہیں آتی"

"میں آج بہت مغموم ہوں" استاد نے کہا "قوم کی بدحالی نے مجھے پریشان کر رکھا ہے"

نرس اٹھ کر چلی گئی اور استاد نے ایک ٹھنڈی سانس لی۔ پھر اس طرح چونکے جیسے کوئی خاص بات یاد آتی ہو۔ ادھر ادھر دیکھ کر آگے جھکے اور آہستہ سے بولے "یہ دوسری کب آئی۔"

"آتی جاتی ہی رہتی ہیں!" عمران نے لاپروائی سے کہا۔ پھر بولا "مگر آپ مغموم کیوں ہیں۔ میرے خیال سے تو قوم بھی ٹھیک ٹھاک ہی ہے"

"نہیں جناب! یہ بے پردگی — یہ ٹھڈے ٹھڈیاں... میں عنقریب حج کرنے چلا جاؤں گا"

"ہوا کیا؟ — کوئی خاص حادثہ — "

"جی ہاں — کل ریٹز میں میٹنی شو دیکھنے چلا گیا تھا۔ دیر ہو گئی تھی۔ کھیل شروع ہو چکا تھا — ہائے کیا ظلم ہے۔ ڈاکٹر نو دیکھی آپ نے۔ سالے لونڈیا کو چوڑی دار پاجامہ پہنا دیتے ہیں — "

"چوڑی دار پاجامہ نہیں استاد — اُسے جین کہتے ہیں — " عمران نے کہا۔

"چلئے جین ہی سہی... ہاں تو کھیل شروع ہو چکا تھا۔ دو لڑکیوں کے پاس جگہ ملی جن کے ساتھ کوئی مرد نہیں تھا... میرے پاس والی لڑکی اندھیرے میں چمک رہی تھی مجھے ایسا معلوم ہوا جیسے میں اسے پہلے بھی کہیں دیکھ چکا ہوں۔ لہٰذا فلم دیکھنے کی بجائے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اسے دیکھتا رہا — یک بیک وہ اپنی ساتھی سے بولی دیکھو تو کم بخت بار بار پاگلوں کی طرح گھورنے لگتا ہے۔ مجھے تو ڈر لگ رہا ہے تم ادھر آجاؤ۔ یہ بات اتنی اونچی آواز میں کہی گئی تھی کہ میں بھی سُن سکوں — انٹرول میں انھوں نے جگہیں بدل لیں — دوسری لڑکی بڑی تیز نکلی... میری طرف منہ کر کے بیٹھ گئی اور اس

طرح گھورنے لگی جیسے پھاڑ ہی تو کھائے گی — پھر کہنے لگی۔ لو دیکھ لو اچھی طرح تاکہ چین سے نیل تو دیکھ سکو — عمران بھائی میرا تو دم ہی نکل گیا — ارے باپ رے!"

"مجھے آپ سے ہمدردی ہے استاد!" عمران نے سنجیدگی سے کہا۔

اتنے میں نرس پھر واپس آگئی اور استاد بولے "اشفاقی تہذیب کی مہذب باقی اور مسکونی مناکحت بہت ضروری ہے۔ غالب، ذوق، داغ وغیرہ نے مشروباتی انفعالیت کی تفصیل میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی تھی لیکن تجریدی ضابطے کی اشتراقیت مشرقی اعراب کی سند نہیں۔"

"واللہ آپ نے تو نثر ہی میں صنعت مستقول الجمانہ پیدا کر دی استاد —" عمران نے خوش ہو کر کہا۔

"میں غالب کو بھی للکار سکتا ہوں۔"

"بےشک — بےشک — استاد ذرا چٹاکڑک تو سنا دو —"

استاد نے بھونپو اٹھا کر منہ سے لگایا اور شروع ہو گئے۔

پی۔ ای۔ سی۔ ایچ کے حسین ....
میرے چھتے سے نکلیں
بولے بھائی خیرالدین

پاپڑ ایک آنے کے تین
چٹاکڑک ...

"سناتے رہیے —" عمران اٹھتا ہوا بولا "میں ابھی آیا!"

وہ پرائیویٹ فون والے کمرے میں آیا اور دروازہ بند کر کے ٹیپ ریکارڈ کا سوئچ آن کر دیا۔ لیکن آواز کا حجم نہیں بڑھایا۔ بلیک زیرو کی آواز سنائی دی "ڈاکٹر داور ہوش میں آگیا ہے۔ اس نے بتایا کہ آپ کا حبشی ملازم چھرا نکال کر اس پر جھپٹا تھا پولیس

باقاعدہ رپورٹ درج کر لی ہے — اوور اینڈ آل... پھر آواز آئی — "جوزف کو ہٹا ہی دیجئے — ورنہ الجھنوں میں اضافہ ہو جائے گا —!"

عمران انتظار کرتا رہا۔ شاید کوئی اور پیغام بھی ہو۔ لیکن صرف فیتے کے سرکنے کی آواز آتی رہی۔ اس نے ٹیپ ریکارڈ بند کر دیا۔ کمرے میں واپس آیا۔ استاد اسی جوش و خروش کے ساتھ "چالو" تھے۔ نرس ہنس رہی تھی! کبھی کبھی وہ بھی بھونپو ہٹا کر دانت نکال دیتے —!

★

آپ کچھ پریشان سے نظر آرہے ہیں۔" نرس نے کہا۔

"ہام — نہیں تو!" عمران چاروں طرف دیکھتا ہوا بولا۔

استاد ابھی تک چنے بیچ رہے تھے۔ بمشکل تمام سلسلہ ختم ہوا۔ عمران خاموش کھڑا کچھ سوچ رہا تھا۔

دفعتاً اس نے استاد سے کہا۔ "آپ ایک عمدہ سا گرم سوٹ سلوا لیجئے۔"

استاد نے دانت نکال دیئے۔ پھر کچھ سوچ کر گردن اکڑائی اور بولے "پانچ سوٹ کیڑے کھا گئے۔ وہ ابھی کھا رہے ہیں — میرے دادا جی تھے نکھلؤ کے۔"

"یہ نکھلؤ کہاں ہے جناب!" نرس نے پوچھا۔

"لکھنؤ والے پیار سے نکھلؤ کو کہتے ہیں!" عمران بولا۔

"میرے والد کرنل تھے —" استاد ان کی گفتگو پر توجہ دیئے بغیر بولے۔

"عتیق بھائی سب جانتے ہیں۔"

"میں نے کہا تھا سوٹ سلوا لیجئے —"

"کیوں؟"

"عیش کراؤں گا استاد تمہیں۔" عمران میز سے قلم اٹھا کر ایک کاغذ کے ٹکڑے پر کچھ لکھتا ہوا بولا۔ "میرا یہ پرچہ کلف وارڈ کمپنی میں لے جانا۔ وہ ناپ لے کر سوٹ سی دیں گے۔ جس دن کہیں جا کر ٹرائی دے دینا۔ اس کے بعد سوٹ میں منگوا لوں گا۔"

"مجھے کتنا ادا کرنا پڑے گا ـــ" استاد نے اکڑ کر پوچھا۔

"دو فکر نہ کرو۔ اُسی رقم کے چنے چبوا دینا مجھے۔"

"نا کوں!" نرس نے ہنسی ضبط کرتے ہوئے کہا اور استاد اسے صرف دیکھ کر رہ گئے۔

"نہیں بھئی پوچھنا میرا فرض تھا!" استاد نے کہا۔ "ایک بار جمیل صاحب نے کہا تھا کہ تم صرف بیالیس روپے جمع کر لو میں تمہاری شادی کرا دوں گا۔"

"پہلے سوٹ سلواؤ۔ شادی بھی بعد میں ہوتی رہے گی ـــ اب جاؤ۔"

"یعنی کہ بالکل ابھی چلا جاؤں ـــ"

"یقیناً ـــ ویر نہ ہونی چاہیئے ـــ"

استاد چلے گئے ـــ اب عمران نے جوزف کو آواز دی ـــ وہ آیا اور ایڑیاں بجا کر اٹینشن ہو گیا ـــ

عمران نے عربی میں کہا۔ "تم نے ڈاکٹر دعاگو پر چھرا نکال لیا تھا!"

"میں نے!" جوزف کا منہ حیرت سے پھیل گیا۔ پھر وہ ہنسنے لگا ـــ

"مذاق کرتے ہو باس ـــ"

"میں سنجیدہ ہوں ـــ اس نے پولیس میں رپورٹ درج کرائی ہے کہ وہ مجھ سے ملنے آیا تھا۔ میرے ملازم جوزف نے چھرا نکال کر اس پر حملہ کرنے کی کوشش کی تھی ـــ"

"جھوٹا ہے وہ حرامی! میں نے آنکھ اٹھا کر دیکھا بھی نہیں تھا اس کی طرف ـــ"

"لیکن پولیس کو کیسے یقین دلاؤ گے ـــ سڑک پر بھی بہتیرے لوگوں نے اُسے

یہاں سے نکل کر بھاگتے دیکھا ہو گا ـــ"

"میں کیا بتاؤں باس! پتہ نہیں اُس ولد الخبائث نے جھوٹ کیوں بولا۔"

"اُسے جہنم میں جھونکو ـــ یہ بتاؤ! اگر پولیس یہاں آ گئی تو ـــ"

"میں کیا بتاؤں باس! گرفتار ہو جاؤں گا ـــ"

عمران نے فون پر بلیک زیرو کے نمبر ڈائیل کئے اور ماؤتھ پیس میں بولا۔ "عمران پیکنگ۔ جوزف والا معاملہ معلوم ہوا ـــ تم ایک بند وین فوراً بھیج دو ـــ"

ریسیور رکھ کر اُس نے جوزف سے کہا۔ "تمہیں ابھی رانا تہور علی والے محل میں جانا ہے"

"بہت اچھا باس! لیکن اگر وہ گرفتار کرنے آئیں تو ـــ"

"نہیں اس کی نوبت نہیں آسکے گی۔" عمران نے کہا وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ فیاض جولیا والا معاملہ نپٹ جانے کے بعد اپنے آدمی وہاں سے ہٹا لئے ہوں گے۔ رہ گیا ان صاحب کا کوئی آدمی تو اسے اس کے علاوہ اور کسی سے سروکار نہیں ہو سکتا وہ اس لئے ہو گا کہ خود اس کی نگرانی کر کے اس کے متعلق ساری اطلاعات رحمان صاحب پہنچاتا رہے ـــ!

"جاؤ ـــ تیاری کرو ـــ" اُس نے کچھ دیر بعد جوزف سے کہا۔

فون کی گھنٹی بجی اس نے ریسیور اٹھایا۔ دوسری طرف سے آواز آئی۔ "مسٹر عمران!"

"عمران اسپیکنگ ـــ"

"میں دعاگو ہوں ـــ"

"بڑی اچھی بات ہے ـــ فرمایئے ـــ"

"کیا تمہیں معلوم ہوا ـــ؟"

"کیا معلوم ہوا ـــ"

"میرے متعلق ـــ"

"بس اتنا ہی جانتا ہوں کہ آپ چیختے ہوئے بھاگے تھے۔ میں نے سوچا کوئی خاص بات نہیں کیونکہ میری کرسیوں میں بھی کھٹمل بکثرت ہیں"

"اوہ — عمران سنجیدگی سے گفتگو کرو — میں بڑی مشکلات میں پڑ گیا ہوں مجھے اس پر مجبور کیا گیا تھا کہ میں وہ ڈرامہ اسٹیج کروں —"

"میں بالکل نہیں سمجھا ڈاکٹر — ؟"

"مجھے تمہارے نیگرو ملازم کے خلاف رپورٹ درج کرانی پڑی ہے"

"کیسی رپورٹ ؟"

"یہی کہ وہ مجھ پر چھرا لے کر دوڑا تھا !"

"مائی گڈنس — !" عمران متحیرانہ انداز میں چیخا۔ "تو اس کا یہ مطلب ہے کہ پولیس اسے گرفتار کرلے گی۔"

"اوہ — سنو تو سہی — اگر میں ایسا نہ کرتا تو مجھے شارع عام پہ گولی ماردی جاتی۔ اس نے یہی دھمکی دی تھی — !"

"کس نے ؟"

"اوہ — تم سمجھتے کیوں نہیں —"

"ارے تو سمجھایئے نا جلدی سے —"

"میں نے تم سے کسی نامعلوم آدمی کا تذکرہ کیا تھا — یاد ہے ؟"

"اچھی طرح یاد ہے —"

"فون پر اسی آدمی کی طرف سے مجھے دھمکی ملی کہ اگر میں نے تمہارے سلسلے میں وہی کچھ نہ کیا جس کے لئے کہا جارہا ہے تو مجھے شارع عام پر گولی ماردی جائے گی —"

"سمجھا — !"

"تو اب میری طرف سے دل صاف ہوگیا نا —"

"بالکل بالکل —"

"لڑکے — مجھے تم سے بے اندازہ محبت ہوگئی ہے۔ کیونکہ تم مارتھا کے محبوب ے — مارتھا... تم نہیں سمجھ سکتے کہ وہ میرے لئے کیا تھی —"

"وہ تو ٹھیک ہے — لیکن یہ بتایئے کہ میں کیا کروں — وہ لوگ یقینی طور پر زف کو گرفتار کرلیں گے — جوزف جو میرا باڈی گارڈ ہے — میں خود زخمی ہوں — طرات کی صورت میں تنہا کیونکر اُن کا مقابلہ کرسکوں گا —"

"اوہ — غالباً اسی لئے وہ لوگ جوزف کو تمہارے پاس سے ہٹادینا چاہتے یں تاکہ میدان صاف ہوجائے اور جو کچھ وہ کرنا چاہتے ہیں بے دھڑک کر گذریں —"

"اچھی بات ہے جناب !" عمران نے ٹھنڈی سانس لی۔ "تو پھر اب میں بھی اپنا فن منگوا رکھوں —"

"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کیا جائے —" دعاگو نے کہا اور دوسری طرف سے لسلہ منقطع ہوگیا۔

پھر کچھ دیر بعد ایک بند گاڑی آئی اور جوزف کو لے گئی — نرس کے چہرے پر تشویش کے آثار صاف پڑھے جاسکتے تھے۔

"باورچی کہاں گیا ؟" اس نے عمران سے پوچھا۔

"اوہ فکر نہ کرو — تمہیں میرے لئے کھانا نہیں پکانا پڑے گا"

"اگر پکانا بھی پڑے تو کیا !" نرس نے لاپرواہی سے شانوں کو جنبش دی۔

"اوہ — شکریہ !" عمران نے بڑے خلوص سے کہا۔

"ایک بات پوچھوں ! آپ برا تو نہیں مانیں گے ؟"

"قطعی نہیں — ضرور پوچھو — !"

"آخر یہ سب کیا ہو رہا ہے آپ تھے یہاں ——"

"ارے —— وہ کچھ نہیں!" عمران خواہ مخواہ جھینپ کر بولا۔

"اس غیر ملکی لڑکی نے کہا تھا کہ آپ کسی لڑکی کے لئے تین بجے رات کو گولی کھانے گئے تھے ——"

"لڑکیوں کی باتوں کا کیا اعتبار —— وہ کچھ بھی کہہ سکتی ہیں"

"گولی کیسے لگی تھی ——"

"یہی تو مجھے بھی نہیں معلوم —— اندھیرے میں کسی قسم کا ہنگامہ ہوا تھا۔ دریافتِ حال کے لئے میں بھی باہر نکلا بس گولی چھید گئی بازو کو ——!"

"اندھیرے میں لگی تھی؟"

"اور کیا ——"

"تب تو وہ کسی دوسرے کے لئے بھی ہو سکتی تھی"

"یقیناً —— یقیناً ——" وہ اکتائے ہوئے لہجے میں بولا۔

سلیمان واپس آیا تو عمران نے اسے جوزف کے نکل بھاگنے کی اطلاع دی۔

"وہ سمجھتا تھا کہ تم ضرور انتقام لوگے ——" عمران نے کہا۔

"آپ نے بھگا دیا اُسے ——" سلیمان بُرا سا منہ بنا کر بولا "خیر میں بھی فلاں کا بیٹا نہیں اگر اس کی درگت نہ بنا دوں"

"یقیناً —— یقیناً —— لیکن تم مجھے ویسے بھی کسی فلاں کے بیٹے ہرگز معلوم نہیں ہوتے"

سلیمان بُرا سا منہ بنائے ہوئے دوسری طرف جانے کے لئے مڑا ہی تھا کہ کال بل بج اٹھی۔

"دیکھو —— اب کون ہے؟" عمران پیشانی پر ہاتھ مار کر کراہا۔

سلیمان باہر چلا گیا۔ پھر شاید الٹے پاؤں واپس آیا اور بولا "ایک پولیس انسپکٹر ہے"

"بلاؤ!" عمران کراہ کر بولا "گھر دیکھ لیا ہے اِن لوگوں نے"

پولیس انسپکٹر جس کے ساتھ دو کانسٹیبل بھی تھے اندر داخل ہوا...... اور بیٹھنے سے قبل ہی جوزف کے متعلق سوال کر بیٹھا۔

"اوہ —— وہ تو اِس وقت موجود نہیں ہے" عمران نے کہا "فرمائیے —— کیا ام ہے"

"پولیس ہیڈ کوارٹر میں اُس کی ضرورت ہے"

"ایک ہفتے کے بعد ہی ملاقات ہو سکے گی ——"

"کیوں؟"

"کچھ دیر پہلے ایک ہفتہ کی چھٹی لے کر گیا ہے"

"کہاں؟"

"میں نے پوچھا ہی نہیں کہ وہ ایک ہفتہ کی چھٹی کیوں لے رہا ہے اور کہاں ائے گا"

"رہتا کہاں ہے؟"

"یہیں ——"

"پہلے کہاں رہتا تھا!" سب انسپکٹر کے لہجے میں جھلاہٹ تھی۔

"محکمۂ سراغرسانی کے سپرنٹنڈنٹ کیپٹن فیاض ہی اس کی پچھلی سکونت بھی بتا یں گے کیونکہ انہی کی وساطت سے مجھ تک وہ پہنچا تھا"

"حیرت کی بات ہے کہ آپ اپنے ملازمین سے اس طرح بے خبر رہتے ہیں!"

"اجی کون پڑے اِن چکروں میں —— میں تو ان سے کچھ پوچھتا ہی نہیں۔ پوچھتا ہوں جے ہی بھگتنا پڑتا ہے۔ ابھی پچھلے دنوں یہ نامعقول جسے سلیمان کہتے ہیں ڈھائی بجے ت کو گھر واپس آیا۔ میں نے پوچھا کہاں تھا بکنے لگا کہ تم مرا گئے ہیں —— ارے

بھئی وہاں کیا کر رہا تھا! کہنے لگا زبان سے کہتے ہوئے شرم آتی ہے یہ کہہ کر کم بخت نے سارے کپڑے اتار دیئے اور ناچنے لگا ـــ مطلب یہ کہ وہاں شراب کے نشے میں ننگا ہو کر ناچتا رہا تھا ـــ"

"آپ بھی بہک رہے ہیں جناب! میں جوزف کے متعلق پوچھ رہا تھا!"

"وہ کپڑے پہن کر ناچتا ہے!" عمران نے سنجیدگی سے کہا۔

"اس نے ڈاکٹر دعاگو پر چھرا کیوں تان لیا تھا ـــ؟"

"چھرا تان لیا تھا!" عمران متحیرانہ انداز میں اچھل پڑا۔ "یہ آپ کیا فرما رہے ہیں!"

"کیا یہ غلط ہے؟"

"میں نہیں جانتا ـــ اوہ ـــ تو کیا دعاگو اسی لئے اس طرح بھاگا تھا یہاں سے؟"

"اس کا جواب آپ ہی دے سکیں گے؟" سب انسپکٹر نے خشک لہجے میں کہا۔

"بھئی اس وقت یہاں سول سرجن صاحب بھی موجود تھے!" عمران نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ "اگر آپ مناسب سمجھئے تو اُن سے بھی پوچھ گچھ کر لیجئے گا ـــ"

"یقیناً پوچھوں گا۔ اگر وہ موجود تھے ـــ"

"ہم سبھوں نے کوشش کی تھی کہ دعاگو کے اس طرح بھاگنے کی وجہ معلوم کریں لیکن کامیابی نہیں ہوئی تھی۔

"جوزف اس وقت کہاں تھا!"

"ڈرائنگ روم ہی میں تھا!"

"دعاگو بھی وہیں تھا!"

"جی ہاں!"

سب انسپکٹر تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا پھر بولا۔ "آپ مجھے لکھ کر دے دیجئے کہ آپ اس کے جرم سے ناواقف تھے! اُسے ایک ہفتے کی چھٹی دی ہے اور اس کی موجودہ

جائے قیام سے واقف نہیں ـــ"

"بہت اچھا جناب!" عمران نے کہا اور میز سے پیڈ اٹھا کر اس پر کچھ لکھنے لگا کچھ دیر بعد انسپکٹر نے آگے جھک کر دیکھا اور بولا۔ "ارے آپ تو پورا بیان ہی لکھنے بیٹھ گئے ـــ"

"میری دانست میں یہی مناسب رہے گا!" عمران نے کہا۔ "اب آپ اس کی تصدیق سول سرجن سے بھی کرا سکیں گے ـــ"

عمران نے قلم ایک جانب ڈالتے ہوئے کاغذ اس کی طرف بڑھا دیا انسپکٹر نے ایک بار پھر اسے پڑھا اور تہہ کر کے جیب میں رکھتا ہوا بولا۔ "اگر اس دوران میں وہ نکلے تو ہمیں ضرور مطلع کیجئے گا!"

"یقیناً ـــ یقیناً ـــ" عمران سر ہلا کر بولا۔

اس کے جانے کے بعد نرس نے کہا۔ "مجھے یقین نہیں کہ آپ آرام ر سکیں ـــ"

"یقین تو مجھے بھی نہیں ہے ـــ بے بی!" عمران کراہ کر لیٹتا ہوا بولا۔

کمرے کی فضا پر خاموشی مسلط ہو گئی۔ نرس سچ مچ سلیمان کا ہاتھ بٹانے کچن یں چلی گئی تھی۔

عمران سوچ رہا تھا کہ اسے کس طرح فلیٹ سے کھسکائے۔ اُسکی موجودگی میں س پلان کو عملی جامہ پہنانا قریب قریب ناممکن تھا جو اس کے ذہن میں تھا۔

معاملات الجھتے جا رہے تھے۔ وہ کون تھا؟ وہی شخص جس نے ڈاکٹر دعاگو کو سرلغزی بور کیا تھا! جس نے ڈاکٹر دعاگو پر جوزف کے فرضی حملے کے پروپیگنڈے کی اسکیم بنائی ں۔ غالباً مقصد یہی تھا کہ جوزف جیسے چاق و چوبند باڈی گارڈ کی خدمات سے عمران کو روم کر دے ـــ اور اصل مقصد تو تھا ہی عمران کا قتل ـــ وہ سوچتا رہا اور بور ہوتا رہا، پھر

خیال آیا کہ اس کے باپ کا متعین کردہ ایک آدمی بھی فلیٹ کے آس پاس ہی موجود ہو گا۔ ہو سکتا ہے کہ رات کو بھی نگرانی جاری رہے۔ ایسی صورت میں وہ کیا کر سکے گا۔

تھوڑی دیر بعد نرس پھر کمرے میں واپس آئی کچھ کہنے ہی والی تھی کہ عمران اٹھ بیٹھا اور اُسے گھورتا ہوا سخت لہجے میں بولا "میں کہتا ہوں۔ کیا تمہارے ویدوں کا پانی بالکل ہی مر گیا ہے؟"

نرس ہکا بکا رہ گئی!

"جی — میں نہیں سمجھی —"

"ارے تم یہاں اکیلے رہو گی دو مردوں کے ساتھ —"

"م — میری ڈیوٹی ہے جناب —!"

"جہنم میں گئی ڈیوٹی — آخر شرافت بھی تو کوئی چیز ہے — چلو مجھی پر تو اترا کوئی بات نہیں۔ لیکن یہ نرس کا پیشہ — لاحول ولا قوۃ"

"آپ پتہ نہیں کیسی باتیں کر رہے ہیں —"

"باتیں کر رہا ہوں — ارے خون کے آنسو رو رہا ہوں — یہ بنی ہے قوم کی درگت بہو بیٹیاں نامحرموں کی مرہم پٹی کرتی پھر رہی ہیں۔ زمین نہیں پھٹتی — آسمان نہیں ٹوٹ پڑتا!"

غرضیکہ عمران نے چلتے تن بڑھیوں کے سے انداز میں کچھ ایسا زہر اگلا کہ نرس بھی کھوپڑی سے باہر ہو گئی — فوراً ٹیلیفون پر کسی کے نمبر ڈائیل کر کے کہنے لگی کہ وہ اب یہاں کسی قیمت پر نہیں رک سکے گی خواہ کچھ ہو جائے۔ خواہ استعفیٰ ہی کیوں نہ دینا پڑے۔

اور پھر اپنا ہنڈنگ بیگ سنبھالتی کھٹ کھٹ کرتی چلی ہی گئی تھی —

عمران اب چت لیٹا اسطرح چھت کیطرف دیکھ رہا تھا جیسے کوئی بات ہی نہ ہو۔

کلاک نے رات کے بارہ بجائے اور منہ پر سے لحاف ہٹا کر اٹھ بیٹھا۔ سلیمان دوسرے کمرے میں سو رہا تھا۔

اب عمران ڈریسنگ الماری کے سامنے نظر آیا۔ لباس تبدیل کر رہا تھا۔ بائیں ہاتھ

میں شدید تکلیف کے باوجود بھی اس نے کسی نہ کسی طرح چمڑے کا جیکٹ پہنا! پتلون کی جیب میں ریوالور ڈال کر آئینے پر الوداعی نظر ڈالتا ہوا بڑبڑایا "اچھا قبلہ والد صاحب اب دیکھوں گا کہ آپ کے شکاری کتے کسطرح بو سونگھتے ہیں —!"

*

وہ لباس تبدیل کر چکا تھا لیکن گھڑی پر نظر ڈال کر پھر کچھ دیر تک وہیں خاموش کھڑا رہا۔

ٹھیک سوا بارہ بجے وہ عمارت کے عقبی زینے طے کر کے نیچے جا رہا تھا! لیکن عقبی زینے استعمال کرنے کا یہ مطلب ہرگز نہیں تھا کہ وہ انہیں محفوظ سمجھتا تھا! اس میں دلچسپی لینے والے اتنے احمق نہیں ہو سکتے تھے کہ انہیں نظر انداز کر دیتے — اس کے اندازے کے مطابق نگرانی کرنے والے عقبی گلی میں بھی ہو سکتے تھے۔

نچلے زینے پر رک کر وہ بائیں جانب والی دیوار سے چپک گیا! گلی سنسان پڑی تھی... نیم روشن اور ویران — اس وقت تو کتے بھی نہیں بھونک رہے تھے۔ عمران نے ریڈیم ڈائیل والی گھڑی پر نظر ڈالی۔ بارہ بجکر پچیس منٹ ہوئے تھے وہ اُسی طرح دیوار سے چپکا کھڑا رہا۔

کچھ دیر بعد کسی وزنی گاڑی کے انجن کی آواز سنائی دی اور ایک بڑا سا ٹرک زینوں کے دروازے کے قریب ہی آ رکا — اُسکا پچھلا حصہ دروازے سے صرف دو یا ڈھائی فٹ کے فاصلے پر رہا ہو گا — اگلی سیٹ سے دو آدمی اترے تھے اور کوئی چیز نیچے اتاری گئی تھی... اور پھر جب دوبارہ انجن اسٹارٹ ہونے کی آواز آئی تو عمران بڑی پھرتی سے آگے بڑھا — دوسرے ہی لمحے میں وہ ٹرک کے پچھلے حصے میں تھا۔

ٹھنڈا گوشت ہاتھوں میں چپک کر رہ گیا! گوشت کا یہ ٹرک ہر رات عقبی گلی والی گوشت کی دوکان کے لیے گوشت اتارا کرتا تھا... عمران کو علم تھا کہ وہ روزانہ ایک مخصوص وقت پر وہاں پہنچتا ہے۔

وہ بڑی سرد رات تھی... اوپر کھلی فضا اور نیچے ٹھنڈے گوشت کے بڑے بڑے ٹکڑے تھے — عمران کو ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے اس کی سانسیں تک منجمد ہو کر رہ جائیں گی —

ٹرک شہر کی سنسان سڑکوں پر دوڑتا رہا۔ عمران نہیں جانتا تھا کہ وہ اب کہاں رکے گا۔ ویسے گوشت کی خاصی بڑی مقدار اب بھی ٹرک میں موجود تھی جس کا مطلب یہی ہو سکتا تھا کہ وہ اب بھی کئی دکانوں پر رکے گا —

بہر حال کچھ دیر بعد اس کا خیال صحیح نکلا۔ جیسے ہی ایک تنگ سی گلی میں مڑنے کے لیے رفتار ہلکی ہوئی وہ نیچے کود پڑا۔

ٹرک گلی میں داخل ہو کر ایک جگہ رک گیا تھا۔ عمران سڑک ہی پر کھڑا رہا۔ جگہ سے اس نے اندازہ لگایا کہ دانش منزل یہاں سے تقریباً سات میل دور ہو گی — پھر اب کیا کیا جائے۔ سڑک سنسان پڑی تھی۔ اس وقت یہاں ٹیکسی ملنا بھی محال تھا —

سردی سے دانت بجنے لگے تھے اور دانت اسی وقت بجتے ہیں جب اعصاب قابو میں نہ ہوں ظاہر ہے ایسی صورت میں ذہن کس طرح کارآمد رہ سکتا ہے — کافی دیر تک اس کی سمجھ میں نہ آ سکا کہ اب کیا کرنا چاہیئے۔

اتنے میں ایک چائے والا نظر آیا جو سماور اور برتنوں کی چھابی لٹکائے گلی میں داخل ہو رہا تھا۔

”ششش — اے چائے والے“ عمران نے اسے آواز دی۔

وہ مڑا اور مردہ سی چال چلتا ہوا قریب آیا — غالباً اسے اب گاہک کی توقع نہیں تھی اور وہ لحاف کے خیال میں مگن تھا۔

”ایک کپ چائے —“ عمران نے کہا۔ اور اس نے سماور زمین پر رکھ کر چھابی سے کپ اور ساسر نکالا۔ پھر سماور کی ٹونٹی کھول کر چائے انڈیلی اور کپ اسکی طرف بڑھاتا ہوا بولا ”تلچھٹ ہے جناب! شاید اچھی نہ ہو۔ مگر یہ سردی! پتہ نہیں کہاں سے پھٹ پڑی ہے“

”سس — سردی ہی تو —“ عمران نے جملہ پورا کئے بغیر پیالی سنبھال لی۔ پھر دو تین گھونٹ لے کر بولا ”یار یہاں کہیں آس پاس فون بھی ہوگا“

”جی کیوں نہیں بہت ہیں —“

”لیکن اتنی رات گئے۔ شاید ہی کوئی فون کرنے دے“ عمران نے کہا۔

”ہو سکتا ہے جناب“ وہ ایک جانب ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ”اُدھر خیراتی زچہ خانہ ہے نا... اُسکا دفتر رات بھر کھلا رہتا ہے“

”اوہ — ہاں!“ اب عمران کو بھی یاد آیا کہ یہاں ایک زچہ خانہ بھی ہے۔ اس نے جلدی سے چائے ختم کی اور اسے پیسے دیتا ہوا بتائی ہوئی سمت چل پڑا۔

زچہ خانہ کا دفتر کھلا ہوا تھا۔ فون کرنے کی بھی اجازت مل گئی — کلرک سے گفتگو کرتے وقت بھی اس نے انجیں ٹرک کی سی پھنسی پھنسی آوازیں نکالی تھیں اور اب بلیک زیرو سے فون پر بھی اُسی آواز میں گفتگو کر رہا تھا۔ محض اس لئے کہ کلرک کے سامنے اپنا نام نہ لینا پڑے۔ وہ بلیک زیرو سے کہہ رہا تھا۔ ”نظام پور کے زچہ خانہ کے سامنے وین بھیجو — نہیں تم خود ہی ڈرائیو کرو تو بہتر ہے — فوراً — تیز رفتاری سے آؤ —“

ریسیور رکھ کر اس نے کلرک سے کہا ”اگر میں یہاں بیٹھ کر اپنی گاڑی کا انتظار کروں تو آپ کو کوئی اعتراض تو نہ ہوگا“

”جی نہیں — قطعی نہیں —“ کلرک نے کہا۔

"شکریہ —" عمران نے بیٹھتے ہوئے جیب سے چیونگم کا پیکٹ نکالا اور اُسے بھی پیش کیا، جو زبردستی کی ہنسی کے ساتھ قبول کر لیا گیا۔

تقریباً بیس منٹ تک انتظار کرنا پڑا۔

بلیک زیرو چھوٹی سی سیاہ رنگ کی وین لایا تھا۔ عمران نے ایک بار پھر کلارک کا شکریہ ادا کیا اور وین میں جا بیٹھا اور وہ حرکت میں آ گئی۔

"آپ کے زخم کا کیا حال ہے؟" بلیک زیرو نے پوچھا۔

"آج ہی دوبارہ آپریشن ہوا ہے۔"

"اور آپ اس طرح ...!"

"اونہہ — کیا فرق پڑتا ہے" عمران نے کہا۔ چند لمحے خاموش رہا پھر بولا۔ "اُس جعلی لیفٹیننٹ نے کیا بتایا — ؟"

"وہ تو کچھ بولتا ہی نہیں۔ گونگا ہو گیا ہے۔"

"گدھے ہو تم لوگ — !"

"اگر آپ نے حکم دیا ہوتا تو ...!"

"تشدد بھی کرتے —" عمران نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

بلیک زیرو کچھ نہ بولا۔

تھوڑی دیر تک خاموشی رہی۔ پھر اس نے کہا۔ "صفدر نے اطلاع دی تھی کہ کئی مشتبہ آدمی آپ کے فلیٹ کے آس پاس دیکھے گئے ہیں! اس کا خیال ہے کہ نگرانی کرنے والے باقاعدہ طور پر ڈیوٹیاں بدل رہے ہیں۔"

"مجھے علم ہے —!"

"کون ہیں وہ؟"

"کیا نیند میں ہو — ؟"

"کیوں ؟"

"بالکل کسی بچے کے سے انداز میں پوچھا تھا تم نے — کون ہیں وہ — ارے ان کے علاوہ اور کون ہوں گے جو مجھ پر کئی بار حملے کر چکے ہیں — اور پھر ایک آدھ قبلہ والد صاحب کا متعین کردہ بھی ہو سکتا ہے۔ وہ چاہتے ہیں کہ دوسرے اپریشن کے بعد میں صرف آرام کروں ؟"

"میری دانست میں بھی ان کا خیال درست ہے۔"

"شائد تم باپ کے سائے سے محروم ہو چکے ہو —"

"جی ہاں۔ یہی بات — !" اس نے کہا اور ہنس پڑا۔

"اسی لئے ہنس بھی رہے ہو —"

کچھ دیر تک پھر خاموشی رہی۔ وین تیزی سے شہر کی جانب جا رہی تھی — سڑکیں سنسان پڑی تھیں۔ کبھی کبھی ایک آدھ ٹرک قریب سے گذر جاتا۔

"میں نے جولیا کو فون پر فہمائش کر دی تھی۔" بلیک زیرو نے کہا — "لیکن وہ رو ہی تھی — ہچکیاں صاف سنی تھیں میں نے — وہ پوچھ رہی تھی کہ کیا وہ اپنا پن بھی وخت کر چکی ہے اس محکمے کے ہاتھ — میں نے کہا یہی بات ہے — ارے جناب تو استعفیٰ دینے پر آمادہ تھی — میں کہا کہ اُس صورت میں اُسے گولی مار دی ئے گی —"

عمران کچھ نہ بولا۔

کچھ دیر بعد وین دانش منزل کی کمپاؤنڈ میں داخل ہوا۔ چاروں طرف ہرے کی حکمرانی تھی۔

"اب تم جا سکتے ہو —" عمران نے بلیک زیرو سے کہا۔

"وہ ساؤنڈ پروف کمرے میں بند ہے۔"

”اندر اور کون ہے؟“

”کوئی بھی نہیں —“

”ٹھیک ہے — اب جاؤ —“

”میرا خیال ہے کہ مجھے ٹھہرنا چاہئے — آپ کا بازو بھی زخمی ہے۔“

”شکریہ! سب ٹھیک ہے!“ عمران نے خشک لہجے میں کہا۔ پھر بولا۔ ”اُسے کھانا دیا گیا یا نہیں —“

”نہیں —“

”کیوں؟“

”شاید اسی طرح اُگل دے۔“

”گدھے ہو تم —“ اُس نے جھلاّئے ہوئے لہجے میں کہا۔ اور آگے بڑھ گیا۔

عمارت میں داخل ہو کر اُس نے روشنی کی اور ایک ایسے کمرے میں آیا۔ جہاں میک اپ کا سامان رہتا تھا —

کچھ دیر بعد وہ ایک صحت مند بوڑھے کی شکل اختیار کر چکا تھا! مونچھیں اتنی گھنی تھیں کہ دہانہ چھپ گیا تھا۔ آنکھوں پر ایسی عینک لگائی جس سے آنکھوں کی ساخت دیکھنے والے کی سمجھ میں نہ آ سکے —

پھر وہ کچن میں آیا۔ یہاں ڈبوں میں پیکڈ کھانے کی چیزیں موجود تھیں — بجلی کا چولہا کھول کر دو ایک انڈے فرائی کئے۔ خشک روٹی کے کچھ ٹوسٹ سینکے اور سب کچھ ٹرالی پر رکھ کر ساؤنڈ پروف کمرے کی طرف روانہ ہو گیا۔

ٹرالی باہر ہی رہنے دی — اور خود دروازہ کھول کر بہ آہستگی اندر داخل ہوا!

قیدی سامنے والے صوفے پر پیر سکوڑے پڑا اونگھ رہا تھا — عمران پھر واپس آیا اور ٹرالی بھی اندر دھکیل لے گیا۔ اس بار اس طرح دروازہ بند کیا کہ اُس کے علاوہ اور کوئی نہ کھول سکے۔

اب وہ بلند آواز میں کھنکارا اور قیدی اچھل پڑا۔

”کچھ کھا لیجئے — جناب —!“ عمران نے بڑے ادب سے کہا

قیدی کچھ نہ بولا — صرف اسے گھورتا رہا۔

”فی الحال — جو کچھ حاضر ہے کھائیے۔ صبح جو کچھ آپ فرمائیں گے خدمت میں پیش کر دیا جائے گا۔“

قیدی اُسے گھورتا ہی رہا۔ اس کی آنکھوں سے بے یقینی مترشح تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے یہ برتاؤ اس کے لئے غیر متوقع رہا ہو۔

پھر عمران ٹرالی اس کے قریب لیتا چلا گیا۔ خود ہی انڈے کے سینڈوچ بنائے اور سارڈین کے ٹین کھول کر ایک بڑی سی پلیٹ میں نکال دیئے۔

”کھائیے نا —“ عمران نے نرم لہجے میں کہا۔

”تم — تم — بہت اچھے آدمی معلوم ہوتے ہو —“ قیدی نے تھوڑی دیر بعد کہا۔

عمران کچھ نہ بولا۔

جب اس نے کھانا شروع کر دیا تو وہ بولا۔ ”مجھے بیحد افسوس ہے کہ اسوقت آپ کے لئے نرم روٹی نہ مہیا کر سکوں گا —“

”کوئی بات نہیں —“ قیدی نے کہا اور سارڈین پر ٹوٹ پڑا۔

عمران اسے تفکر آمیز نظروں سے دیکھتا رہا۔

کچھ دیر بعد قیدی نے سر اٹھا کر کہا۔ ”ملٹری میں تم جیسے شریف آدمی کہاں ہوتے ہیں۔“

”ملٹری! —“ عمران نے حیرت سے دہرایا۔

”کیوں؟ کیا تمہارا تعلق ملٹری سے نہیں ہے؟“

"جی نہیں — قطعی نہیں — یہ تو کچھ بدمعاش قسم کے لوگ معلوم ہوتے ہیں۔"

"کون لوگ؟" قیدی نے پوچھا

"وہی لوگ جنہوں نے مجھے یہاں رہنے پر مجبور کر رکھا ہے —" عمران نے دردناک لہجے میں کہا۔ "میں بھی قیدی ہوں — یہاں قید کیے جانے والوں کی دیکھ بھال کرتا ہوں۔"

"کیا نکل بھاگنے کی کوئی صورت نہیں۔"

"آپ صرف کمپاؤنڈ میں نکل سکتے ہیں — کمپاؤنڈ سے باہر قدم رکھا اور کسی جانب سے ایک گولی آئی اور کھوپڑی میں سوراخ ہو گیا۔"

"یہ کیسے معلوم ہوا تمہیں؟"

"وہی لوگ کہتے ہیں!" عمران نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ "کہتے ہیں کبھی کمپاؤنڈ سے باہر قدم نکال کر دیکھو —"

"مگر تمہیں پکڑا کیوں تھا —؟"

"صاحب اچھا بھلا سڑک پر چلا جا رہا تھا۔ دو آدمیوں نے آ پکڑا۔ ایک نے کہا کہ تم میری جیب کاٹ کر بھاگے ہو — دوسرے نے میری جیب میں ہاتھ ڈال کر ایک پرس نکالا جو میرا نہیں تھا — پھر زبردستی گھسیٹتے ہوئے لے چلے تھانے — اور تھانے کی بجائے یہاں لا پھنسایا۔ میرے بچے، نہ جانے کیا سوچتے ہوں گے

عمران خاموش ہو کر سسکیاں لینے لگا۔

"او ہو — چپ رہو — چپ رہو!" قیدی نے اسے دلاسہ دیا۔

"کب تک چپ رہوں — کہاں تک چپ رہوں۔"

"واقعی تم پر بڑا ظلم ہوا ہے — اس وقت اس عمارت میں کتنے آدمی ہیں۔"

"کوئی بھی نہیں —"

"کمال ہے!" قیدی نے حیرت سے کہا۔ "اور اس کے باوجود بھی تم خود کو قیدی مجھتے ہو —!"

"مجبور ہوں۔ اگر کمپاؤنڈ کے باہر کسی اندیکھی رائفل کی گولی!"

"چھوڑو —" قیدی ہاتھ ہلا کر بولا۔ "تجربہ کئے بغیر تم کیسے کہہ سکتے ہو کہ ایسا ہی جاتا ہے۔"

"تجربے کی ہمت نہیں رکھتا جناب — وہ لوگ ایسے ہی معلوم ہوتے ہیں کہ کہیں گے کر گذریں گے۔"

"تم باہر جانا چاہتے ہو —"

"کیوں نہیں — میرے بال بچے —"

"میری مدد کرو — میں تمہیں باہر لے چلوں گا —"

"میں تیار ہوں جناب —"

"یہاں کوئی گاڑی بھی ہو گی —"

"تین تین گاڑیاں ہیں گیراج میں اور ان کی ٹنکیاں بھی بھری ہوں گی۔"

"مگر انجن تو مقفل ہوں گے —" قیدی بڑبڑایا۔ "اوہ — پرواہ نہیں ... انجن کو غیر مقفل کر سکوں گا — بس تم جلدی سے تیار ہو جاؤ۔"

"تیاری کیسی جناب — کیا میں نے کوئی دولت اکٹھی کر رکھی ہے بس یونہی چلوں گا — لیکن گولی —!"

"چلو اٹھو — مجھے باہر لے چلو —" اجنبی کھانا چھوڑ کر اٹھ گیا۔

"صص — صاحب پھر سوچ لیجئے —"

"بڑے بزدل ہو — بڑے میاں ... اتنی عمر گذار چکنے کے باوجود بھی زندگی اتنا پیار۔ یاد رکھو — صرف وہی لوگ اس طرح مارے جاتے۔ جو موت سے

ڈرتے ہیں ۔۔۔"

"م ۔ میرے خدا میں کیا کروں ۔۔۔" عمران نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"چلو ۔" قیدی اسے دروازے کی طرف دھکیلتا ہوا بولا۔

وہ ساؤنڈ پروف کمرے سے باہر آئے۔

"صاحب پھر سوچ لیجئے ۔۔۔" عمران گڑگڑایا۔

"اچھا تم مجھے صرف گیراج تک لے چلو ۔ پھر بحفاظت باہر نکال لے جانا میرا کام ہوگا۔ تم قطعی بے فکر رہو۔"

وہ دونوں گیراج کی طرف چل پڑے۔ کمپاؤنڈ اب بھی سنسان پڑی تھی اور اندھیرا پہلے سے بھی گہرا ہو گیا تھا کیونکہ مطلع ابر آلود تھا۔

★

پھر وہ دونوں بڑی آہستگی سے گیراج کی طرف بڑھتے رہے۔

گیراج کے سامنے پہنچ کر عمران نے دھیرے سے کہا "گاڑی اسٹارٹ کر کے باہر نکالنا مناسب نہ ہوگا ۔۔۔ تم گاڑی میں بیٹھ کر انجن اسٹارٹ کئے بغیر اسے ریورس گیئر میں ڈالو ۔ میں آگے سے دھکا لگاتا ہوں۔"

اس طرح گاڑی گیراج سے باہر آئی۔ انجن مقفل نہیں تھا۔ ویسے چابی لگی ہی ہوئی ملی تھی۔ عمران ہی کی تجویز پر اسے اسی طرح پھاٹک تک لایا گیا ۔۔۔ انجن اسٹارٹ کئے بغیر۔

پھاٹک کے قریب پہنچ کر اسکا رخ سڑک کی جانب کر دیا گیا۔

"اب اتنی تیزی سے نکال لے چلو ... کک ... کک ... کہ ... !" عمران جلد

را نہ کر سکا۔ بُری طرح کانپ رہا تھا۔

"بس اب تم چپ چاپ بیٹھو!" قیدی آہستہ سے بولا "بہت خوفزدہ لوم ہوتے ہو۔"

"وہ ۔ وہ ۔ دم نکلا جا رہا ہے۔ م ۔ میرا تو ۔۔۔" عمران کانپتا ہوا بولا۔

پھر انجن اسٹارٹ ہوا، اور کار فراٹے بھرتی ہوئی پھاٹک سے باہر نکل گئی۔ سامنے سنسان سڑک پھیلی ہوئی تھی۔

قیدی ہی کار ڈرائیو کر رہا تھا۔ کچھ دور نکل آنے کے بعد اس نے قہقہہ لگایا۔

"تم تو ڈر کے مارے مرے جا رہے تھے!" اس نے کہا۔ تھوڑی دیر تک وش رہا پھر بولا "دیکھو پیچھے کوئی گاڑی تو نہیں ہے۔"

عمران نے مڑ کر دیکھا اور کپکپاتی ہوئی آواز میں بولا "نہیں ۔ کوئی گاڑی نہیں ہے!"

"یار تم خواہ مخواہ اتنے دنوں تک وہاں قید رہے!" قیدی نے ہنس کر کہا۔

"م ۔ میں ۔ کک کیا بتاؤں جناب!" عمران ہکلا کر رہ گیا۔

کچھ دیر تک خاموشی رہی پھر عمران ہی بولا "اب ہم کہاں جا رہے ہیں جناب؟"

"فکر نہ کرو۔"

م ۔ میرے گھر ۔ چلئے ۔۔۔!"

"نہیں پہلے میں تمہیں اپنے گھر لے چلوں گا ۔۔۔"

"جیسی مرضی جناب کی!" عمران نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ وہ محسوس کر تھا کہ کار شہری آبادی کو کافی پیچھے چھوڑ چکی ہے۔

کسی نامعلوم منزل کی راہ خاموشی سے طے ہوتی رہی۔ عمران خود بھی زیادہ نہیں نا چاہتا تھا۔

آخر کار گاڑی ایک جگہ رک گئی۔ عمران نے کھڑکی کے باہر نظر دوڑائی، لیکن

اندھیرے کے سوا اور کچھ نہ دکھائی دیا۔

"آؤ —" قیدی دروازہ کھول کر نیچے اترتا ہوا بولا۔ "تھوڑی دیر آرام کرلیں۔"

اوہ تو سفر لمبا بھی ہوسکتا ہے۔ عمران نے سوچا۔

وہ بھی نیچے اتر آیا۔

قیدی کہہ رہا تھا۔ "اب اس گاڑی میں سفر کرنا مناسب نہ ہوگا۔"

"کیوں؟" عمران نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"عقل کے ناخن لو بڑے میاں۔ اگر فی الحال ہم بچ کر نکل آئے ہیں تو تم یہ سمجھتے ہو کہ بچے ہی رہیں گے؟"

عمران کچھ نہ بولا۔ قیدی اس کا داہنا بازو پکڑے اسے آگے بڑھا رہا تھا۔ وہ ایک ویرانے ہی میں رکے تھے اور یہ راستہ جس پر چل رہے تھے۔ ناہموار بھی تھا اور اس کی دونوں جانب جھاڑیوں کے سلسلے تھے۔

"نیچے دیکھ کر چلنا۔" قیدی اس سے کہہ رہا تھا۔ "ورنہ ہاتھ پیر توڑ بیٹھو گے۔"

"میں محتاط ہوں۔" عمران نے بھرائی ہوئی آواز میں جواب دیا۔

تقریباً پندرہ یا بیس منٹ تک چلتے رہنے کے بعد وہ ایک جھونپڑے کے سامنے رکے — اندر روشنی تھی! قیدی نے کسی کا نام لے کر پکارا — دروازے پر سے ٹاٹ ہٹایا گیا اور کوئی سامنے آیا۔ روشنی اس کی پشت پر تھی اس لئے چہرہ دکھائی نہ دیا۔

"کون ہے؟" اس نے غرائی ہوئی سی آواز میں پوچھا۔

"سکس تھرٹی تھری —" قیدی نے جواب دیا۔

دفعتاً قیدی کے چہرے پر ٹارچ کی روشنی پڑی اور کہا گیا۔ "ٹھیک ہے دوسرا کون ہے؟"

"اطمینان سے بتاؤں گا۔" قیدی نے کہا۔

"آؤ — ہا۔" دوسرا آدمی راستہ چھوڑ کر ایک طرف ہٹتا ہوا بولا۔

وہ دونوں جھونپڑے میں داخل ہوئے — اور عمران نے اندازہ کرلیا کہ وہاں ہ جنگلات کا کوئی رکھوالا رہتا ہے۔ کچھ اسی قسم کا سامان وہاں نظر آیا تھا۔ جھونپڑے کا مکین صورت سے اچھا آدمی نہیں معلوم ہوتا تھا۔ پیشانی پر خموں کے نشانات تھے۔ جسم کی بناوٹ بتا رہی تھی کہ کڑی محنت کا عادی ہے نکھوں سے سخت گیری بھی عیاں تھی۔ قیدی کو مسلسل گھورے جا رہا تھا۔

قیدی نے جلدی جلدی اپنی داستان دہرائی اور پھر اشتباہ نظروں سے ران کی طرف دیکھا۔ چند لمحے گھورتا رہا... پھر بولا۔ "کیا تم مجھے اس عمارت تک ہنچا سکو گے!"

"م — میں... جی نہیں جناب — میں نہیں جانتا وہ کہاں ہے نہ تو وہاں ے جاتے وقت میرے ہوش بجا تھے اور نہ وہاں سے رہائی کے وقت۔"

"تم —" وہ قیدی کی طرف مڑا۔

"میرا خیال ہے اب شاید میں بھی وہاں تک نہ پہنچ سکوں۔"

"ہوں۔ اچھا۔" اس نے طویل سانس لی اور بولا۔ "میں خود اس سلسلے میں کچھ ہ کرسکوں گا۔ ہاں۔ تم نے وہ گاڑی کہاں چھوڑی ہے؟"

"سڑک پر —"

"میں اسے دیکھنا چاہتا ہوں!"

قیدی عمران کی طرف دیکھ کر بولا۔ "چلو!"

"مجھ پر رحم کرو —" عمران ہاتھ جوڑ کر گڑگڑایا۔ "مجھ میں اب چلنے کی سکت نہیں رہ گئی!"

جھونپڑی کے مکین نے اُسے تیز نظروں سے گھورا لیکن کچھ بولا نہیں۔ قیدی نے عمران سے کہا۔ "اچھا تم یہیں انتظار کرو۔"

وہ چلے گئے اور عمران ان کے قدموں کی دور ہوتی ہوئی چاپیں سنتا رہا۔ تیز نظروں سے جھونپڑے کا جائزہ بھی لے رہا تھا۔ اُسے اطمینان تھا کہ کار کے نمبر سے وہ کچھ بھی معلوم نہ کر سکیں گے کیونکہ دانش منزل سے تعلق رکھنے والی ساری ہی گاڑیوں کے نمبر جعلی تھے اور ان کا اندراج کہیں بھی نہیں تھا۔

ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ موقع سے فائدہ اٹھا کر عمران جھونپڑے کی تلاشی ہی لے ڈالتا لیکن اس نے اسے مناسب نہ سمجھا۔ اس نے سوچا ممکن ہے آس پاس کوئی اور بھی موجود ہو — وہ جہاں تھا وہیں کھڑا رہا بیٹھا بھی نہیں۔

کچھ دیر بعد وہ دونوں واپس آ گئے۔ شاید تیز چلے تھے! کیونکہ دونوں ہی ہانپ رہے تھے۔

"اوہو — تم اب تک کھڑے ہو!" قیدی نے عمران سے کہا۔ "یہیں رات یہیں بسر کرنی پڑے گی۔ صبح تمہیں تمہارے گھر پہنچا دیں گے۔"

"تم کہاں رہتے ہو؟" دوسرے آدمی نے پوچھا۔

عمران نے آدم پورے کی کسی غیر معروف عمارت کا نام بتایا... لیکن وہ محسوس کر رہا تھا کہ مخاطب اب بھی اسے شبہ ہی کی نظر سے دیکھ رہا ہے۔"

پیال کے بستر پر وہ لیٹ گئے۔ کچھ دیر بعد اجنبی نے چراغ بھی بجھا دیا۔ عمران دم سادھے پڑا رہا۔ کچھ دیر بعد خراٹے بھی لینے لگا۔ لیکن اس کے حواس تھے۔ پوری طرح بیدار تھے۔ قیدی نے اسے مخاطب کرکے پوچھا بھی تھا کہ کیا وہ سو گیا لیکن عمران کے خراٹے بدستور جاری رہے!

پھر کچھ ہی دیر بعد اس نے دونوں کی کھسر پھسر سنی لیکن باتیں سمجھ میں نہ آ سکیں

وہ کان اُدھر ہی لگائے رہا۔ اب وہ صرف ایک ہی اور واضح قسم کی آواز سن رہا تھا جو اس جھونپڑے کے مکین ہی کی ہو سکتی تھی۔ انداز ایسا ہی تھا جیسے ٹرانسیٹر پر کوئی پیغام نشر کیا جا رہا ہو لیکن جو کچھ بھی کہا جا رہا تھا مخصوص قسم کے کوڈ ورڈز میں کہا جا رہا تھا۔ اس لئے مفہوم سمجھ میں نہ آ سکا!

عمران خود کو کسی نئے وقوعے کے لئے تیار کرنے لگا۔

"اوور اینڈ آل" کہہ کر وہ آدمی خاموش ہو گیا — اور دونوں میں پھر سرگوشیاں ہونے لگیں۔

عمران نے پتلون کی جیب میں پڑا ہوا ریوالور ٹٹولا... اور پھر اس طرح بڑبڑانے لگا جیسے بعض لوگ سوتے میں بڑبڑاتے ہیں۔

قیدی نے اُسے آواز دی اور جواب نہ پا کر ہنسنے لگا۔

"بڑاتا ہے" دوسرے آدمی نے کہا۔ عمران کے خراٹے پھر شروع ہو گئے تھے۔

"حیرت ہے" کچھ دیر بعد اُسی آدمی نے کہا۔ "ڈاڑھی بالکل سفید ہے — لیکن ر کے بال — شاید سر میں ایک بھی سفید بال نہ ملے۔"

اب تو عمران کو یقین ہو گیا کہ قلعی کھلنے میں دیر نہ لگے گی — اس نے دانش منزل یں جو کچھ بھی کیا تھا بہت جلدی میں کیا تھا! بھیس بدلتے وقت صرف یہ بات ذہن یں تھی کہ وہ قیدی کی ہمدردیاں حاصل کرکے اس سے اس کے متعلق بھی کچھ نہ کچھ معلوم کرے گا اور اس کے ساتھ نکل جانے کی تجویز تو اس سے گفتگو کرتے وقت ذہن میں گونجی تھی۔ مقصد اس کے علاوہ اور کچھ نہیں تھا کہ وہ اس طرح ن لوگوں کے کسی نہ کسی ٹھکانے سے بھی واقف ہو جائے گا — اگر یہ اسکیم پہلے ے ذہن میں ہوتی تو میک اپ کے معاملے میں بہت زیادہ محتاط ہو جاتا۔

بہر حال اب کیا ہو سکتا تھا — اب تو بچاؤ کی کوئی صورت پیدا کرنی تھی۔ ہو سکتا

تھا کہ ٹرانسمیٹر پر نشر کئے جانے والے پیغام میں بھی اس نے اسی کے متعلق کسی کو کچھ بتایا ہو اور اپنے شبہات کا بھی اظہار کر دیا ہو۔

فوری طور پر کوئی تدبیر نہ بن پڑی اور تن بہ تقدیر بدستور خراٹے لیتا رہا۔ اور پھر اسے پرواہ کب تھی۔ وہ تو بے خطر آگ میں کود پڑنے کا قائل تھا اور یہ بعد میں سوچتا تھا کہ اب کیا کرنا چاہئے — اور فی الحال کچھ کرنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا کیونکہ جس مقصد کے حصول کے لئے یہ تگ ودو کی تھی اس کا ابھی دور دور تک پتہ نہیں تھا۔

دفعتاً وہ اچھل پڑا۔ غالباً کان کے قریب ہی فائر ہوا تھا اور ایک کربناک سی چیخ اندھیرے میں گونجی تھی۔ پھر جھونپڑے کے مکین کی گرج سنائی دی۔ "خبردار بوڑھے تم اپنی جگہ سے جنبش نہ کرنا ورنہ تمہاری کھوپڑی میں بھی سوراخ ہو جائے گا۔"

عمران اپنے حلق سے ڈری ڈری سی آوازیں نکالنے لگا۔ ویسے جیب سے ریوالور بھی نکل آیا تھا — اب پوری بات اس کی سمجھ میں آئی۔ قیدی ہلاک کر دیا گیا تھا — غالباً ٹرانسمیٹر پر اس نے صرف پیغام نشر ہی نہیں کیا تھا بلکہ کسی کا جوابی پیغام وصول بھی کیا تھا جس کے مطابق قیدی کو ٹھکانے ہی لگا دیا گیا تھا اور خود اس کا مسئلہ ابھی شائد زیر غور تھا۔

"بتاؤ تم کون ہو —" اندھیرے میں پھر آواز گونجی۔

"م — میں — یعنی کہ میں —" عمران ہکلایا۔

"ہاں — تم —!"

"جی میں... تصدق حسین خنجر انبالوی ہوں!"

"بکواس بند کرو — ٹھیک ٹھیک بتاؤ —"

"یقین نہ ہو تو وہ شعر سن لیجئے جو ابھی ہوا ہے۔ زبان کا شعر ہے۔ سنئے"

کل اغیار میں بیٹھے تھے تم
"ہاں ہاں کوئی بات بناؤ!"

"شاید تم بھی اسی طرح مرنا چاہتے ہو۔" وہ غرایا۔

عمران چاہتا تو آواز ہی پر فائر کر کے اس کا کام تمام کر دیتا — لیکن اس نے اتنی محنت اس لئے نہیں کی تھی کہ وہ پھر تاریکیوں میں بھٹکتا رہ جاتا — پہلے ایک آدمی ہاتھ لگا جس کے توسط سے مجرم یا مجرموں تک پہنچنے کی توقع تھی لیکن اب شاید اس کی لاش ہی وہاں اندھیرے میں موجود تھی... اور اب دوسرا آدمی یعنی اس قیدی کا قاتل گرفت میں تھا اور وہ یقینی طور پر کوئی اہم آدمی تھا ورنہ اس اقدام کی جرأت ہرگز نہ کرتا۔

"بتاؤ تم کون ہو — اور اسے کس عمارت میں قید کیا گیا تھا۔" وہ پھر دہاڑا۔

"میں اپنا نام اور تخلص آپ کو بتا چکا ہوں۔ نمونے کا شعر بھی پیش کر دیا — رہ گئی وہ عمارت تو وہ اس جھونپڑے سے بہرحال بہتر تھی۔ ٹھائیں ٹھائیں تو نہیں سننی پڑتی تھی۔"

"شائد تم سچ مچ مرنا چاہتے ہو —"

"بھائی اندھیرے میں نہ مارنا —" عمران گھگھیایا۔ "چراغ جلا لو تو بہتر ہے... اندھیرے میں مرتے وقت دم گھٹنے لگتا ہے اور بڑی الجھن ہوتی ہے۔"

"کیوں شامت آئی ہے۔"

"اندھیرے میں کچھ نہیں ہو سکتا — چراغ جلاؤ — پھر جو کچھ بھی پوچھو گے بتا دوں گا —"

"اچھا ٹھہرو —"

عمران سنبھل کر بیٹھ گیا۔ ریوالور جیب میں ڈال لیا تھا... اور آہستہ آہستہ

اُٹھ رہا تھا۔

اُدھر جیسے ہی اس نے دیا سلائی کھینچی اور روشنی ہوئی عمران نے اپنے زخم کی پروا کئے بغیر اُس پر چھلانگ لگا دی۔ مقابل اس کے لئے قطعی تیار نہیں تھا۔ اس لئے اُسے سنبھلنے کی مہلت نہ مل سکی۔ لڑکھڑا کر گرا اور عمران اسے دبوچ بیٹھا ——!

چراغ جل نہیں سکا تھا۔ دیا سلائی اس کے ہاتھ ہی میں بجھ گئی تھی۔ اور اب وہ عمران کے نیچے دبا ہوا اُسے اچھال پھینکنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اور عمران کی کوشش تھی کہ کسی طرح وہ آسانی سے قابو میں آجائے۔ ایسی جدوجہد کے دوران میں اُس کے سر کے بال عمران کی گرفت میں آگئے۔ اس نے انہیں سختی سے مٹھی میں جکڑ لیا اور دھڑا دھڑ اس کا سر زمین سے ٹکرانے لگا... گھٹی گھٹی سی چیخیں اندھیرے میں گونجتی رہیں اور وہ آہستہ آہستہ سُست ہوتا گیا —— پھر بالکل ہی بےحس و حرکت ہو گیا۔

عمران نے اس پر چڑھے چڑھے ہی ٹٹول کر دیا سلائی کی ڈبیہ تلاش کی اور ایک تیلی جلا کر اس کا جائزہ لیا۔ وہ گہری گہری سانس لے رہا تھا۔

جب اچھی طرح اطمینان ہو گیا کہ وہ واقعی بیہوش ہے تو عمران اسے چھوڑ کر ہٹ گیا اور چراغ روشن کر کے قیدی پر نظر ڈالی جو زمین پر اوندھا پڑا تھا گولی اُسکی کھوپڑی پر ماری گئی تھی۔

آس پاس خون ہی خون پھیلا ہوا تھا —— مختصر سی تلاشی کے بعد عمران نے محدود دائرۂ عمل والا ٹرانسمیٹر برآمد کر لیا جو بیٹری سے چلتا تھا۔

پھر اس نے یہی مناسب سمجھا کہ بیہوش آدمی کو جھونپڑے سے ہٹا دے تلاشی کے دوران میں ایک ٹارچ بھی ہاتھ لگی تھی۔

اُس نے بیہوش آدمی کے ہاتھ اور پیر باندھے۔ خود اُسکے بازو کا زخم بُری طرح دُکھ رہا تھا۔ اِس کے باوجود بھی اس نے کسی نہ کسی طرح بیہوش آدمی کو پشت پر لاد کر قریبی جھاڑیوں میں پہنچایا اور خود بھی ایک جانب دبک رہا۔ اُسے یقین تھا کہ کوئی نہ کوئی وہاں ضرور آئے گا۔ چونکہ وہاں سے برآمد ہونے والا ٹرانسمیٹر بیس میل کے اندر اندر ہی کارآمد ہو سکتا تھا اس لئے اس پر بھیجے جانے والے پیغام کا یہی مطلب ہو سکتا تھا کہ اس نے قریب ہی کے کسی آدمی کو حالات سے مطلع کیا ہے۔

آدھا گھنٹہ گذر گیا لیکن کسی قسم کی آواز نہ سنائی دی۔ اِدھر اس کا قیدی بھی کسمسانے لگا۔ حلق سے آوازیں بھی نکالی تھیں۔ شاید وہ پوری طرح ہوش میں آچکا تھا۔ عمران نے اُس کے شانے پر ریوالور کی نال رکھ کر تھوڑا سا زور صرف کرتے ہوئے ہا "چپ چاپ پڑے رہو بیٹے... اگر ہلکی سی آواز بھی نکالی تو سائیلنسر لگا ہوا ھلونا تمہیں ہمیشہ کے لئے خاموش کر دے گا۔"

پھر وہ ساکت ہی ہو گیا۔ عمران جھونپڑے سے نکلتے وقت دو کمبل لانا نہیں بھولا تھا۔ ایک خود اس کے استعمال میں تھا اور دوسرا اس نے اپنے قیدی ڈال دیا تھا۔

"میں کہاں ہوں؟" قیدی نے کچھ دیر بعد مضمحل سی آواز میں پوچھا۔

"جھونپڑے سے تھوڑے ہی فاصلے پر جھاڑیوں میں۔"

"کیوں؟"

"مجھے ان لوگوں کا انتظار ہے جنہیں تم نے ٹرانسمیٹر پر پیغام بھیجا تھا۔"

"کوئی نہیں آئے گا —— مجھے صرف حکم ملا تھا کہ اسے گولی مار کر تمہیں رفتار کر لوں۔"

"اچھا فرض کرو تم نے مجھے گرفتار کر لیا۔ پھر ——!"

"میں کچھ نہیں جانتا۔"

"تم آخر گرفتار ہو کے کرتے کیا؟"

"اُن کے دوسرے حکم کا منتظر رہتا۔"

"کن کے۔!"

"میں نہیں جانتا۔"

"پچھلے دن میں نے تمہارے ہی جیسے ایک ضدی آدمی کے دونوں کان کاٹ دیئے تھے!" عمران نے بڑے خلوص سے کہا۔

قیدی کچھ نہ بولا۔

★

عمران بھی تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا... پھر قیدی کے چہرے پر روشنی ڈالتا ہوا بولا "اپنا منہ کھولو۔"

"کک۔ کیوں؟"

"جلدی کرو۔" عمران غرایا۔

قیدی نے جلدی سے منہ کھول دیا اور عمران اس میں اپنا رومال ٹھونسنے لگا۔ اُس کا جسم متحرک تھا لیکن ہاتھ پیر نہیں ہلا سکتا تھا کیونکہ وہ بُری طرح جکڑے ہوئے تھے۔ ہاتھ پیر باندھے گئے تھے اور وہ بائیں کروٹ پڑا ہوا تھا۔

اب عمران پھر جھونپڑے کی طرف متوجہ ہوا۔ وہاں سے برآمد ہونے والا ٹرانسمیٹر وہیں چھوڑ آیا تھا۔ پیٹ کے بل رینگتا ہوا جھونپڑے میں پہنچا۔ یہاں حالات بدستور تھے۔ ٹرانسمیٹر بائیں ہاتھ میں سنبھال کر پھر اسی طرح واپس ہوا — داہنے ہاتھ

میں ریوالور تھا۔

قیدی کو جیسا چھوڑ کر گیا تھا اُسی پوزیشن میں ملا۔ عمران نے اس کے چہرے پر ٹارچ کی روشنی ڈالی اور اُس نے چندھیا کر آنکھیں بند کر لیں۔

پھر عمران نے ٹرانسمیٹر کا سوئچ آن کر دیا — "سائیں سائیں" کی آوازیں سنائی دیتی رہیں۔

کچھ دیر بعد کسی آدمی کی آواز اُبھری "سکس تھرٹی ایٹ — سکس تھرٹی ایٹ اِٹ از ہیڈ کوارٹر... سکس تھرٹی ایٹ .... رسپانڈ.... سکس تھرٹی ایٹ .... اِٹ از ہیڈ کوارٹرز۔!"

عمران نے پھر سوئچ آف کر دیا اور قیدی کے منہ سے رومال کھینچتا ہوا بولا "کیا یہ کال تمہارے لئے تھی؟"

وہ کچھ نہ بولا... اور عمران نے اس کی ناک پر ہاتھ رکھ کر کسی قدر دباؤ ڈالا۔

"یہ کیا کر رہے ہو —" قیدی کراہ کر چیخا۔

"بٹن دبائے بغیر آواز کہاں سے نکلتی ہے —" عمران چہکارا "اب اگر تم نے بولنے میں دیر لگائی تو فکس کر دینے والے بٹن دباؤں گا — اور تم بولتے ہی چلے جاؤ گے۔"

"ذرا میرے ہاتھ کھول دو۔ پھر بتاؤں؟" قیدی کسی کٹکھنے کتے کی طرح غرایا۔

"میں تو تمہیں دولہا بھی بنا سکتا ہوں۔ لیکن... تم نے میری بات کا جواب نہیں دیا۔"

"ہاں وہ کال میرے ہی لئے تھی پھر!"

"میں ٹرانسمیٹر کا سوئچ آن کرنے جا رہا ہوں۔ تم اپنے ہیڈ کوارٹر سے گفتگو کرو گے اور انہیں بتاؤ گے کہ تم نے اپنے ساتھی کو مار ڈالا۔ اور مجھے بھی بے بس

کر چکے ہو۔"

"تم مجھے مجبور نہیں کر سکتے۔"

عمران نے ریوالور کے دستے سے اُس کے گھٹنے پر ضرب لگائی اور منہ پر ہاتھ جما دیا۔

وہ مچلنے لگا لیکن کراہ کی آواز نہ نکل سکی۔ کیونکہ منہ پر بھی عمران کی گرفت مضبوط تھی۔ اس نے دوسرے گھٹنے پر بھی ضرب لگائی۔ پھر تو بے تکان اُس کے دونوں گھٹنوں اور پنڈلیوں کی ہڈیوں پر قیامت توڑتا رہا۔

کچھ دیر بعد جب اس نے اس کے منہ پر سے ہاتھ ہٹایا تو وہ دبی دبی سی سسکیاں لے رہا تھا۔ شاید اس پر غشی طاری ہو رہی تھی۔

عمران نے پتلون کی جیب سے چیونگم کا پیکٹ نکالا۔ اور اُس میں سے ایک پیس نکال کر منہ میں ڈال لیا۔

"چیونگم سے شوق کرو گے؟" اس نے جھک کر اس کے کان میں کہا۔ "اس غریب الوطنی میں اس سے زیادہ خاطر نہ کر سکوں گا۔"

وہ کچھ نہ بولا۔ پھر بےحس و حرکت ہو گیا تھا۔ عمران نے ٹرانسمیٹر کا سوئچ آن کر دیا لیکن آواز کا حجم نہیں بڑھایا۔ سکس تھرٹی ایٹ کی پکار برابر ہو رہی تھی۔!

اس بار اس نے سوئچ آن کر کے ٹرانسمیٹر کو قیدی کے چہرے کے قریب رکھ دیا۔

ریڈیم ڈائیل والی گھڑی دیکھی چار بج رہے تھے۔ جو کچھ بھی کرنا تھا۔ اجالا پھیلنے سے قبل ہی کر گذرنا تھا۔ اب سوچ رہا تھا کہ قیدی کو اتنی بیدردی سے نہ مارنا چاہئے تھا۔ اب تو اس کے بھی امکانات تھے کہ زبان بند رکھنے کے لئے

وہ ہوش میں آجانے کے باوجود بھی خود کو بے ہوش ہی پوز کرتا رہتا۔

تھوڑی دیر بعد اُسے دو تین ہچکیاں آئیں اور وہ آہستہ آہستہ کراہنے لگا۔!

"مجھے بتاؤ۔ تمہاری بوتل جھونپڑے میں کہاں رکھی ہے!" عمران نے ہمدردانہ لہجے میں کہا۔ "مجھے یقین ہے کہ تم اُس کی ضرورت محسوس کر رہے ہو!"

"ہاں۔ آں... "وہ کراہا۔ "لکڑی کے صندوق میں۔!"

عمران تیزی سے جھاڑیوں کے باہر رینگ گیا! اور پھر واپسی میں دو منٹ سے زیادہ نہیں صرف ہوئے۔ برانڈی کی آدھی بوتل تھی۔

کارک نکال کر اس کے ہونٹوں سے لگا دی اور اس وقت تک نہیں ہٹائی جب تک کہ قیدی نے اپنے سر کو جھٹکا نہیں دیا۔

"اب تم حواس میں رہ کر عقلمندی کا ثبوت دے سکو گے۔" عمران خوش ہو کر بولا۔

قیدی کچھ نہ بولا۔ گہری گہری سانس لے رہا تھا۔

"کیا تمہیں یاد ہے۔ میں نے کیا کہا تھا؟"

"ہاں۔!" آواز کسی زخمی بھیڑیئے کی غراہٹ سے مشابہ تھی۔

"میں ٹرانسمیٹر کا سوئچ آن کرنے جا رہا ہوں۔ کال ہونے پر تم وہی کہو گے جو میں کہہ چکا ہوں! سمجھے؟"

قیدی کچھ نہ بولا۔ عمران نے ٹرانسمیٹر کا سوئچ آن کر دیا۔

کچھ دیر بعد پھر سکس تھرٹی ایٹ کی پکار ہوئی اور قیدی بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ اِٹ از سکس تھرٹی ایٹ — میں نے اس کا کام تمام کر دیا۔ دوسرا یرا قیدی ہے... اوور —"

"تم اُسے وہیں رکھو — کچھ دیر بعد انتظام کیا جا سکے گا — اوور اینڈ آل۔"

آواز پھر نہیں آئی — عمران نے سوئچ آف کر کے پوچھا — "اور پیو گے!"

"عوں —" اس نے غصیلی سی آواز حلق سے نکالی۔ عمران نے پھر بوتل اس کے ہونٹوں سے لگا دی۔

کچھ دیر خاموشی رہی۔ پھر عمران نے کہا۔ "غالباً اب کوئی تمہارے قیدی کے لئے آئے گا۔

وہ خاموش ہی رہا۔

"کیا وہ سب تمہیں پہچانتے ہیں؟" عمران نے پوچھا۔

"ہاں!"

"خیر اب تم یہ بتاؤ — پھانسی کا پھندہ پسند کرو گے — یا سرکاری گواہ بننا!"

"میں موت سے نہیں ڈرتا!"

"شادی سے پہلے میں بھی نہیں ڈرتا تھا!" عمران نے کہا۔ "لیکن شادی کے بعد سے نہ صرف موت سے ڈرنے لگا ہوں بلکہ مختلف قسم کے ہدایت نامے بھی پڑھنے لگا ہوں۔ ویسے میرا خیال ہے کہ تم پھانسی کا پھندا نہیں پسند کرو گے!"

وہ پھر کچھ نہ بولا۔

"میں بھی کیوں نہ تمہاری کھوپڑی میں گولی ہی مار دوں!" تھوڑی دیر بعد عمران نے کہا۔

"بکے جاؤ — مجھے کسی بات کی بھی پرواہ نہیں ہے!"

"اگر پھر میں شروع ہو جاؤں —" عمران بڑبڑایا۔ "اس بار تمہارے دانتوں کی مضبوطی آزماؤں گا!"

"نن — نہیں —" قیدی بوکھلائے ہوئے انداز میں بولا "تم ایسا نہیں کر سکتے —"

"مجھے کون روکے گا!"

"میں نہیں سمجھ سکتا کہ تم کیا چاہتے ہو؟"

"ہیڈ کوارٹر کا پتہ بتاؤ!"

"میں نہیں جانتا — یقین کرو — ہمیشہ ٹرانسمیٹر ہی پر اُن سے گفتگو ہوتی ہے!"

"محکمہ جنگلات سے تمہارا کیا تعلق ہے!"

"واچ مین ہوں!"

"مگر تم تو پڑھے لکھے آدمی معلوم ہوتے ہو —"

"اس ملازمت سے قبل ہی سے میرا ان سے تعلق رہا ہے۔ ان کی ہدایت پر میں نے یہ ملازمت اختیار کی تھی!"

"اُن کے ہاتھ کس طرح پڑے تھے!"

"لمبی کہانی ہے!"

"میں سننا پسند کروں گا!"

"میں ایک مقامی فرم میں کیشیر تھا۔ ایک بار نہ جانے کیسے پچاس ہزار کا گھپلا ہو گیا جس کی ایک پائی بھی میری ذات پر صرف نہیں ہوئی تھی — آڈیٹر نے اُسے چیک کر لیا اور مجھے جیل بھجوا دینے کی دھمکی دی۔ اُن دنوں میں بیحد شریف یا دوسرے لفظوں میں بزدل تھا ڈر گیا — پھر آڈیٹر ہی نے تجویز پیش کی کہ میں ایک گروہ کے لئے کام کروں جو اسمگلنگ کرتا ہے اس طرح یہ کمی پوری کر دی جائے گی۔ میں تیار ہو گیا تھا۔ پھر جب اچھی طرح دلدل میں پھنس چکا تو معلوم ہوا کہ اسمگلرز نہیں بلکہ غیر ملکی ایجنٹ تھے اور میں ملک و قوم سے غداری کا مرتکب ہو رہا ہوں — لیکن اب کیا ہو سکتا تھا۔ پوری طرح ان کی گرفت میں تھا!"

"ہیڈ کوارٹر کہاں ہے؟"

"یقین کرو دوست — میرے فرشتوں کو بھی علم نہیں — ذرا بوتل ادھر بڑھانا —"

"ضرور — ضرور —" عمران نے بوتل اس کے ہونٹوں سے لگا دی۔

دو تین گھونٹ لے کر اس نے سر کو جھٹکا دیا اور عمران نے بوتل ہٹالی۔

"تمہارے ذمے کیا کام ہے؟"

"محکمہ جنگلات کے ایک آفیسر سے کچھ پیغامات ملتے ہیں۔ جنہیں میں کوڈ ورڈز میں بذریعہ ٹرانسمیٹر ہیڈ کوارٹر تک پہنچا دیتا ہوں۔"

"کیا کبھی کسی غیر ملکی سے بھی سابقہ پڑا ہے؟"

کبھی نہیں۔

"یہ آدمی جسے تم نے گولی ماردی ہے۔ کون تھا؟"

"محکمہ جنگلات کا وہی آفیسر جس کے پیغامات ہیڈ کوارٹر تک پہنچاتا تھا!"

"اور ہیڈ کوارٹر کے پیغامات اُس تک — کیوں؟"

"ہاں —"

"کیا تم جانتے ہو کہ اس نے لیفٹیننٹ بن کر ایک آدمی کے اغوا کا پروگرام بنایا تھا؟"

"اس نے پروگرام نہیں بنایا تھا بلکہ یہ پروگرام میرے توسط سے اسے ہیڈ کوارٹر کی طرف سے ملا تھا۔"

"کوڈ ورڈز کی ٹریننگ تمہیں کہاں سے ملی تھی!"

"اُسی اڈیٹر سے جس نے مجھ پر غبن کا کیس کرنے کی دھمکی دی تھی۔"

"وہ اب کہاں مل سکے گا؟"

"اسی فرم میں۔"

"نام بتاؤ —"

"تم پہلے یہ بتاؤ کہ اب میرا کیا حشر ہوگا؟"

"عقلمندی سے کام لینے کا وعدہ کرو تو تمہاری گردن بچانے کا وعدہ میں ی کروں گا۔"

"میں تیار ہوں۔"

"ہوں؟" عمران کچھ سوچتا ہوا بولا "کیا مجھے یہاں رک کر ہیڈ کوارٹر کے سی آدمی کا انتظار کرنا چاہیے؟"

"فضول ہے" قیدی نے کہا "کوئی نہیں آئے گا۔"

"پھر تم مجھے اُن تک کس طرح پہنچاتے —"

وہ جواب میں کچھ کہنے ہی والا تھا کہ عمران نے اس کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا اُس سی قسم کی آواز سنی تھی — کوئی جھاڑیوں کے باہر چل رہا تھا۔

عمران نے جھانک کر دیکھا۔ تاروں کی چھاؤں میں ایک دراز قد آدمی نظر آیا۔ جو ونپڑے کی طرف جا رہا تھا۔

عمران نے آخری بار جھونپڑے کا چراغ نہیں بجھایا تھا۔

اُس نے اُس آدمی کو جھونپڑے میں داخل ہوتے دیکھا اور خود بھی تیزی سے ہر رینگ گیا! ریوالور کا دستہ مضبوطی سے اس کی مٹھی میں جکڑا ہوا تھا۔

جھونپڑے تک پہنچنے میں دیر نہیں لگی۔ اُس نے دروازے سے جھانکا۔ آنے ے کی پشت اس کی طرف تھی۔ اور وہ قیدی کی لاش پر جھکا ہوا تھا۔

پھر جیسے ہی وہ سیدھا ہونے لگا عمران تیزی سے پیچھے ہٹ کر پھر زمین پر ٹ گیا۔

وہ جھونپڑے کے باہر آچکا تھا۔۔۔ پھر اس نے آہستہ سے آواز دی "سکس تھرٹی ایٹ۔ تم کہاں ہو"

لیکن یہ آواز۔۔۔؟ عمران کی کھوپڑی ہوا سے باتیں کرنے لگی۔ یہ تو کسی عورت کی انتہائی سریلی آواز تھی۔ اُس نے پھر سکس تھرٹی ایٹ کو پکارا۔ آواز اتنی بلند تھی کہ جھاڑیوں تک ضرور پہنچی ہوگی جہاں سکس تھرٹی ایٹ رسیوں سے جکڑا پڑا تھا۔

دفعتاً عمران نے حلق سے بھرائی ہوئی سی آواز نکالی "اندر چلو۔ اندر چلو"

"تم کہاں ہو۔۔۔" پھر پوچھا گیا۔

"اندر چلو۔۔۔" عمران نے پھر اُسی لہجے میں کہا۔

اور وہ جھونپڑے میں چلی گئی۔

ان لوگوں کے طریق کار کو پیش نظر رکھتے ہوئے عمران نے سوچا کہ وہ سکس تھرٹی ایٹ سے ذاتی طور پر شاید ہی واقف ہو۔ ہو سکتا ہے کبھی اس کی شکل تک نہ دیکھی ہو۔۔۔

جیسے ہی وہ جھونپڑے میں داخل ہوا۔ وہ چونک کر مڑی۔

دراز قد اور خوش شکل عورت تھی۔ ہاتھ پیر خاصے مضبوط معلوم ہوتے تھے عمر بھی زیادہ نہیں تھی۔ بمشکل پچیس یا چھبیس کی رہی ہوگی۔۔۔ جیکٹ اور چست پتلون میں ملبوس تھی۔

"قیدی کہاں ہے؟" اُس نے پوچھا۔ اور عمران نے اطمینان کی سانس لی۔

وہ حقیقتاً سکس تھرٹی ایٹ سے واقف نہیں تھی۔

"یور آئیڈنٹٹی؟" عمران نے سخت لہجے میں پوچھا۔

"نائین سیون فور۔۔۔ فار ہیڈ کوارٹرز۔۔۔"

"فار یا فرام۔۔۔" عمران نے آنکھیں نکالیں۔

"فار؟" وہ اُسے گھورتی ہوئی غرائی۔

"تنہا۔۔۔ آئی ہو۔۔۔!"

"ہاں۔۔۔ قیدی کہاں ہے۔ اسے بیہوش کر کے گاڑی تک پہنچا دو"

"وہ۔ وہاں جھاڑیوں میں پڑا ہے۔ یہاں رکھنا مناسب نہیں سمجھا تھا"

"اُسے یہاں لاؤ۔۔۔"

"بہت بہتر۔۔۔ تم بیٹھ جاؤ۔۔۔" عمران نے اسٹول کی طرف اشارہ کیا اور ود باہر نکل گیا۔

وہ جھاڑیوں میں واپس آیا۔ اور قیدی سے بولا "کوئی عورت آئی ہے۔ یدی کو یہاں سے لے جانے کے لئے۔ وہ تمہیں صورت سے نہیں پہچانتی۔ اس لئے ں نے خود کو بحیثیت سکس تھرٹی ایٹ پیش کیا ہے اور تمہیں قیدی کی صورت یں اُس کے سامنے لے جاؤں گا"

"اس سے فائدہ!" اُس نے آہستہ سے کہا "میرا دعویٰ ہے کہ تم اسطرح یڈ کوارٹر تک ہرگز نہ پہنچ سکو گے"

عمران چند لمحے اس پر غور کرتا رہا پھر بولا "پھر تم کیا کہنا چاہتے ہو۔۔۔"

"میں اِس زندگی سے تنگ آگیا ہوں! انھوں نے مجھے فریب دے کر پھانسا ھا۔ عرصے سے خواہش تھی کہ کسی طرح اِن کا بیڑہ غرق ہو اور اس میں میرا نمایاں صہ ہو۔ مجھے اپنی جگہ ہی پر رہنے دو۔ اور مجھ سے رابطہ قائم رکھو۔ اس طرح ان ہوں کو ان کے بلوں سے نکالا جا سکے گا۔۔۔ اس عورت کو جہاں چاہو لے جاؤ! ھ سے پوچھا جائے گا تو کہہ دوں گا کہ کوئی عورت یہاں سرے سے آئی ہی نہیں۔ یک بوڑھا آدمی تھا جو قیدی کو ہیڈ کوارٹر کے حوالے سے لے گیا"

"تجویز معقول ہے۔ لیکن۔۔۔ اس کی کیا ضمانت ہے کہ تم ہمارا ہی ساتھ دو گے؟"

"فی الحال میں کسی طرح بھی یقین نہ دلا سکوں گا۔"

"اچھی بات ہے — فی الحال میں بھی جو کچھ کر رہا ہوں مجھے کرنے دو۔"

عمران نے اُسے اٹھا کر پیٹھ پر لادا اور جھونپڑے میں لے آیا۔ عورت اٹھتی ہوئی بولی۔ "اُسے گاڑی تک پہنچا دو۔"

"اُو کے مادام —" عمران دروازے کی طرف مڑتا ہوا بولا۔ قیدی اُس کی پُشت پہ لدا ہوا تھا۔

کچھ دور چلنے کے بعد وہ سڑک پر آئے — خود عورت ہی نے رہنمائی کی تھی لیکن عمران اس راستے سے نہیں آیا تھا۔ کافی وقت صرف ہوا تھا یہاں تک پہنچنے میں۔ گاڑی ایک چھوٹی سی ویَن تھی۔ عمران نے عورت سے کہا کہ وہ ڈرائیور کی سیٹ پر بیٹھے وہ پچھلا دروازہ کھول چکا تھا۔ قیدی زمین پر تھا۔ عورت اگلی سیٹ پر جا بیٹھی۔ عمران نے جلدی اس کے ہاتھ پیر کھول دیئے اور اسطرح دروازہ بند کیا کہ آواز پیدا ہو۔!

قیدی آزاد ہو چکا تھا۔ اب عمران تیزی سے آگے جھپٹا اور ڈرائیور کی سیٹ کے برابر والا دوسرا دروازہ کھول کر عورت کے پاس بیٹھ گیا۔

"کیا مطلب —" عورت نے چونک کر کہا۔

"چلو —"

"تم —!" اُس نے حیرت سے کہا۔ "مجھ سے یہ نہیں کہا گیا۔"

"دیکھو بہنی — عمران ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ "یہ جو چیز تمہاری کمر میں چبھ رہی ہے پینتالیس کیلیبر کے ریوالور کی نال ہے۔ لہٰذا جدھر کہوں چپ چاپ چل چلو۔ ورنہ۔۔۔ یہ خالی بھی نہیں ہے۔!"

*

پھر اس نے سکس متھرٹی ایٹ کو آواز دے کر کہا۔ "اُس لاش کو اٹھا لاؤ
ٹھ لے جاؤں گا۔!"

"ت ت — تم — کون ہو —" عورت ہکلائی۔

"اپنا وقت نہ ضائع کرو۔ خاموش بیٹھو!" عمران غرایا۔

ریوالور کی نال بدستور عورت کی کمر سے لگی ہوئی تھی۔

تھوڑی دیر بعد ویَن کے پچھلے دروازے کے کھلنے اور — پھر بند ہونے
آواز آئی۔

"گڈ —!" عمران بلند آواز میں بولا۔ "اب اپنا نام بھی بتاتے جاؤ۔"

"رحمن چودھری —" باہر سے آواز آئی۔

"گڈ گوئنگ۔۔۔۔ بے بی۔" عمران نے ریوالور کی نال سے دباؤ ڈال
کہا۔

انجن اسٹارٹ ہوا — اور ویَن چل پڑی۔

عمران اسے مختلف سڑکوں پر گاڑی موڑنے کی ہدایت دیتا ہوا سیدھا دانش
زل لایا — اور اسی طرح کمر سے ریوالور لگائے ہوئے نیچے اترنے کا حکم دیا۔

کچھ دیر بعد وہ ساؤنڈ پروف کمرے میں پہنچ چکی تھی — لیکن اس کے چہرے
ے ذرہ برابر بھی خوف نہیں ظاہر ہو رہا تھا۔

"بیٹھ جاؤ —" عمران نے تحکمانہ لہجے میں کہا اور وہ بڑے پروقار انداز میں
لتی ہوئی صوفے کی طرف بڑھی۔

عمران سوچ رہا تھا کہیں بساط کا یہ مہرہ بھی فضول ہی نہ ثابت ہو۔!

"اب بتاؤ — ؟" عمران نے کہا۔

"کیا بتاؤں ؟" وہ غصیلے انداز میں غرائی۔

"تم کس کے لئے کام کر رہی ہو —"

"کیا مطلب —"

"تمہیں کس نے بھیجا تھا —"

"تمہارا دماغ صحیح ہے یا نہیں —" اُس نے آنکھیں نکال کر کہا "کسی نے بھیجا ہے یا تم زبردستی پکڑ لائے ہو۔ میں ایک سنسان سڑک سے گذر رہی تھی تم نے ہاتھ اٹھا کر گاڑی رکوائی۔ پھر قریب آئے اور ریوالور نکال لیا۔ تمہارے ساتھ تین آدمی اور بھی تھے انہوں نے ایک لاش اٹھا رکھی تھی — لاش انہوں نے میری ویگن میں رکھ دی اور تم ریوالور کے زور سے میرے قریب بیٹھ گئے۔ اور ڈرائیو کرنے پر مجبور کرتے ہوئے یہاں تک لائے۔ پتہ نہیں تم کیا چاہتے ہو!"

عمران نے ٹھنڈی سانس لی اور احمقانہ انداز میں منہ چلانے لگا۔ سفید گھنی ڈاڑھی تو کبھی کی چہرے سے الگ ہو چکی تھی اور وہ اب اپنی اصلی صورت میں اُس کے سامنے موجود تھا۔

"میں کہتی ہوں مجھے جانے دو۔ ورنہ اچھا نہیں ہوگا — ؟" وہ دانت پیس کر بولی۔

"یہ ویگن کس کی ہے ؟" عمران نے پوچھا۔

"میری ہے — اور کس کی ہوتی —"

"کیا کام کرتی ہو —"

"بکواس بند کرو۔ بالکل اُجڈ معلوم ہوتے ہو — معزز خواتین سے گفتگو کرنے

کا سلیقہ نہیں ہے تمہیں"

"کوئی معزز خاتون ہی یہ کمی بھی پوری کرا دے گی" عمران نے مسکرا کر کہا "میں پھر بھی اپنے سوال کا جواب ضرور چاہوں گا"

"کیا میں کوئی گری پڑی عورت ہوں کہ کام کاج کرتی پھروں"

"یہ بات بھی معقول ہے" عمران سر ہلا کر بولا۔

"میں پھر کہتی ہوں مجھے جانے دو —"

"معزز خواتین کی بے حد عزت کرتا ہوں اس لئے کافی اعزاز و اکرام کے ساتھ واپس کروں گا — مطمئن رہو — یہ بتاؤ کہ ان لوگوں کے چکر میں کیسے پھنسی تھیں —"

"کن لوگوں کے ؟"

"جن کا حکم سُن کر تم کو یہ بھلا دینا پڑتا ہے کہ تم ایک معزز خاتون ہو!"

"تم یقیناً نشے میں ہو!"

"معزز خواتین کو دیکھ کر بغیر پئے بھی اکثر بہک جاتا ہوں — تم اس کی پروا نہ کرو —"

"شاید تمہاری شامت ہی آ گئی ہے — کیا تم نے کبھی سمیعہ رضی الدین کا نام سُنا ہے"

"غالباً — وہ جو بہت مشہور سوشل ورکر ہیں — خان بہادر رضی الدین کی بیگم صاحبہ!"

"میں سمیعہ رضی الدین ہوں!"

"گڈ — تب تو مشکل آسان ہو گئی — میں رضی صاحب کو فون کر کے یہیں بلائے لیتا ہوں"

"گگ — کیا بکواس کر رہے ہو"

میں اپنا اطمینان کر لینا چاہتا ہوں محترمہ ۔۔۔" عمران نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ "پچھلے دنوں ایک صاحبہ نے خود کو پرائم منسٹر کی بیوی ظاہر کر کے مجھ سے ساڑھے بارہ آنے اینٹھ لئے تھے ۔۔۔!"

"مم ۔۔۔ میں ۔ تمہیں یقین دلاتی ہوں"

"اگر وہ خود آ کر تصدیق کر دیں تو کیا برائی ہے ۔۔۔ میرے خیال سے سوشل ورکر ہونے کا یہ مطلب تو نہیں ہے کہ آپ بارہ بجے رات کے بعد شہر میں وین لئے پھریں جب کہ خان بہادر صاحب کے پاس کئی بڑی شاندار کاریں بھی موجود ہیں۔ شاید وہی آپ سے پوچھ سکیں کہ وین گھسیٹتے پھرنے کی ضرورت کیوں پیش آئی"

وہ خاموش ہو گئی۔ تیکھے خد و خال کسی قدر ڈھیلے پڑ گئے تھے کچھ دیر پہلے کی دیدہ دلیری دم توڑتی نظر آ رہی تھی۔

"آپ یہیں تشریف رکھئے محترمہ" عمران دروازے کی طرف بڑھتا ہوا بولا "میں دوسرے کمرے میں جا کر خان بہادر کو فون کروں گا ۔۔۔ نمبر ڈائرکٹری میں دیکھ لوں گا ۔۔۔!"

"ٹھہرو ۔۔۔" وہ ہاتھ اٹھا کر بولی۔

"جلدی کہئے جو کچھ کہنا ہو ۔۔۔ میرے پاس وقت نہیں ہے"

عورت تھوک نگل کر رہ گئی۔

عمران استفہامیہ انداز میں اسے دیکھتا رہا۔

"انہوں نے مجھے ... ب ... بلیک میل کیا تھا" وہ کچھ دیر بعد بولی

"بہت پرانی کہانی ہے" عمران نے لاپروائی سے شانوں کو جنبش دی۔

"پھر مجھے کیا کہنا چاہئے ۔۔۔ تم کیا پوچھنا چاہتے ہو!" عورت جھلا گئی۔

"میں یہ قطعی نہیں جاننا چاہتا کہ تمہیں کس سلسلے میں بلیک میل کیا گیا ہے لیک میلر کا نام اور پتہ بتاؤ ۔۔۔"

"یہی تو میں نہیں جانتی ۔۔۔"

"اچھا اُسی کا نام اور پتہ بتاؤ جس کے سلسلے میں بلیک میل کی جاتی رہی ہو؟"

"کیا مطلب ۔۔۔" اُس نے پھر آنکھیں نکالیں۔

"کسی بوڑھے کی جوان بیوی بھلا کس سلسلے میں بلیک میل کی جا سکتی ہے؟" ران نے بڑے بھولے پن سے پوچھا۔

"بدتمیز ہو تم ۔۔۔" عورت اچھل کر کھڑی ہو گئی۔

عمران کے ہونٹوں پر طنزیہ سی مسکراہٹ تھی اور وہ اس کی آنکھوں میں ے جا رہا تھا۔ آخر کار۔ اس نے کہا "اِسی دل گردے کی ہو تو بلیک میل کیوں ی رہی ہو ۔۔۔"

وہ پھر بیٹھ گئی۔ اَب اُس کی نظریں فرش پر تھیں۔

عمران نے کچھ دیر بعد کہا "یہ ہو سکتا ہے اِس بلیک میلنگ میں اُسی کا ہو جس کے لئے تم بلیک میل کی جا رہی ہو ۔۔۔!"

"ناممکن ہے!" عورت کی زبان سے غیر ارادی طور پر نکلا۔

"کیا عمر ہو گی تمہاری"

"تم سے مطلب" عورت بہت زیادہ جھلا گئی۔

"ستائیس سال ۔۔۔" عمران اُس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا مسکرایا "یہ تین ک خود فریبی کی عمر کہلاتی ہے ۔۔۔ اس لئے اگر تم بھی اپنے یا کسی دوسرے کے ں خوش فہمی میں مبتلا ہو تو یہ حیرت کی بات نہیں ۔۔۔ خیر ۔۔۔ میں تو تم سے نا چاہتا ہوں کیا تم اپنی موجودہ زندگی سے مطمئن ہو ۔۔۔!"

وہ پھر شست نظر آنے لگی — نظریں فرش پر جمی ہوئی تھیں اور چہرے کے آثار چڑھاؤ سے جذباتی کشمکش نمایاں تھی۔

"میرا خیال ہے کہ کوئی بھی شریف النفس انسان خوشی سے وطن دشمنی کو شعار نہیں بنا سکتا — میں تو یہاں تک کہنے کو تیار ہوں کہ بڑے آدمی بھی کسی مجبوری ہی کے تحت اس طرح اپنی روح تک فروخت کر دینے پر آمادہ ہوتے ہوں گے!"

عورت نے دونوں ہاتھوں سے منہ چھپا لیا۔

عمران کہتا رہا "اس بیٹی کو کیا کہو گی جو ماں کی عزت کا سودا کر بیٹھے۔!"

"خاموش رہو — خدا کے لئے خاموش رہو" وہ رو پڑی۔

عمران خاموش ہو گیا اور وہ دونوں ہاتھوں سے منہ چھپائے ہوئے سسکیاں لیتی رہی —

کچھ دیر بعد اس نے اس کی طرف دیکھے بغیر پوچھا "تم کون ہو؟"

"تم خود ہی اندازہ لگاؤ کہ میں کون ہو سکتا ہوں"

"سی۔ آئی۔ ڈی سے تعلق ہے تمہارا —"

"ہو سکتا ہے —"

"پھر اب میرا کیا ہو گا —"

"ہاں یہ مسئلہ قابل غور ہے — سمیعہ رضی .... جیسی محب وطن سوشل ورکر کا مستقبل"

"کیا مجھے کورٹ میں پیش ہونا پڑے گا"

"سبھی کچھ ہو سکتا ہے"

"بچاؤ کی کوئی صورت نہیں"

"ہے کیوں نہیں؟ کیونکہ معاملات ابھی میری ذات سے آگے نہیں بڑھے!"

"تو پھر خدا کے لئے مجھے بچاؤ" وہ گھگھیائی۔

عمران کچھ نہ بولا! خواہ مخواہ ایسی صورت بنائے رہا جیسے کسی الجھن میں پڑ گیا ہو۔!

"بولو — کیا کرو گے تم؟" کچھ دیر بعد عورت نے پوچھا۔

"اگر میں نے تمہیں رہا کر دیا تو تم زندہ نہیں بچو گی — وہ تمہیں ختم کر دیں گے"

"ہو سکتا ہے" وہ خوفزدہ آواز میں بولی۔

"اگر نہ رہا کیا تب بھی تم خسارے ہی میں رہو گی تمہاری گم شدگی خان بہادر صاحب کے ماتھے پر کلنک کا ٹیکہ بن جائے گی"

"یہ بھی درست ہے —" وہ اپنی پیشانی مسلتی ہوئی بولی — "میں کیا کروں؟"

"اگر تم مجھے سب کچھ بتا دو تو میں کوئی تدبیر کرنے کا وعدہ کر سکتا ہوں"

"میں بتا دوں گی — لیکن یقین کرو کہ میں ان میں سے کسی سے بھی واقف نہیں ہوں۔ یہ دوسرا آدمی تھا جس سے مجھے دوبدو ہونا تھا — ورنہ مجھے تو فون پر احکامات ملتے ہیں! میں نے کئی بار ایکس چینج سے بھی پتہ لگانے کی کوشش کی لیکن دوسرے فون کا نمبر مجھے نہیں معلوم ہو سکا"

"ان کے ہتھے کیسے چڑھی تھیں۔؟"

"انہوں نے میرا ایک راز فاش کر دینے کی دھمکی دے کر مجھے اپنا غلام بنایا تھا —"

"اس آدمی کا نام اور پتہ بتاؤ جس سے وہ راز وابستہ ہے"

عورت نے فوری طور پر کوئی جواب نہ دیا اور عمران بھی خاموشی سے جواب کا منتظر رہا۔

تھوڑی دیر بعد وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولی "اُس کا نام سی ایچ طارق ہے۔ یونیورسٹی میں پولیٹیکل سائنس کا لیکچرار ہے ـــ لیکن میں یقین نہیں کر سکتی کہ اس بلیک میلنگ میں اسی کا ہاتھ ہوگا ـــ"

"سب کچھ ممکن ہے"

وہ پھر خاموش ہو گئے! عورت بے حد نروس نظر آ رہی تھی! ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے پل بھر میں اس کی شخصیت ہی بدل گئی ہو۔ تیکھے خد و خال تفکر آمیز اضمحلال میں ڈوب گئے تھے۔

عمران نے تھوڑی دیر بعد پوچھا "وہ تم سے کیا کام لیتے ہیں"

وہ کچھ نہ بولی۔

کچھ دیر اور خاموشی رہی پھر اس نے کہا "مختلف قسم کے کام۔ جو اکثر قطعی بے ربط معلوم ہوتے ہیں! نہ میں اُن کا مقصد سمجھتی ہوں اور نہ انہیں کوئی معنی پہنا سکتی ہوں"

"مثلاً ـــ"

"پچھلے دنوں مجھے حکم ملا تھا کہ میں بہت ہی توانا قسم کے تین چار بلّے مہیا کر کے انہیں ایک مقامی ڈاکٹر کے سپرد کر دوں ـــ"

"ڈاکٹر کا نام اور پتہ ـــ" عمران جیب سے اپنی نوٹ بک نکالتا ہوا بولا

"ڈاکٹر پی۔ کے۔ بھٹناگر ـــ سترہ پرنس لین ـــ"

عمران نے نام اور پتہ نوٹ کیا ـــ چند لمحے کچھ سوچتا رہا پھر بولا "تم اس وقت قیدی کو کہاں لے جاتیں"

"احکامات کے مطابق میں اسے ایک سفارتخانے کی عمارت کی کمپاؤنڈ میں چھوڑ دیتی ـــ"

"اور لاش کا کیا ہوتا ـــ"

میں چھوڑنے والے کو ہدایت دیتی کہ اُسے وہیں کہیں دفن کر دے"

پھر عمران کے استفسار پر اس نے سفارت خانے کی عمارت کا محل وقوع بھی بتایا ـــ عمران سب کچھ نوٹ کرتا جا رہا تھا۔

نوٹ بک بند کر کے اس نے ایک طویل سانس لی اور بولا ـــ "اچھا محترمہ میں فی الحال تمہارا انتظام کئے دیتا ہوں لیکن تم مجھ سے رابطہ قائم رکھو گی اور اُن کے احکامات کی بھی تعمیل کرتی رہو گی ـــ کیا سمجھیں ـــ"

"میں یقین دلاتی ہوں وہی کروں گی جو تم کہو گے"

"تم اپنی وین میں بیہوش پائی جاؤ گی اُسی سڑک پر جو اُس ویران علاقے کی طرف جاتی ہے۔ تمہاری وین کا پچھلا حصّہ تباہ ہو چکا ہو گا ـــ اور تم بحالت بیہوشی اسٹیرنگ پر جھکی ہوئی ہو گی ـــ پولیس باقاعدہ طور پر اس حادثہ کی رپورٹ درج کرے گی۔ میرے آدمی تمہیں بیہوشی کی حالت میں ہسپتال پہنچائیں گے اور ہوش آنے پر تم بیان دو گی کہ کسی گاڑی نے پیچھے سے تمہاری وین میں ٹکر ماری تھی۔ پھر کیا ہوا تھا؟ تمہیں یاد نہیں ـــ اور یہی بیان تم اُن لوگوں کو بھی دو گی جو تمہیں ان معاملات میں الجھائے ہوئے ہیں! تم اُن سے کہو گی کہ اُن کے حکم کی تعمیل کرنے جا رہی تھیں کہ یہ حادثہ پیش آیا اور تم بتائی ہوئی جگہ پر پہنچنے کی بجائے ہسپتال جا پہنچیں!"

"اوہ ـــ یہ ٹھیک ہے ـــ بہت بہت شکریہ ـــ لیکن مجھے بیہوش کیسے کرو گے؟"

"ایک انجکشن کے ذریعہ ـــ لیکن میڈیکل ٹسٹ یہی بتائے گا کہ بیہوشی کی وجہ اچانک دھچکا تھا"

"اوہ ٹھیک ـــ بہت مناسب"

"لیکن تم یونیورسٹی کے لیکچرر سے بھی پہلے ہی کی طرح ملتی رہو گی۔ اُسے کچھ بھی

نہ معلوم ہونے پائے — ویسے کیا اُسے علم ہے کہ کوئی تمہیں بلیک میل کر رہا ہے؟“

”نہیں قطعی نہیں! میں نے اس کا تذکرہ کسی سے بھی نہیں کیا۔“

”اچھا — میں ابھی آیا۔“ عمران اٹھتا ہوا بولا۔

کمرے سے باہر نکل کر اس نے دروازہ کے اس میکنزم کو حرکت دی جو اُسے اس طرح مقفل کر دیتا تھا کہ کسی لاعلم آدمی کی کوششوں سے نہ کھل سکے۔

اب وہ آپریشن روم میں آیا۔ فون پر بلیک زیرو سے رابطہ قائم کر کے صفدر، چوہان اور نعمانی کو طلب کیا۔

پندرہ منٹ کے اندر ہی اندر وہ وہاں پہنچ گئے اور عمران نے انہیں سمجھایا کہ انہیں کیا کرنا ہے... وہ تینوں عمران کو وہاں دیکھ کر متحیر رہ گئے تھے۔

”لیکن جناب — آپ یہاں کیسے آ پہنچے — کیا اس میں ہماری غفلت کو دخل ہے؟“ صفدر نے پوچھا اور عمران نے ہنس کر جواب دیا۔ ”اگر تمہاری غفلت کو دخل ہوتا تو تمہارا گرو ایکس ٹو تمہیں یہاں بھیجنے کی بجائے کسی مویشی خانے کے منشی کے حوالے کر دیتا۔“

”آخر آپ کس طرح نکل آئے — میرا خیال ہے وہاں کچھ نامعلوم آدمی بھی آپ کی نگرانی کر رہے تھے۔“

”اس چکر میں نہ پڑو۔ میں اسے بیہوش کرنے جا رہا ہوں۔ یہاں سے تم اُسے اپنی گاڑی میں لے جانا — نہیں بلکہ یہاں سے جیپ لے جاؤ۔ اور سارجنٹ نعمانی تم اس کی وین ڈرائیو کر کے اس مقام تک لے جاؤ گے... وین کا باڈی ایلومنیم کا ہے۔ جیپ کا ایک ہی دھکا اس کا حلیہ بگاڑ دے گا — اس کے بعد تم بیہوش عورت کو اُس کے اسٹیئرنگ پر ڈال کر... وہاں سے کھسک جانا۔ اور کہیں سے اس علاقہ کے تھانے میں فون کر دینا کہ فلاں جگہ اس قسم کا حادثہ ہوا

ہے... اور تم انہیں جائے حادثہ پر موجود ملو گے۔“

”تو کیا مجھے وہاں سچ مچ موجود رہنا پڑے گا؟“

”ہرگز نہیں — یہ تم اس لئے کہو گے کہ وہ یقین کر لیں اور پہنچنے میں دیر نہ لگائیں۔ اگر فون ہی پر تمہارا نام پوچھیں تو نہایت اطمینان سے شہر کے کسی بھی بڑے آدمی کا نام بتا سکتے ہو —“

انہیں ہدایات دے کر وہ تجربہ گاہ میں آیا۔ کسی سیال سے ایک ہائپوڈرمک سیرنج لوڈ کی اور پھر ساؤنڈ پروف کمرے کی طرف چل پڑا۔ عورت شاید بے چینی سے اس کی منتظر تھی۔ اس نے خوفزدہ نظر سے سیرنج کی طرف دیکھا لیکن کچھ بولی نہیں — چپ چاپ اپنا ہاتھ آگے بڑھا دیا — عمران نے جیکٹ کی آستین اوپر کھسکا کر کلائی ہی میں انجکشن دے دیا — اور دیکھتے ہی دیکھتے وہ حیرت انگیز طور پر بے ہوش ہو گئی —!

*

دوسری صبح عمران دس بجے تک سوتا رہا۔ دانش منزل میں بالکل تنہا تھا۔ صفدر کی رپورٹ کے مطابق سارے کام حسب منشاء ہوئے تھے، اور اس وقت سمیعہ رضی ہسپتال میں تھی۔

وہ بستر سے اُٹھ کر سیدھا آپریشن روم میں آیا تھا۔ اُسے معلوم ہو چکا تھا کہ مجرموں کے ٹرانسمیٹر کس فری کوئنسی پر پیغام رسانی کرتے ہیں۔ اسلئے اب وہ آسانی سے انکے پیغامات سن سکتا تھا — لیکن یہ خیال غلط نکلا — سارا دن اسی کوشش میں صرف ہو گیا۔ لیکن وہ اس فری کوئنسی پر کچھ بھی نہ سن سکا۔ ارادہ تھا کہ

وہ ان پیغامات کو نوٹ کرتا جائے گا اور پھر راجن کی مدد سے ان کے کوڈ ورڈز کے معنی سمجھنے کی کوشش کرے گا — وہ دن بھر سر مارتا رہا! آخر کار شام ہوتے ہوتے اُسے اپنی حماقت کا احساس ہو ہی گیا — بالکل سامنے کی بات تھی لیکن پہلے نہ سوجھی — بھلا وہ محتاط کیوں نہ ہو جاتے جب انہیں زک اٹھانی پڑی تھی — ظاہر ہے کہ کسی کو اُن کے پروگرام کا علم ہو گیا تھا تبھی تو وہ آدمی ان کے ہاتھ نہ آسکا۔ جو نقلی لیفٹیننٹ کو قید سے نجات دلا کر ان کے ایک اڈے تک لگا چلا آیا تھا۔

بائیں بازو کی تکلیف بڑھ گئی تھی۔ لیکن وہ اسپرین کھا کھا کر کسی حد تک درد کی اذیت سے بچتا رہا تھا۔

اندھیرا پھیلتے ہی اُس نے پھر میک اپ کیا اور دانش منزل سے نکل کھڑا ہوا راجن سے ملنا ضروری تھا۔

وہ اُس سے ملا اور اُس آڈیٹر کے متعلق مزید پوچھ گچھ کی جس کے توسط سے وہ ان غیر ملکی ایجنٹوں کے ہتھے چڑھا تھا۔ اس نے بتایا کہ اس کا نام روبن مکرجی ہے۔ ایک دیسی عیسائی۔ سید برادرز امپورٹرز اینڈ ایکسپورٹرز سے متعلق ہے۔ جائے رہائش بھی معلوم کی۔ پھر پوچھا کہ پچھلی رات کے بعد سے اُس پر کیا گذری تھی۔

”صبح مجھ سے کوڈ ورڈز میں پوچھا گیا تھا کہ قیدی اور لاش کا کیا بنا۔ میں نے آپ ہی کے کہے ہوئے الفاظ دُہرائے کہ ایک بوڑھا انہیں لے گیا — اس کے بعد سے ٹرانسمیٹر خاموش ہے۔ مجھے کوئی پیغام نہیں ملا۔“

”وہ ہوشیار ہو گئے ہیں۔“ عمران کچھ سوچتا ہوا بڑبڑایا۔

”وہ عورت کون تھی — اس کا کیا بنا —!“

”پھر بتاؤں گا۔“ عمران اٹھتا ہوا بولا۔ ”بہرحال تم محتاط رہو —!“

وہ پھر شہر آیا۔ لیکن فی الحال آڈیٹر کو چیک کرنا مناسب نہ سمجھا — بہت

احتیاط سے قدم اٹھانا چاہتا تھا۔ اگر آڈیٹر کو ذرا سا بھی شبہ ہو جاتا تو ایسے حالات میں اُن لوگوں کی توجہ یقینی طور پر راجن ہی کی طرف مبذول ہو جاتی۔ انہیں یقین ہو جاتا کہ راجن ہی ٹوٹ گیا ہے اور اس کی وجہ سے ان کی وہ اسکیم ناکامی کی گود میں جا سوئی۔

پھر اس نے سوچا ڈاکٹر پی کے۔ بھٹناگر کو دیکھنا چاہئے جس کے لئے سمیعہ رضی الدین نے تین چار تندرست بلے مہیا کئے تھے۔

اُس نے پرنس لین کے سرے ہی پہ گاڑی روک دی اور نیچے اتر آیا۔ پرنس لین تو ڈاکٹروں ہی کی گلی تھی — لاتعداد تھے۔ مختلف امراض کے ماہر.... اس لئے ڈاکٹر بھٹناگر کو تلاش کر لینا آسان کام نہیں تھا۔

وہ ایک ایک بورڈ پڑھتا پھرا۔

آخر ایک عمارت کی دوسری منزل پہ سراغ ملا۔ ڈاکٹر بھٹناگر اعصابی امراض کا ماہر تھا — عمران کو ویٹنگ روم میں بیٹھنا پڑا جہاں پہلے سے بھی کئی مریض موجود تھے۔ ان میں زیادہ تعداد عورتوں کی تھی۔

تھوڑی تھوڑی دیر بعد ڈاکٹر کی سیکرٹری آتی اور مشورہ کی فیس وصول کر کے باری باری سے مریضوں کو ڈاکٹر کے کمرے میں بھیجتی رہتی —

عمران کی باری بھی آئی اور اسے بھی بطور مشورہ فیس تیس روپے سیکرٹری کے حوالے کرنے پڑے۔

ڈاکٹر بھٹناگر کے حلئے نے خود اسے ہی ایک اعصابی مریض کی حیثیت دے رکھی تھی۔ دُبلا پتلا آدمی تھا۔ آنکھیں اندر کو دھنسی ہوئی تھیں۔ مضطربانہ انداز میں گفتگو کرتا اور گفتگو کے دوران میں میز پر رکھی ہوئی چیزوں کی جگہیں بدلتا رہتا — بالکل ایسا معلوم ہوتا جیسے مخاطب سے اُکتایا ہوا ہو اور چاہتا ہے کہ وہ کسی طرح

جلدی سے دفع ہو جائے۔ دوران گفتگو میں ہکلاتا بھی تھا۔

"مگ کیا تکلیف ہے آپ کو—"

"بج جناب—" عمران نے بھی کسی اعصاب زدہ سے آدمی کی اداکاری شروع کی۔ "مگ کیا بتاؤں—رات کو کوئی خواب دیکھتا ہوں... اور صبح کو اس کی تفصیلات یاد کرنے کی کوشش کرتا ہوں تو جسم بُری طرح کانپنے لگتا ہے..... ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے ہاتھ پیروں کی جان نکل گئی ہو... غشی سی طاری ہونے لگتی ہے—"

"خواب کس قسم کے دیکھتے ہو—"

"سس سانپ—سانپ بہت نظر آتے ہیں۔"

"شادی ہوئی ہے؟"

"نن نہیں جناب۔"

"شادی کر ڈالو—"

"مم—میں علاج کرانے آیا ہوں جناب۔" عمران نے ناخوشگوار لہجے میں کہا۔

"شادی ہی علاج ہے تمہارا—ویسے میں ایک انجکشن لکھے دیتا ہوں... ہر تیسرے دن لیتے رہنا.. چھ انجکشن لینے کے بعد پھر ملنا۔ لیکن شادی زیادہ مناسب ہے۔"

"اچھی زبردستی ہے۔" عمران بگڑ گیا۔ "میں نہیں کرنا چاہتا شادی۔"

"آپ کریں یا نہ کریں لیکن شافی علاج یہی ہے۔"

"آپ میرے قومی جذبات کو ٹھیس پہنچا رہے ہیں!" عمران اور زیادہ مشتعل نظر آنے لگا۔

"قومی جذبات۔" ڈاکٹر بھٹناگر کے لہجے میں حیرت تھی۔

"ہمارے قبیلے میں شادی بیاہ کا رواج نہیں ہے۔"

"اُف فوہ!" ڈاکٹر بھٹناگر حیرت سے آنکھیں پھاڑ کر بولا۔ "تب تو پورے قبیلے کی شادی؟"

"بہت ہو چکا۔" عمران اچھل کر کھڑا ہو گیا اور جیب سے ریوالور نکال کر بجلی کی سی سرعت کے ساتھ اس کے پہلو میں پہنچ کر ریوالور کی نال بائیں پسلی سے لگا دی اور پھر آہستہ سے بولا۔ "میں بھری پُری سڑک پر بھی کسی کو گولی مار سکتا ہوں چپ چاپ اٹھو اور میرے ساتھ چلو—"

"مگ—کیا مطلب۔"

"خاموش—" عمران نے ریوالور سے پسلی پر دباؤ ڈالتے ہوئے کہا۔ "آواز نہ نکلے۔ اٹھو اور چپ چاپ چلو میرے ساتھ۔"

"کہاں!"

"جہاں میں لے جاؤں! اگر تم نے ذرہ برابر بھی کوئی حرکت کی تو جہنم میں پہنچ جاؤ گے۔"

ڈاکٹر بُری طرح نروس ہو گیا تھا! چپ چاپ اٹھا اور عمران کے ساتھ چلنے لگا۔ اب عمران نے ریوالور کوٹ کی داہنی جانب والی جیب میں ڈال لیا تھا اور اس کی نال اس کے پہلو سے بھڑائے ہوئے چل رہا تھا—

وہ ویٹنگ روم کے سامنے سے گذرتے ہوئے زینوں تک آئے۔ اسی طرح سڑک پر بھی پہنچ گئے۔ لیکن ابھی گلی کے سرے تک اسی طرح جانا تھا کیونکہ عمران نے کار وہیں چھوڑی تھی—!

یہ سب کچھ اچانک ہوا تھا۔ عمران اس ارادے سے قطعی نہیں آیا تھا کہ یہ سب کچھ کر گذرے گا۔ خیال تھا کہ ڈاکٹر بھٹناگر کو صرف ایک نظر دیکھ لینے کے بعد اُس

کی نگرانی کرائے گا۔ لیکن پھر اچانک اسکیم بدل دی — کیوں نہ ان لوگوں میں ہراس پھیلایا جائے اس طرح وہ بوکھلا کر آسانی سے بے نقاب ہو جائیں گے۔

بہرحال اب اس کا ذہن تیزی سے دوسرے پلاٹ بھی مرتب کرتا جا رہا تھا۔

وہ اسے دانش منزل لایا اور ساؤنڈ پروف کمرے میں بند کر کے پھر نکل کھڑا ہوا — اس وقت وہ بالکل کسی بھوکے بھیڑیئے سے مشابہ نظر آ رہا تھا۔

اب اُسے بید برادرز کے آڈیٹر روبن مکرجی کی تلاش تھی۔ پہلے اُس نے سوچا تھا کہ اس کی بھی نگرانی کرائے گا لیکن اب تو اسکیم بدل ہی گئی تھی۔

روبن کے گھر پر معلوم ہوا کہ وہ برج کلب میں ملے گا — وہاں پہنچا تو سوچنے لگا کہ اسے پہچانے گا کیونکر۔ . . بہرحال وہ اندر چلا ہی آیا — یہ کہنے کو تو برج کلب تھا لیکن حقیقتاً یہاں اعلیٰ پیمانے پر جوا ہوتا تھا۔ ساری ہی میزیں بھری نظر آئیں — یہاں ہوتا تو برج ہی تھا لیکن بعض لوگ سینکڑوں روپے پوائنٹ کا سمجھوتہ کر کے کھیلنے بیٹھتے تھے۔ اور ہار جیت کا حساب کتاب بعد میں ہو جاتا تھا اس طرح وہ قانون کی گرفت میں بھی نہیں آتے تھے اور قمار بازی کے شوق کی تکمیل بھی ہو جاتی تھی — لیکن یہ سب کچھ کلب کے منتظمین کے علم میں ہوتا تھا۔

عمران نے پہلے میزوں پر نظر ڈالی اور پھر منیجر کے کمرے کی طرف چل پڑا — روبن مکرجی کے پڑوسیوں سے اس نے اس کے متعلق بہت سی معلومات حاصل کر لی تھیں۔

وہ بوکھلائے ہوئے انداز میں منیجر کے کمرے میں داخل ہو کر اُس سے بولا۔

"براہ کرم مسٹر روبن مکرجی کو جلدی سے بلا دیجئے"

"کیوں؟ خیریت" منیجر نے اُسے گھورتے ہوئے کہا۔

"اُن کے گھر سے بُری خبر لایا ہوں۔ جلدی کیجئے"

اور منیجر خود ہی اُسے بلانے دوڑا گیا۔

کچھ دیر بعد روبن مکرجی نظر آیا اور عمران کو آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر گھورنے لگا۔

"فعت فرمائیے"

"آپ ہی مسٹر روبن ہیں —"

"جی ہاں کہئے"

"آپ کا چھوٹا بچہ جیون زینے سے گر کر زخمی ہو گیا ہے۔ غالباً کلائی کی ہڈی ٹوٹ گئی ہے۔ بیہوش پڑا ہے۔ میں آپ کے پڑوسی مسٹر خان سے ملنے گیا تھا انہوں نے مجھ سے کہا کہ آپ کو اطلاع کر دوں — آپ کی مسز وہاں فون کرنے آئی تھیں۔ لیکن ان کی لائن خراب ہے۔ کیا آپ میرے ساتھ چلیں گے۔ گاڑی ہے!"

"اُوہ — بہت بہت شکریہ جناب۔ ضرور چلوں گا!" روبن نے کہا اور عمران کے بڑھنے سے قبل خود ہی دروازے کی طرف بڑھ گیا —

"میں بے حد شکر گزار ہوں جناب" اُس نے عمران کے ساتھ کار میں بیٹھتے ہوئے کہا "جیون بیحد شریر ہے — لیکن کیا کہا جائے اِن عورتوں کو . . . . . ذرہ برابر بھی پروا نہیں رہ جاتی بچوں کی اگر کوئی جاسوسی ناول ہاتھ آ جائے۔ میرا بس چلے تو سارے جاسوسی ناول نویسوں کو گولی سے اُڑا دوں۔ اور میری بیوی — خدا اس سے سمجھے۔ جاسوسی ناول سنبھالا اور اُسی میں ڈوب گئی۔ بچے چاروں طرف سے گھیرے کھڑے ہیں — ممی کھانا کھاؤں گا — ممی، کمانن نے مجھے تھپڑ مار دیا۔ اے ممی میں سونے کی بالیاں لوں گی . . . وہ کان پھاڑے رہے ہیں اور آپ ہیں کہ کتاب پر سے نظر ہٹائے بغیر اُوں اُوں کئے جا رہی ہیں زیادہ کسی نے بات بڑھائی تو بندریوں کی طرح دانت پیس کر دوچار ہاتھ جڑ دیئے

اور پھر وہی کتاب — خدا غارت کرے —!"

"جی ہاں —" عمران انجن اسٹارٹ کرتا ہوا سر ہلا کر بولا "جی ہاں۔ میں تو کہتا ہوں چاہے بال بچوں کی شادی کر دے مگر خود شادی کبھی نہ کرے۔"

"جی — کیا فرمایا —!" روبن کے لہجے میں حیرت تھی —

"مطلب یہ کہ سرے سے شادی کرنی ہی نہ چاہیئے۔"

"نہیں جناب ضرور کرنی چاہیئے — لیکن ذرا دیکھ بھال کر — پہلے ہی معلوم کر لینا چاہیئے کہ ہونیوالی بیوی جاسوسی ناولوں کی شوقین تو نہیں ہے۔"

"چلئے یہی سہی" عمران سر ہلا کر بولا "اور پھر بالکل خاموش ہوگیا۔ روبن ہی اپنی بیوی کی زندگی کے مختلف پہلوؤں پر تلخ انداز میں روشنی ڈالتا رہا۔ پھر کچھ دیر بعد چونک کر بولا "یہ آپ کدھر جا رہے ہیں۔"

"گھر پر سب خیریت ہے۔" عمران نے آہستہ سے کہا "وہاں پھر میں اور کیا کہتا جب کہ تمہارے لئے بالکل اجنبی ہوں — ویسے اس وقت تمہارا راجن چودھری کے پاس پہنچنا بہت ضروری ہے — مجھے یہی حکم ملا ہے۔"

"اوہ —" روبن نے ہونٹ بھینچ لئے۔

اور پھر عمران اُسے بھی سیدھا دانش منزل لیتا چلا آیا — اور اُسے بھی دھکا دیا ساؤنڈ پروف کرے میں — اور پھر چل پڑا تیسرے آدمی کی تلاش میں۔ یہ پروفیسر طارق تھا جس کا پتہ وہ بیگم سمیعہ رضی الدین سے معلوم کر چکا تھا — اس بار روانہ ہونے سے قبل اس نے بلیک زیرو کو فون کر کے دانش منزل پہنچنے کی ہدایت کر دی تھی اور اسے بتا دیا تھا کہ ساؤنڈ پروف کرے میں دو قیدی ہیں جنہیں اس کی عدم موجودگی میں نہ چھیڑا جائے۔

طارق کے متعلق پوچھ گچھ کرنے پر معلوم ہوا کہ وہ اسوقت یونیورسٹی کی ڈیلیگیسی

میں ٹیبل ٹینس کھیل رہا ہوگا —!

طارق عمران کے لئے اجنبی نہیں تھا۔ اُسے سینکڑوں بار دیکھ چکا تھا۔ ہو سکتا ہے وہ خود اسے نہ جانتا رہا ہو — کافی وجیہہ اور تندرست آدمی تھا۔ عمر پچیس اور تیس کے درمیان رہی ہوگی —

عمران نے ٹیبل کے قریب کھڑے ہو کر ہانک لگائی "پروفیسر طارق کون صاحب ہیں۔"

دونوں کھلاڑیوں کے ہاتھ رک گئے اور طارق نے متحیرانہ لہجے میں کہا۔

"فرمایئے؟"

"آپ ہی ہیں —"

"جی ہاں۔"

"ذرا الگ چلئے —"

اُس نے اپنے پارٹنر کی طرف دیکھا — اور پھر عمران کی طرف دیکھ کر بولا "چلئے!"

وہ دونوں برآمدے میں آئے اور عمران نے کسی تمہید کے بغیر کہا "آپ کو بیگم سمیعہ رضی الدین نے بلایا ہے۔"

"کہاں؟" اُس نے حیرت سے پوچھا۔

"سول ہسپتال میں۔ کیا آپ کو اس حادثے کی اطلاع نہیں ملی۔ شام کا کوئی اخبار تو دیکھا ہی ہوگا آپ نے —"

"نہیں آج نہیں دیکھ سکا — کیا بات ہے۔"

"پچھلی رات کسی گاڑی کی ٹکر سے ان کی وین کا پچھلا حصہ تباہ ہوگیا۔ وہ خود ہی ڈرائیو کر رہی تھیں۔ شاک سے بیہوش ہوگئیں — خدا کا شکر ہے کہ چوٹیں تو نہیں آئیں۔ لیکن ڈاکٹروں نے کچھ دن آرام کرنے کا مشورہ دیا ہے — وہ پرائیویٹ وارڈ

ہیں ہیں — آپ میرے ساتھ ہی چل رہے ہیں — گاڑی موجود ہے!"

"جی ہاں چلوں گا — ٹھہریئے میں ابھی آیا۔"

وہ چلا گیا — اور عمران جیب سے چیونگم کا پیکٹ نکال کر اُس سے شغل کرنے لگا۔

طارق کوٹ اور فلیٹ ہیٹ پہن کر باہر آیا اور اُس کے ساتھ کار میں بیٹھ گیا۔ کار چل پڑی۔

کچھ دیر بعد اُس نے عمران سے پوچھا "آپ کی تعریف؟"

"میں بھی اُن کے مداحوں میں سے ہوں۔"

"کیا مطلب —"

"اور کچھ نہ سمجھے گا" عمران ہنس کر بولا "اُن کے سوشل ورک کی طرف اشارہ تھا — !"

"اور کیا سمجھوں گا" طارق نے غصیلے لہجے میں پوچھا۔

"خدا جانے — بات دراصل یہ ہے کہ میں پہلے بولتا ہوں پھر اس پر غور کرتا ہوں پچھلے دنوں اسی بات پر پٹتے پٹتے بچا تھا۔ میرے پڑوس میں ایک خاں صاحب رہتے ہیں۔ ایک جگہ اپنے گھر کی خواتین کی پردہ نشینی کے آداب کی تعریف کر رہے تھے چونکہ میں خواہ مخواہ ہاں میں ہاں ملانے کا بھی عادی ہوں — اس لئے بول پڑا۔ اجی کیا پوچھتے ہیں آپ کی خواتین کے۔ ابھی پچھلے ہی دنوں آپ کی بڑی صاحبزادی کسی کام سے کہیں باہر جا رہی تھیں۔ میں نے لاکھ سیٹیاں بجائیں، خوب آوازے کسے مگر کیا مجال جو اُس نیک بی بی نے نقاب ہٹا کر دیکھا ہو — کہنے کو تو کہہ گیا لیکن پوری بات اس وقت سمجھ میں آئی جب خاں صاحب نے میرا گریبان پکڑ کر جھٹکا دیا۔ بس ستارے ہی اچھے تھے جناب کہ چند فرشتوں نے بیچ بچاؤ کرا دیا تھا۔ ورنہ

— ارے باپ رے۔"

"آپ بیہودہ ہونے کے باوجود بھی دلچسپ آدمی معلوم ہوتے ہیں!" طارق نے تلخ لہجے میں کہا۔

"جی ہاں — بالکل بالکل" عمران سر ہلا کر بولا۔

اِسی طرح وہ اُسے باتوں میں الجھائے ہوئے "دانش منزل" تک لایا۔

اور جب کمپاؤنڈ میں گاڑی رکی تو وہ چونک کر بولا "لیکن یہ سول ہسپتال تو نہیں ہے۔"

"نہیں ہے تو اب بن جائے گا!" عمران نے ریوالور نکال کر اُس کی کمر سے لگاتے ہوئے کہا "چپ چاپ نیچے اُتر چلو۔"

"لک — کیا مطلب؟" طارق ہکلایا۔

"اُترو —" وہ اُسے ریوالور سے دھکیلتا ہوا بولا۔

طارق دروازہ کھول کر چپ چاپ نیچے اتر گیا۔ عمران اسے بھی کور کئے ہوئے اسی دروازے سے نیچے اُتر آیا۔

★

پروفیسر طارق کو بھی ساؤنڈ پروف کمرے میں دھکیل دیا گیا۔

عمران اندر نہیں گیا۔ بلیک زیرو عمارت میں موجود تھا اُس نے عمران کو بتایا کہ ان کے دونوں قیدی ایک دوسرے کے لئے اجنبی معلوم ہوتے ہیں۔

"میں نے آپریشن روم میں ڈکٹا فون پہ دونوں کی گفتگو سنی تھی" بلیک زیرو نے کہا "وہ دونوں ہی ایک دوسرے سے پوچھ رہے تھے کہ وہ کون ہیں اور یہاں

کس طرح آ پھنسے ـــــ!"

"اب اس تیسرے کو بھی دیکھو ـــــ" عمران نے بلیک زیرو کو کہا اور پھر آپریشن روم کی طرف چلا گیا۔

عمران برآمدے ہی میں ٹہلتا رہا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ کس طرح ان سے گفتگو کا آغاز کرے۔ ضروری نہیں کہ وہ سب کچھ اگل ہی دیں ـــــ اگر اپنی لاعلمی ظاہر کرنے پر اڑ گئے تو وہ راجن اور سمیعہ رضی کو باقاعدہ گواہ بنائے بغیر ان کے خلاف کچھ بھی نہ ثابت کر سکے گا ـــــ اصل مسئلہ تو سرگروہ پر ہاتھ ڈالنے کا تھا اور یہ ضروری نہیں تھا کہ یہ تینوں یا ان میں سے کوئی اُس سے واقف ہی ہوتا ـــــ لہٰذا کھل کر کوئی کارروائی کرنے میں خدشہ تھا کہ وہ اور زیادہ ہوشیار ہو جاتا۔"

کچھ دیر بعد بلیک زیرو نے اطلاع دی کہ تیسرا آدمی یعنی پروفیسر طارق بھی اُن سے واقف نہیں معلوم ہوتا اور وہ بھی اُن دونوں کیلئے اجنبی ہے!

"اب انہیں ایک ایک کر کے کمرہ نمبر پانچ میں لاؤ۔ دیکھ لینا اُن میں سے کوئی مسلح تو نہیں ہے۔"

پھر تھوڑی دیر بعد وہ بھی اسی کمرے میں پہنچ گیا ـــــ پروفیسر طارق سامنے بیٹھا پیچ و تاب کھا رہا تھا اور بلیک زیرو دروازے پر اس طرح جما کھڑا تھا جیسے بھاگنے کی کوشش کرنے والے کو قتل تک کر دینے سے دریغ نہ کرے گا۔!

عمران کو دیکھ کر پروفیسر طارق کے غصے میں اضافہ ہو گیا۔ چیخ کر بولا "یہ کیا بیہودگی ہے ـــــ اس کا مقصد ـــــ!"

جواب عمران نے ہاتھ سے دیا۔۔ گھونسہ بائیں جبڑے پر پڑا تھا۔ طارق کرسی سے فرش پر الٹ گیا ـــــ پھر اسی انداز میں دوبارہ اٹھا تھا۔

جیسے عمران کا گلا ہی گھونٹ دے گا۔!

بلیک زیرو درمیان میں آ گیا ـــــ شاید اُس نے یہی سوچا ہوگا کہ عمران کا بایاں بازو زخمی ہے۔۔۔ پروفیسر طارق اُسی پر جھپٹ پڑا ـــــ لیکن منہ کی کھائی بلیک زیرو جو اس کے لئے پہلے سے تیار تھا اُسے فرش پر گرا کر چڑھ بیٹھا ـــــ اور دو تین مکے گدی پر جمائے ـــــ!

طارق بے بسی سے چیخا "کیا تم لوگ پاگل ہو گئے ہو ـــــ!"

"چھوڑ دو!" عمران نے بلیک زیرو سے کہا۔

بلیک زیرو اُسے چھوڑ کر ہٹ گیا۔ اور عمران اُسے گریبان سے پکڑ کر اٹھاتا ہوا بولا "تمہیں کس نے مشورہ دیا تھا کہ سمیعہ کو اپنے ہی سلسلے میں بلیک میل کرو۔"

"اُوہ ـــــ!" طارق ہونٹ بھینچ کر رہ گیا۔ پھر جھک کر خون تھوکنے لگا۔ س کا نچلا ہونٹ پھٹ گیا تھا۔

"بتانا پڑے گا" عمران سانپ کی طرح پھپھکارا "ورنہ اتنا ماروں گا ہ مر جاؤ گے اور تمہیں کہیں کمپاؤنڈ میں دفن کرا دوں گا۔"

"تت ـــــ تم ـــــ ایسا نہیں کر سکتے!" وہ منہ پر ہاتھ رکھ کر خوفزدہ ندازمیں بولا۔

"بتاؤں!" عمران پھر جھپٹا۔

"ٹھہرو ـــــ!" اس نے اسے روکنے کے لئے دونوں ہاتھ آگے پھیلا دیئے "میں زیادہ دیر انتظار نہیں کر سکوں گا ـــــ"

"مم ـــــ میں نے اسے بلیک میل کیا تھا۔!"

"کس کے اشارے پر ـــــ!"

"میں نہیں جانتا!" وہ سسکی لے کر بولا "مجھے ڈاک سے ایک تصویر

ملی تھی جو ہم ہی دونوں کی تھی۔ قابلِ اعتراض حالت میں۔ تصویر بھیجنے والے نے لکھا تھا کہ اگر یہ تصویر خان بہادر کے ہاتھ لگ جائے تو وہ تمہیں قتل کرا دے گا۔ یونیورسٹی کے ذمہ داروں کو بھیج دی جائے تو تمہیں ملازمت سے ہاتھ دھونے پڑیں گے۔ لہٰذا عقلمندی یہی ہوگی کہ جو کچھ کہا جائے کرو — اور پھر اُس نے لکھا تھا کہ میں خود اُسے بلیک میل کروں — مجبوراً کرنا پڑا یقین کرو — میں نہیں جانتا کہ وہ کون ہے —"

"خط موجود ہے اُس کا —"

"ہے لیکن — بیکار — کیونکہ انگریزی میں ٹائپ کیا گیا ہے۔ نیچے کسی کے دستخط بھی نہیں ہیں!"

"پھر بھی تم نے انہیں محفوظ کر رکھا ہے یا نہیں؟"

"نہیں — ہمیشہ تلف کر دیتا ہوں۔ چونکہ اب احساس ہوا ہے کہ میں کسی غیر ملکی ایجنٹ کے پھندے میں پڑ گیا ہوں۔ اس لئے کوئی ایسی چیز بطور ثبوت اپنے پاس نہیں رکھ سکتا جو میری گردن پھنسانے کا باعث بنے۔"

"یہ تم کس بنا پر کہہ رہے ہو کہ وہ کوئی غیر ملکی ایجنٹ ہے؟"

"پچھلے دنوں اُس نے ایک خاص مسئلے پر مجھے طلبا میں بے چینی پھیلانے پر مجبور کیا تھا۔"

"اوہ —" عمران کسی سوچ میں پڑ گیا۔ پھر تھوڑی دیر بعد اُس نے بلیک زیرو سے کہا۔ "اِسے لے جاؤ — دوسرے کو لاؤ۔"

"آپ کون ہیں؟" طارق نے بھرّائی ہوئی آواز میں پوچھا۔ لیکن عمران نے جواب دینے کی بجائے ہاتھ ہلا کر جانے کا اشارہ کیا۔ بلیک زیرو اسے کمرے سے باہر دھکیل لے گیا۔

کچھ دیر بعد وہ ڈاکٹر کو لایا جو بالکل کسی ایسے اُلو کی طرح آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر پلکیں جھپکا رہا تھا جیسے روشنی میں پکڑ لایا گیا ہو —!

"تم — پاگل ہو! خطرناک قسم کے پاگل!" وہ عمران کی طرف انگلی اٹھا کر بولا۔ "اس طرح علاج ہرگز نہیں ہو سکے گا — اپنے والدین کو بھیجو میرے پاس۔!"

"ضرور بھیجوں گا۔" عمران سر ہلا کر بولا۔

"صرف تیس روپے میں مجھے یہاں گھسیٹ لائے۔ گھر پر جانے کی پچاس روپے فیس ہوتی ہے۔ کل بقیہ بیس سیکرٹری کو دے دینا۔"

"بہت اچھا۔" عمران نے سعادت مندانہ انداز میں کہا اور بلیک زیرو سے بولا۔ "ڈاکٹر صاحب کے لئے چائے لاؤ۔"

"نہیں میں چائے نہیں پیتا —" ڈاکٹر بھٹناگر نے ہاتھ ہلا کر کہا۔ "مجھے جلد جانا چاہئے۔ کئی مریض منتظر ہوں گے۔"

"جی بہلانے کے لئے دو چار چھا دری قسم کے بلے بھی لیتے جانا۔"

"کیا مطلب —!" ڈاکٹر بھٹناگر چونک کر اسے گھورنے لگا۔

"کچھ دن پہلے کوئی عورت تمہیں چند بلے دے گئی تھی۔"

"یار تم بالکل پاگل معلوم ہوتے ہو۔ کیسی الٹی سیدھی باتیں کر رہے ہو۔ مجھے جانے دو۔"

"بیٹھ جاؤ!" عمران کرسی کی طرف اشارہ کر کے غرایا۔

"نہیں بیٹھوں گا — ہاں ... کیا سمجھا ہے تم نے —!"

عمران نے اس کا شانہ دبوچ کر زبردستی بٹھا دیا اور بولا۔ "تم نے اس آدمی کو دیکھا ہی ہوگا جسے ابھی اس کے کمرے میں لے جایا گیا ہے اُس کے ہونٹ پھٹ گئے تھے — خون بہہ رہا تھا۔ تم ڈیڑھ پسلی کے آدمی ہو ... اس لئے

محتاط رہنا چاہتا ہوں!"

"کیا مطلب۔ یعنی کہ... یعنی کہ — !"

"بلوں پر تم نے کیا عمل کیا تھا؟"

ڈاکٹر بھنّا گیا مگر کچھ نہ بولا۔ خاموشی سے عمران کو گھورتا رہا! البتہ اس کا سینہ دھونکنی کی طرح پھولنے اور پچکنے لگا تھا۔

تھوڑی دیر تک خاموشی رہی اور عمران چھت کا جائزہ لیتا رہا پھر بلیک زیرو سے بولا۔ "اسے چھت سے اُلٹا لٹکا دو — مار پیٹ میں اپنا ہی خسارہ ہے۔ اگر مرگیا تو خواہ مخواہ اس کی ارتھی بھی پھونکنا پڑے گی۔"

"ٹک — کیا کر رہے ہو تم لوگ — !"

"جو کچھ بھی کر رہے ہیں۔ اچھا کر رہے ہیں۔ ویسے اگر تم سچ سچ بتا دو تو مار پیٹ سے بچ جاؤ گے۔"

"کیا بتا دوں؟"

"تم نے ان بلوں کا کیا کیا تھا جو تمہیں اس عورت سے ملے تھے؟"

"م م۔ میں نے انہیں ایک دوسرے آدمی کے حوالے کر دیا تھا۔"

"یونہی؟" عمران اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔

"ن نہیں — م — میں نے اُن کے ناخنوں کو زہریلا بنایا تھا اور انہیں ایسے انجکشن دیئے تھے جو ان میں جنسی تحریک پیدا کر سکیں۔"

"زہر کی نوعیت کیا تھی — کیا وہ جان لیوا ثابت ہو سکتا تھا؟"

"صص۔ صرف... ایک بلے کے ناخن مہلک قسم کے زہر میں ڈبوئے گئے تھے اور بقیہ پر ایسے زہر کا پینٹ تھا جو گہری بیہوشی طاری کرتا ہے اور ہوش آنے پر ایسی نقاہت محسوس ہوتی ہے جیسے برسوں سے بیمار رہا ہو — ل — لیکن تم

کون ہو — ؟"

"کیا تمہیں نہیں معلوم ہو سکا کہ اُن بلوں نے شہر میں کیسی اُدھم مچائی تھی — !"

"میں نے اِس سلسلے میں کچھ بھی نہیں سنا — !"

"خیر — اور کیا کام لیا جاتا ہے — تم سے... میرا خیال ہے کہ تم زہروں کے بھی ماہر ہو!"

"یہ درست ہے... زہر میرا مخصوص موضوع رہے ہیں —"

"سوئیوں کو بھی زہر آلود کر سکتے ہو — !"

"ہاں میں نے کچھ سوئیاں زہر آلود کی تھیں۔"

"مہلک تھے؟" عمران نے پوچھا۔

"کچھ مہلک تھے اور کچھ صرف بیہوشی طاری کرنے والے۔"

"وہ کس کے لئے تھیں —"

"کاش میں اسے جانتا ہوتا — !" ڈاکٹر بھرائی ہوئی آواز میں بولا —

"کیوں؟" عمران نے آنکھیں نکال کر کہا۔ "اب جھوٹ بولو گے!"

"نہیں میں جھوٹ نہیں بولوں گا۔" ڈاکٹر کا لہجہ ناخوشگوار تھا۔ "یہ حقیقت ہے کہ میں اسے نہیں جانتا — کاش میں جانتا ہوتا... کاش میں —"

"لیکن تم اُس کے لئے ایسے کام کیوں انجام دے رہے ہو۔ صورت سے تو بہت شریف آدمی معلوم ہوتے ہو!"

"وہ کوئی بلیک میلر ہے — مجھے بلیک میل کر رہا ہے۔ پہلے ایک خط کے ذریعہ مجھے میری بعض کمزوریوں سے آگاہ کیا گیا تھا۔ اس کے بعد سے بذریعہ فون بلیک میلنگ کا سلسلہ شروع کر دیا گیا — !"

“اور کس قسم کے کام لئے جاتے رہے ہیں تم سے۔!”

“بس ابھی تک مختلف قسم کی زہر آلود چیزیں تیار کرائی گئی ہیں۔ لیکن میں ان کے مقصد یا استعمال سے ناواقف ہوں۔”

“شکریہ ڈاکٹر۔ تمہیں چند دن میرا مہمان رہنا پڑے گا۔”

“کیوں؟ — یہ ناممکن ہے۔!”

“تم سمجھتے نہیں۔ وہ بلیک میلر ایک غیر ملکی ایجنٹ ہے اور کسی ملک کے لئے جاسوسی کر رہا ہے۔”

“اوہ —” ڈاکٹر حیرت سے آنکھیں پھاڑ کر رہ گیا۔

“تم اچھے آدمی معلوم ہوتے ہو اس لئے تمہیں آرام سے رکھا جائے گا۔ اگر تمہیں چھوڑ دیا گیا تو اسے گرفتار کرنے میں دشواری ہوگی —”

“اگر یہ بات ہے تو مجھے کوئی اعتراض نہیں — کیا تم محکمۂ سراغرسانی سے تعلق رکھتے ہو!”

“ہاں یہی سمجھ لو —!”

“لیکن کیا یہ ممکن ہے کہ میرے ان جرائم کی پردہ پوشی ہو سکے جن کے سلسلے میں بلیک میل ہوتا رہا ہوں۔ ویسے میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ میں اسٹیٹ کا مجرم نہیں ہوں۔”

“میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ تمہیں عدالت میں نہیں پیش ہونا پڑے گا!”

“شکریہ —”

عمران نے بلیک زیرو سے کہا “کمرہ نمبر گیارہ میں ڈاکٹر کے سونے کا انتظام کر دو۔ اور انہوں نے ابھی رات کا کھانا بھی نہ کھایا ہوگا — پھر تیسرے کو بھی لاؤ —”

بلیک زیرو ڈاکٹر کو لے گیا اور پھر تھوڑی دیر بعد روبن مکرجی کے ساتھ واپس آیا جو بہت زیادہ برافروختہ نظر آ رہا تھا۔

“یہ کیا بیہودگی ہے — مجھے معلوم ہو چکا ہے کہ تم کسی غیر ملکی ایجنٹ کے متعلق پوچھ گچھ کر رہے ہو” اس نے چیخ کر کہا۔

“یہ غلط نہیں ہے” عمران نے آہستہ سے جواب دیا۔

“لیکن مجھے کیوں اس طرح پکڑا گیا ہے؟”

“اس لئے کہ تم بھی اس کے بارے میں کچھ نہ کچھ ضرور بتا سکو گے۔”

“زبردستی —”

“ہاں خوشی سے نہیں بتاؤ گے تو زبردستی ہی کرنی پڑے گی۔”

“میں کسی غیر ملکی ایجنٹ کے متعلق نہیں جانتا۔”

“پھر تم راجن کے نام پر چپ چاپ چلے کیوں آئے تھے۔”

“میں کسی راجن کو نہیں جانتا — تم نے کہا تھا کہ میرے بچے کا ہاتھ ٹوٹ گیا ہے۔”

عمران نے کچھ کہنے کی بجائے الٹا ہاتھ اس کے منہ پر رسید کر دیا۔ اور وہ لڑکھڑاتا ہوا دیوار سے جا ٹکرایا — دوسری طرف بلیک زیرو اس کے جوابی حملے کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہو گیا۔

لیکن خلاف توقع وہ دیوار سے ٹکا ہوا ہانپتا ہی رہ گیا۔ مضبوط ہاتھ پیر کا آدمی تھا اس لئے یہی سوچا جا سکتا تھا کہ تھپڑ کھانے کے بعد وہ عمران سے لپٹ پڑے گا۔

“بتاؤ — تم کس کے لئے کام کر رہے ہو —” عمران غرایا۔

“میں نہیں سمجھ سکتا۔”

"شٹ اپ — دوسرے آدمی کی حالت دیکھ چکے ہو — میں بڑی بیدردی سے مارتا ہوں۔ یہ سوچے بغیر کہ پٹنے والا زندہ رہے گا یا مر جائے گا۔"

"میں کچھ نہیں جانتا۔"

"تم نے اپنی فرم کے کیشیئر راجن چودھری کو کیوں بلیک میل کیا تھا!"

"یہ بکواس ہے۔ میں نے تو ایک مصیبت سے اُسے نجات دلائی تھی اگر تم اُس راجن کی بات کر رہے ہو۔!"

"پچاس ہزار کا غبن — کیوں؟" عمران اُس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا —

"ہاں — !"

"لیکن وہ شاید تمہاری ریاضی کا ایک شعبدہ تھی۔"

"یہ غلط ہے۔"

"بالکل درست ہے۔ کیا تم راجن کے بیان کو جھٹلا سکو گے۔!"

"کوئی بھی کسی کے خلاف الزام تراشی کر سکتا ہے۔!"

"لیکن یہ الزام تراشی نہیں ہے۔ تم نے جس ڈھرے پر اُسے لگایا تھا آج بھی اسی سے لگا ہوا ہے۔"

"میں نہیں جانتا کہ تم کس ڈھرے کا ذکر کر رہے ہو۔"

"یہ یوں نہیں اُگلے گا —" عمران نے بلیک زیرو سے کہا "آگ میں لوہے کی سلاخ تپاؤ —"

"تم ایسا نہیں کر سکتے۔" روبن مکرجی چیخا۔

"مجھے کون روکے گا۔؟"

"تم جو کچھ بھی کر رہے ہو — خلاف قانون ہے۔"

"تمہیں ہمارے قوانین سے کیا سروکار جب کہ ملک ہی سے غداری کر رہے ہو۔!"

"یہ جھوٹ ہے — اِسے ثابت نہیں کیا جا سکتا۔"

"ثابت کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ اتنا ہی کافی ہے کہ میں تمہیں غدار اور بعض غیر ملکی ایجنٹوں کا کارپرداز سمجھتا ہوں۔"

روبن مکرجی کچھ نہ بولا۔ عمران اُسے کھا جانے والی نظروں سے گھور رہا تھا۔ دفعتاً اس نے بلیک زیرو سے کہا۔ "تم ابھی گئے نہیں۔ میں نے تم سے لوہے کی سلاخ تپانے کو کہا تھا۔"

بلیک زیرو جانے لگا اور روبن مکرجی ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "ٹھہرو — ٹھہرو یہ کیا کر رہے ہو۔ تم کون ہو — کیا چاہتے ہو۔؟"

"کیا اب بھی یہ بتانے کی ضرورت رہتی ہے کہ ہم کون ہیں —" عمران نے زہریلے لہجے میں کہا۔

"لیکن میں تمہیں کیا بتاؤں؟"

"تم کس کے لئے کام کر رہے ہو؟"

"تم راجن سے سب کچھ معلوم کر چکے ہو — پھر اب میں اور کیا بتاؤں۔"

"وہ کسی نامعلوم آدمی کے لئے کام کر رہا ہے۔"

"اگر میں بھی یہی کہوں تو تم یقین کر لو گے؟" اس نے پوچھا۔

"اگر تم اس کے لئے کوئی معقول جواز پیش کر سکے۔!"

"میں بھی نہیں جانتا کہ کس کے لئے کام کر رہا ہوں۔ مجھے بھی بلیک میل کیا گیا تھا۔"

"لیکن تم نے راجن کو اسمگلنگ کرنے والی کسی پارٹی کی کہانی سنائی تھی۔"

”مجھ سے یہی کہا گیا تھا۔“

عمران کسی سوچ میں پڑ گیا۔!

*

تھوڑی دیر تک خاموشی رہی۔ پھر عمران نے پوچھا۔ ”تمہارے ذمہ کیا کام ہے۔“

”ان سے بتائے ہوئے لوگوں کو بلیک میل کر کے..... اُن کے سپرد کر دینا۔!“

”سپرد کر دینے سے کیا مراد ہے۔“

”پھر وہ براہ راست یا میرے ہی توسط سے ان سے کام لینے لگتے ہیں۔“

”کتنے آدمیوں کو تم نے اس طرح بے راہ کیا ہے — مجھے ان کی پوری لسٹ مع پتہ چاہیئے۔“

ٹمرجی نے ایسے نو آدمیوں کے نام اور پتے نوٹ کرائے — عمران نے پھر اس سے کچھ نہیں پوچھا —

بلیک زیرو ٹمرجی کو پھر ساؤنڈ پروف کمرے میں چھوڑ آیا —

اس بار ٹمرجی بالکل خاموش تھا۔ نہ تو اس نے رہائی کے بارے میں کچھ کہا اور نہ غصے ہی کا مظاہرہ کیا۔

پھر بلیک زیرو اور عمران لائبریری میں آ بیٹھے۔

”میں نہیں سمجھ سکتا کہ آپ کیا کر رہے ہیں!“ بلیک زیرو آہستہ سے بولا اور عمران چونک کر اُسے گھورنے لگا۔

”ڈوہرنگ وغیرہ آپ کے سامنے ہیں۔“ بلیک زیرو نے کہا۔

”ثبوت بہم پہنچائے بغیر کچھ نہیں کیا جا سکتا۔ اور پھر ان کے خلاف ہم کیا کر سکیں گے، سوائے اس کے کہ ہماری حکومت انہیں ناپسندیدہ افراد قرار دے کر اُن کی حکومت سے استدعا کرے کہ انہیں واپس بلوالے!“

”پھر آپ کیا کریں گے!“

”سنو! ڈوہرنگ یا اس کے سفارت خانے والے براہ راست یہاں کے لوگوں کو کام پر نہیں لگا سکتے — اس کے لئے ان کا کوئی تنخواہ دار مقامی آدمی یقینی طور پر ہوگا! اصل چیز اس پر ہاتھ ڈالنا ہے — اور میں اسی کی فکر میں ہوں! اس کے ہاتھ آتے ہی گروہ ٹوٹ جائے گا —“

”ہوں۔ اُوں۔“ بلیک زیرو کچھ سوچتا ہوا بولا۔

”اب آخری کارڈ ہے ہاتھ میں — یہ اگر ناکام رہا تو..... ؟“ عمران جملہ پورا کئے بغیر کسی سوچ میں گم ہو گیا — پھر یک بیک چونک کر بولا۔ ”اوہ... میری عقل کہاں گئی..... اوہ — اوہ —!“

وہ مضطربانہ انداز میں کھڑا ہو گیا —

”کیا بات ہے؟“ بلیک زیرو نے پوچھا۔

”سمیعہ — ابھی ہسپتال ہی میں ہے — ان تینوں کے غائب ہو جانے کے بعد وہ لوگ یقینی طور پر سوچیں گے کہ سمیعہ..... او — ٹھہرو — مجھے سوچنے دو۔“

تھوڑی دیر تک وہ ٹہلتا رہا۔ پھر بلیک زیرو سے بولا۔ ”سمیعہ کو دو تین دن تک ہسپتال ہی میں رہنا چاہیئے۔ اس دوران میں انہیں ان تینوں کی گمشدگی کا علم ہو جائے گا۔ پھر وہ سوچنے پر مجبور ہوں گے کہ یقینی طور پر راجن اور سمیعہ دونوں ہی ان سے ٹوٹ چکے ہیں..... نہ صرف ٹوٹ چکے ہیں بلکہ جن لوگوں کو جانتے تھے اُن کی

نشاندہی بھی کر چکے ہیں! لہٰذا وہ راجن اور سمیعہ کو نکال لے جانے کی کوشش کریں گے تاکہ ان سے اس کے بارے میں پوچھ گچھ کر سکیں — اب تم یہ کرو کہ ان آدمیوں کو بھی گھیر لانے کی کوشش کرو جن کے نام اور پتے روبن مکرجی نے لکھوائے ہیں!"

وہ پھر خاموش ہو کر کچھ سوچنے لگا۔

"اور — دیکھو — اپنے سارے آدمیوں کو سمیعہ اور راجن کی نگرانی پر مامور کرو۔ ہر پارٹی کے پاس ایک ریڈیو کار ضرور ہونی چاہیئے تاکہ وہ ہیڈ کوارٹر کو تازہ ترین حالات سے باخبر رکھ سکیں — پیغامات ہمارے مخصوص کوڈ ورڈز میں ہونے چاہئیں"

بلیک زیرو اسی وقت اس مہم پر روانہ ہو گیا۔

عمران آپریشن روم میں آیا اور فون پر ڈاکٹر داگو کے نمبر ڈائیل کئے۔

دوسری طرف سے جواب ملنے میں کچھ دیر لگی۔ کال اس کی نئی سیکریٹری نے ریسیو کر کے اُسے ہولڈ آن کرنے کو کہا تھا۔

"ہلو —" دوسری طرف سے تھوڑی دیر بعد آواز آئی "کون صاحب ہیں"

"عمران —"

"اوہ — تم کہاں ہو لڑکے — میں آج تمہارے گھر گیا تھا۔ معلوم ہوا کہ تم رات سے غائب ہو — کہاں سے بول رہے ہو"

"یہ نہیں بتا سکتا"

"پھر کیوں رنگ کیا ہے؟"

"کوئی اور دھمکی ملی اس آدمی کی طرف سے!"

"ابھی تو نہیں —"

"میرا خیال ہے کہ آپ اس کی پیشکش قبول کر لیں"

"کیا کہہ رہے ہو — لڑکے —"

"مصلحتاً — میں یہ نہیں کہتا کہ آپ سچ مچ ضمیر فروشی پر آمادہ ہو جائیں"

"پھر کیا کہنا چاہتے ہو"

"یہی کہ آپ اس سے وعدہ کر لیں۔ پھر میں دیکھ لوں گا"

"دیکھو — کہیں میں سچ مچ کسی مصیبت میں نہ پھنس جاؤں"

"میں اپنی ذمہ داری پر —"

"تمہاری ذمہ داری — تمہاری کوئی سرکاری حیثیت تو ہے نہیں — نہیں بھئی مجھے اس پر مجبور نہ کرو"

"اچھی بات ہے — اگر اُس نے سچ مچ آپ کو ختم کر دیا تو — نمونہ تو آپ دیکھ ہی چکے ہیں —"

"خواہ مخواہ — مجھے خوفزدہ نہ کرو —" سچ مچ اس کی آواز خوف سے کانپ رہی تھی —

"بس جو کچھ کہہ رہا ہوں وہی کیجئے۔ اور مجھے مطلع کر دیجئے"

"کس نمبر پر؟"

"یہ مسئلہ دشوار ہے۔ خیر میں کل آپ کو نمبر سے بھی مطلع کر دوں گا" عمران نے ریسیور کریڈل پر رکھ کر سلسلہ منقطع کر دیا۔

دوسرے دن سہ پہر تک وہ نو آدمی بھی وہاں آ پھنسے — انہوں نے تصدیق کر دی کہ روبن مکرجی ہی نے انہیں اس جنجال میں پھنسایا تھا۔

لیکن وہ بھی اس سے زیادہ نہ بتا سکے۔ اصل آدمی اَب بھی پردۂ راز ہی میں تھا۔

شام ہوتے ہوتے — بلیک زیرو نے عمران کو ایک بڑی خبر سنائی —

"راجن غائب ہو گیا —" اُس نے کہا۔

"کیوں؟" عمران نے آنکھیں نکالیں "کون کر رہا تھا اُس کی نگرانی"

"چوہان اور تنویر——"

"کیسے غائب ہوگیا——"

"انہیں یقین تھا کہ وہ جھونپڑی ہی میں موجود ہے۔ وہ دور رہ کر نگرانی کر رہے تھے۔ لیکن جھونپڑی دو طرف سے جھاڑیوں میں گھری ہوئی ہے! انہوں نے اس کی طرف دھیان نہیں دیا تھا! شام کو جب چوہان رفع حاجت کے بہانے ادھر گیا، تو جھونپڑی کی دیوار ٹوٹی نظر آئی۔ راجن کا کہیں پتہ نہیں تھا۔"

"یہ تنویر بے حد تکلیف دہ ہوتا جا رہا ہے!" عمران غرایا۔

"دوسروں کی عقلیں بھی خبط ہو جاتی ہیں اس کے ساتھ رہ کر۔" بلیک زیرو بڑبڑایا۔

"دیکھو——اگر سمیعہ بھی ہاتھ سے گئی تو ہم پھر اندھیرے میں ہاتھ پیر مارتے رہ جائیں گے۔"

"میں خود جا رہا ہوں اسے دیکھوں گا۔" بلیک زیرو نے کہا۔

"ٹھیک ہے——تنویر کو یہاں بھیج دو——"

بلیک زیرو چلا گیا——اور کچھ دیر بعد چوہان اور تنویر وہاں پہنچ گئے۔ عمران نے چوہان سے پوچھا کہ راجن کس طرح غائب ہو گیا تھا۔

"میں نے تنویر سے کہا تھا کہ جھاڑیوں کی طرف بھی خیال رکھنا چاہئے۔ لیکن اس نے مضحکہ اڑایا تھا میرا۔ کہنے لگا۔ یار تم لوگ تو ایسی باتیں سوچنے لگتے ہو جو دوسروں کے خواب و خیال میں بھی نہ ہوں۔ آخر وہی ہوا۔ وہ لوگ جھاڑیوں ہی کی طرف کا حصہ توڑ کر اُسے نکال لے گئے۔ اندر یقینی طور پر جدوجہد ہوئی تھی۔ کیونکہ اسٹول الٹے پڑے تھے اور شیلف بھی الٹ گئی تھی۔ کئی برتن ٹوٹ گئے تھے۔!"

عمران خاموش ہو رہا——مصلحتاً تنویر سے کچھ نہیں کہا۔ اس کے بعد چوہان کو بھی دوسروں کی مدد کے لئے واپس بھیج دیا۔

رات کو پھر اس نے ڈاکٹر دعاگو سے فون پر رابطہ قائم کیا۔ لیکن دعاگو نے بتایا کہ ابھی تک اس نامعلوم آدمی کی طرف سے کوئی نئی دھمکی نہیں ملی۔ اس بار پھر اُس نے عمران سے فون نمبر معلوم کرنا چاہا۔ لیکن عمران دانش منزل کے نمبر تو کسی صورت سے دے ہی نہیں سکتا تھا۔ حالانکہ یہاں کے نمبر بھی ٹیلیفون ڈائرکٹری میں درج نہیں تھے۔ پھر بھی محتاط تو رہنا ہی تھا——اس نے دعاگو سے کہا کہ وہ خود ہی فون پر اس سے رابطہ قائم کر کے معلومات حاصل کرتا رہے گا۔ ویسے اسے ڈاکٹر دعاگو بے حد خوفزدہ معلوم ہوا تھا۔

عمران بار بار آپریشن روم میں جا کر سمیعہ کی نگرانی کرنے والوں کے پیغامات سنتا تھا——ابھی تک کوئی نئی بات ظہور پذیر نہیں ہوئی تھی۔

ویسے اب اسے اپنی اسکیم بار آور ہونے میں شبہ ہی تھا! راجن کے اغوا نے کھیل بگاڑ دیا تھا۔ کاش اس کے آدمی بروقت آگاہ ہو گئے ہوتے اور انہوں نے اغوا کنندگان کا تعاقب کیا ہوتا——غالباً انہیں علم ہو گیا تھا کہ راجن کی نگرانی کی جا رہی ہے۔ تبھی تو انہوں نے اغوا کے لئے جھونپڑی کا عقبی حصہ منتخب کیا تھا جسے جھاڑیاں گھیرے ہوئے تھیں۔ عمران سوچ رہا تھا کہ اگر وہ راجن کی زبان کھلوانے میں کامیاب ہو گئے ہوں گے تو شاید ہی سمیعہ کی طرف رخ کریں——پھر سوچتا۔ راجن اس کی شخصیت سے واقف نہیں تھا اس لئے یہ بھی ممکن تھا کہ اس کی شخصیت معلوم کرنے کے لئے وہ سمیعہ کی طرف متوجہ ہی ہو جائے۔ اُن کی دانست میں شاید سمیعہ اُس کی شخصیت پر روشنی ڈال ہی سکتی۔

بہرحال اُسے یقین نہیں تھا کہ وہ سمیعہ کے سہارے کسی قدر آگے بھی بڑھ سکے گا!

تقریباً نو بجے شب ٹرانسمیٹر پر پیغامات موصول ہونا شروع ہوئے —— پیغامات کوڈ ورڈز میں تھے۔ جن کے مطابق سمیعہ ہسپتال سے باہر آ کر سیاہ رنگ کی ایک چھوٹی سی کار میں بیٹھ گئی تھی۔ کار خالی تھی جسے وہ خود ہی ڈرائیو کرتی ہوئی کمپاؤنڈ سے نکال کر سڑک پر لائی تھی۔

اور اب ریڈیو کار سے پیغامات موصول ہو رہے تھے۔

"سمیعہ کی کار.... ویرانے کی طرف جا رہی ہے۔ وہ تنہا ہے.... خود ہی کار ڈرائیو کر رہی ہے — ہمارے پیچھے کوئی دوسری گاڑی نہیں ہے...."

"اس کی کار کدھر جا رہی ہے!" عمران نے پوچھا "سول ہسپتال سے سمت کا تعین کرو۔"

"اکبر روڈ پر شمال کی جانب" جواب ملا۔

"ٹھیک ہے — تعاقب جاری رکھو — لیکن اس انداز میں کہ اسے تعاقب کا شبہ نہ ہو سکے۔"

پھر سناٹا چھا گیا۔ صرف کار کے انجن کی آواز سنائی دیتی رہی۔

تھوڑی دیر بعد آواز آئی "وہ کسٹم پوسٹ کے سامنے والے کچے راستے پر بائیں جانب مڑ رہی ہے۔"

"اپنی گاڑی کی ہیڈ لائٹ بجھا کر تعاقب جاری رکھو" عمران نے کہا۔

اس کے بعد پھر کار کے انجن کی آواز سنائی دیتی رہی۔

تقریباً پانچ یا چھ منٹ بعد آواز آئی "اس راستے کے سرے پر ایک عمارت واقع ہے.... وہ اس میں داخل ہوئی ہے — کار باہر ہی کھڑی ہے۔ ہم نے اپنی گاڑی قریبی جھاڑیوں میں چھپا دی ہے اور عمارت کی نگرانی کر رہے ہیں۔"

"عمارت کے چاروں طرف پھیل جاؤ — ایک آدمی ٹرانسمیٹر پر رہے" عمران نے کہا۔

اب ٹرانسمیٹر پر کار کے انجن کی آواز نہیں سنائی دے رہی تھی۔

"کیوں۔ کیا رہا —" عمران نے تھوڑی دیر بعد پوچھا۔

"میں صفدر — ریڈیو پر ہوں — چوہان، خاور اور نعمانی عمارت کی نگرانی کر رہے ہیں — اوہ.... کسی گاڑی کے ہیڈ لیمپ دکھائی دے رہے ہیں۔ وہ ادھر ہی آ رہی ہے"

"محتاط رہو —" عمران نے کہا۔

کچھ دیر تک سکوت رہا اور پھر صفدر کی آواز سنائی دی — "ایک بڑی سی وین ہے — کئی آدمی اترے ہیں — وہ عمارت کی طرف جا رہے ہیں۔"

"ہوشیار رہو —" عمران مضطربانہ انداز میں بولا "میں بھی آ رہا ہوں۔"

عمران نے سفری ٹرانسمیٹر سنبھالا۔ فی الحال یہاں دانش منزل میں کوئی ریڈیو کار موجود نہیں تھی — گیراج سے جیپ نکالی اور کمپاؤنڈ میں پہنچ کر اگلی نشست اٹھائی۔ جس کے نیچے ایک ٹامی گن رکھی تھی اور وافر مقدار میں کارتوس بھی تھے۔ اس نے ٹامی گن کو چیک کیا اور پھر اسی طرح سیٹ کے نیچے رکھ کر انجن اسٹارٹ کیا۔ ٹرانسمیٹر کا سوئچ آن کر دیا۔

منزل مقصود کا نقشہ ذہن میں محفوظ تھا۔ جیپ فراٹے بھرتی ہوئی کمپاؤنڈ سے سڑک پر نکل آئی — ٹرانسمیٹر ڈیش بورڈ کے ایک خانے میں رکھ دیا تھا جو ایک مخصوص فریکوئنسی پر کام کر رہا تھا۔

"ہلو — ہلو...." اس نے کہا — "صفدر —"

"میں صفدر بول رہا ہوں!" کوڈ ورڈز میں جواب ملا۔

"کیا پوزیشن ہے"

"دونوں گاڑیاں باہر موجود ہیں — کوئی ابھی تک باہر نہیں نکلا — ہمارے آدمیوں سے بھی کوئی خاص اطلاع نہیں ملی۔"

"میں وہاں پہنچ رہا ہوں — اشارہ نمبر پانچ پر.... آواز کی سمت چلے آنا۔"

"بہت بہتر —"

جیپ فراٹے بھرتی رہی۔ کسٹم پوسٹ کے قریب پہنچ کر وہ بتلائے ہوئے راستے پر مڑ گیا۔

"ہلو — ہلو —" اس نے پھر صفدر کو مخاطب کیا —

"ہلو —" دوسری طرف سے آواز آئی —

"کسٹم پوسٹ سے اندازاً کتنا فاصلہ ہوگا —"

"تین یا ساڑھے تین میل —" آواز آئی — "آپ کہاں ہیں"

"کچے راستے پر مڑ چکا ہوں!"

"اب یہاں بعض کھڑکیوں میں روشنی نظر آ رہی ہے۔"

"ہوشیار رہو۔"

اس نے اندازے سے ایک جگہ جیپ روک دی اور اسے بائیں جانب والی ڈھلان میں اتارتا چلا گیا۔ نیچے بعض جگہ جھاڑیاں بھی تھیں۔ اس نے اس طرح جیپ جھاڑیوں کی اوٹ میں کھڑی کی کہ اوپر والے کچے راستے سے بآسانی نظر نہ آسکے۔

پھر اس نے سیٹ کے نیچے سے ٹامی گن نکالی میگزین کی پیٹیاں نکالیں اور پیدل ہی مغرب کی طرف چل پڑا۔ رفتار خاصی تیز تھی — عمارت تک پہنچنے میں زیادہ دیر نہیں لگی —

اس نے ایک جگہ رک کر کتوں کی طرح رونا شروع کیا.... اور پھر بھونکنے بھی لگا... ایک سایہ تیزی سے اس کی طرف بڑھتا ہوا نظر آیا — غالباً یہ وہی اشارہ تھا جس کے متعلق اس نے ٹرانسمیٹر پر صفدر کو بتایا تھا۔ آنے والا بھی صفدر ہی نکلا۔

"خاور نے اندر جانے کے لئے راستہ بھی تلاش کر لیا ہے۔" اس نے عمران سے کہا۔

"اچھی خبر ہے!" عمران بولا "ویسے کوئی باہر تو نہیں آیا؟"

"نہیں —" صفدر نے جواب دیا۔

عمارت کے قریب پہنچ کر وہ زمین پر لیٹ گئے اور سینے کے بل کھسک کھسک کر آگے بڑھنا شروع کر دیا۔

اسی طرح صفدر اسے عمارت کی پشت پر لے آیا — یہاں چوہان خاور اور نعمانی موجود تھے۔

"تین آدمیوں کو اندر پہنچنے کی کوشش کرنا چاہئے!" عمران نے کہا "دو باہر ٹھہریں! ایک عمارت کی پشت پر رہے اور ایک سامنے — ہاں ان دو اطراف کے علاوہ اور کسی طرف تو نکاسی کے راستے نہیں۔"

"نہیں!" خاور نے جواب دیا "میں اچھی طرح جائزہ لے چکا ہوں!"

"چلو — وہ راستہ دکھاؤ" عمران نے خاور سے کہا۔ اور دوسرے بولا۔

"چوہان اور نعمانی باہر ٹھہریں۔"

وہ آگے بڑھے۔ یہ ایک چھوٹا سا دروازہ تھا جو باہر سے مقفل تھا! صفدر نے جیب سے چاقو نکالا جس میں کارک اسکریو اور ایک سوجا بھی فٹ تھا۔ پھر اسے قفل کھول لینے میں زیادہ دیر نہیں لگی۔ دروازہ کھول کر وہ آگے بڑھے۔ چھوٹا

ا صحن تھا جس میں کوڑے کباڑ کے ڈھیر نظر آ رہے تھے۔ آگے ایک دریچہ ظر آیا جو دراصل ایک طویل راہداری کے اختتام پر واقع تھا۔ وہ راہداری میں اخل ہو کر احتیاط سے آگے بڑھ رہے تھے۔ عمران کے ہاتھ میں پنسل ٹارچ تھی وشنی کی باریک سی لکیر حرکت کرتی رہی!

★

راہداری کا اختتام ایک اس سے بھی زیادہ طویل راہداری پر ہوا تھا جو دائیں بائیں دونوں جانب پھیلی ہوئی تھی۔ بائیں بازو کے چند روشندانوں یں روشنی نظر آئی۔

عمران رک گیا۔ اس کے ساتھی قطار میں اس کے پیچھے آئے تھے۔

انہوں نے کچھ آوازیں بھی سنیں لیکن گفتگو سمجھ میں نہ آئی۔ آوازیں بند کمرے یں گونج رہی تھیں۔

عمران بآہستگی بند دروازے کی طرف بڑھا۔ خفیف سی جھری بتا رہی تھی ہ دروازہ اندر سے بولٹ نہیں ہے۔ اس نے ہینڈل پکڑ کر آہستہ سے اپنی طرف ھینچا۔ جھری غائب ہو گئی! اور اس نے قفل کے سوراخ سے اپنی آنکھ لگا دی۔

اندر تیز روشنی نہیں تھی۔ کمرہ کافی بڑا تھا اور دو بڑے کیروسین لیمپ روشن تھے لیکن پھر بھی کمرے کو پوری طرح روشن رکھنے کے لئے ناکافی ہی تھے۔

اندر کئی آدمی نظر آئے لیکن ایک کے علاوہ اور سب سفید فام غیر ملکی تھے۔ ان میں کرنل ڈوہرنگ بھی نظر آیا — لیکن ان کے درمیان ڈاکٹر دعاگو کی موجودگی متحیر کن تھی۔

سامنے آرام کرسی پر سمیعہ نیم دراز تھی اور قریبی میز پر رکھے ہوئے کیروسین لیمپ کی روشنی اس کے چہرے پر پوری طرح پڑ رہی تھی! اس کی آنکھوں سے خوف جھانک رہا تھا۔

دفعتاً کرنل ڈوہرنگ نے ڈاکٹر دعاگو سے کہا "ڈاکٹر... میرا خیال ہے کہ وین کے حادثے کی وجہ سے اس کی یادداشت پر بھی اثر پڑا ہے.... اور اسے ٹھیک سے کچھ یاد ہی نہیں ہمیں کیا بتائے گی؟"

"میں پوچھتی ہوں... طارق کہاں ہے؟" سمیعہ نے کپکپاتی ہوئی آواز میں کہا۔

"جہنم میں!" ڈوہرنگ غرایا "میں نہیں جانتا — اگر وہ کسی مصیبت میں پھنسا ہوگا تو اس کی ذمہ دار بھی تم ہی ہو سکتی ہو۔ اسی لئے تو کہہ رہا ہوں کہ سب کچھ سچ سچ بتا دو... تاکہ اُس کے بچاؤ کے لئے بھی کچھ کیا جا سکے!"

"مجھے کس نے بلیک میل کیا تھا — تم کون ہو —"

"میں کوئی بھی ہوں۔ لیکن تمہیں ایک بڑے جنجال سے بچانا چاہتا ہوں۔ اعتراف کر لو کہ تم جھونپڑے تک پہنچ گئی تھیں!"

"جس آدمی سے مجھے وہاں ملنا تھا اُسی سے پوچھ لو نا!" سمیعہ نے خوفزدہ سی آواز میں کہا —

"اُس نے خودکشی کر لی۔ زہر کھا لیا — ایسا کیوں ہوا۔ کوئی نہ کوئی وجہ ضرور رہی ہوگی!"

عمران نے سمیعہ کے چہرے پر اطمینان کی لہریں دیکھیں۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے کوئی بہت بڑا بوجھ اس کے سینے پر سے ہٹ گیا ہو۔

"بس تو پھر یقین نہ کرو —" سمیعہ نے جھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

عمران سوچ رہا تھا... تو راجن نے خودکشی کر لی — اگر ایسا نہ ہوتا تو سمیعہ سے اس طرح کچھ اگلوا لینے کی کوشش ہی کیوں کی جاتی۔

"بھی ختم کرو۔" دفعتاً ڈاکٹر دعاگو ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "انہیں فی الحال آرام کی ضرورت ہے۔ بقیہ باتیں پھر دیکھی جائیں گی — محترمہ سمیعہ آپ سونے کی کوشش کیجئے۔"

"میں ہوش میں آنے کے بعد سے پھر نہیں سو سکی۔"

"تم سو جاؤ گی — میری طرف دیکھو —"

سمیعہ ڈاکٹر دعاگو کی طرف دیکھنے لگی اور عمران نے محسوس کیا جیسے کوشش کے باوجود وہ اس کے چہرے پر سے نظر ہٹا لینے میں کامیاب نہ ہو رہی ہو۔

دفعتاً کمرے میں سانپ کی سی پھنکار گونجی۔ "تم سو رہی رہی ہو — تمہاری پلکیں بھاری ہوتی جا رہی ہیں — تم سو رہی ہو نا —"

"ہاں مجھے نیند آ رہی ہے۔" سمیعہ کی آواز بے حد نحیف تھی۔

"تمہاری آنکھیں بند ہو چکی ہیں۔ تم گہری نیند سو جاؤ گی۔ لیکن میرے لئے تمہارا ذہن جاگتا رہے گا۔ تم میرے سوالات کا جواب دو گی۔"

سمیعہ کی آنکھیں حقیقتاً بند ہو گئی تھیں اور گہری گہری سانسیں لے رہی تھی۔

ڈاکٹر دعاگو نے آگے بڑھ کر انگلی سے اس کی پیشانی پر ٹھوکے دیئے لیکن اس نے آنکھیں نہیں کھولیں۔ بے حس و حرکت پڑی رہی۔

"تو تم میرے سوالات کا جواب دو گی سمیعہ!"

"دوں گی۔" اس نے بدستور آنکھیں بند کئے ہوئے کہا۔ آواز دور سے آتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔

"تم جھونپڑی میں گئی تھیں؟"

"ہاں گئی تھی۔"

"وہاں کیا ہوا تھا؟"

"ایک بوڑھا آدمی قیدی کو پیٹھ پر لاد کر وین تک لایا تھا۔ پھر وہ اگلی سیٹ پر میرے پاس بیٹھ گیا اور ریوالور نکال کر میری کمر سے لگاتے ہوئے کسی کو آواز دے کر کہا کہ وہ لاش کو وین میں رکھ دے۔ اس آدمی سے اس کا نام بھی پوچھا تھا۔ اس نے اپنا نام راجن چودھری بتایا تھا۔"

"پھر وہ آدمی تمہیں کہاں لے گیا تھا؟"

"میں نہیں جانتی وہ عمارت کس علاقے میں ہے۔ مجھے ہوش ہی نہیں تھا کہ کہاں جا رہی ہوں۔ جدھر جدھر وہ گاڑی موڑنے کو کہتا گیا موڑتی گئی۔"

"وین کو سچ مچ حادثہ پیش آیا تھا؟"

"نہیں — وہ اسکیم اسی نے بنائی تھی۔ سب سے پہلے اس نے مجھ سے طارق کے بارے میں معلومات حاصل کی تھیں۔ پھر کہا تھا کہ تم چپ چاپ ہسپتال پہنچ جاؤ۔ ورنہ تمہیں جواب دہی کرنی پڑے گی۔ اس نے مجھے کسی قسم کا انجکشن دے کر بیہوش کر دیا تھا پھر مجھے نہیں معلوم کہ کیا ہوا — میں نے ہوش میں آنے پر جو بیان دیا تھا وہ اسی کا ترتیب دیا ہوا تھا۔

اُس بوڑھے کا حلیہ بیان کرو۔

وہ بوڑھا نہیں تھا۔ مصنوعی سفید ڈاڑھی لگا رکھی تھی۔ جوان آدمی تھا!"

پھر اس نے عمران کا حلیہ دہرا دیا۔

اس کے بعد دعاگو نے پھر کچھ نہیں پوچھا۔ کسی گہری سوچ میں گم ہو گیا تھا۔

"کیا بات ہے!" ڈورہرنگ نے پوچھا اور ڈاکٹر وہ سب کچھ انگریزی میں دہراتے ہوئے بولا۔ "حلیہ عمران کے علاوہ اور کسی کا نہیں ہو سکتا۔"

"عمران!" ڈوہرنگ اچھل پڑا۔

"ہاں — میری بات سنو!" دعاگو ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "اس عورت سمیعہ کو پھر ہسپتال واپس جانا چاہئے! ہو سکتا ہے کہ وہ دوبارہ اس سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کرے اس طرح مار رکھا جائے گا۔"

"اوہ اسے تو ہم ویسے بھی ڈھونڈ نکالیں گے۔" ڈوہرنگ اکڑ کر بولا "ناممکن ہے — وہ روپوش ہو گیا ہے۔"

"اچھا تو پھر اسے ہوش میں لاؤ — ہم اِسے اس بات پر آمادہ کریں گے اگر تیار نہ ہوئی تو گولی مار دیں گے۔"

"اسے سونے دو — خود سے جاگنا بہتر ہوگا —" دعاگو نے کچھ سوچتے ہوئے کہا "اس کے دوبارہ جاگنے تک میں یہیں ٹھہروں گا۔"

"تمہاری غفلت کی وجہ سے اس کی نوبت آئی۔" ڈوہرنگ نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"بکواس مت کرو — میں تمہیں جواب دہ نہیں ہوں۔ تم سب میرے ماتحت ہو۔" دعاگو غرایا۔

ڈوہرنگ اُسے گھور کر رہ گیا۔ کچھ بولا نہیں۔

دفعتاً عمران نے دروازے کو ٹھوکر ماری۔ دونوں پاٹ کھل گئے اور ٹامی گن کی نال ان کی طرف سیدھی ہو گئی۔

وہ سب بوکھلا گئے تھے۔ ایک سفید فام غیر ملکی نے اپنے ہولسٹر پہ ہاتھ ڈالنے کی کوشش کی ہی تھی کہ ٹامی گن کی سرخ زبان نکل پڑی اور گولیاں اس کے سر سے ایک بالشت کی اونچائی سے گذرتی ہوئی دوسری طرف کی دیوار میں پیوست ہو گئیں۔ ٹامی گن کی آواز سمیعہ کی تنویمی نیند میں بھی خلل انداز ہوئی اور وہ آنکھیں ملتی

ہوئی اٹھ بیٹھی۔

"اوہ — عمران!" کرنل ڈوہرنگ سنبھل کر خوشی ظاہر کرتا ہوا بولا۔

"شٹ اپ!" عمران غرایا۔

"اوہ خدا کا شکر ہے۔ تم ہو —!" سمیعہ زور سے بولی۔ ایسا محسوس ہوا جیسے حلق سے آواز نکالنے کے لئے اُسے کافی قوت صرف کرنی پڑی ہو۔

"میں نہیں جانتی یہ لوگ کون ہیں!" وہ پھر چیخی۔

عمران سختی سے ہونٹ بھینچے کھڑا تھا۔ اس کے ساتھی بھی کمرے میں داخل ہو گئے تھے۔ اس طرح کہ دروازے ہی پر اڑے رہیں۔ کمرے میں نکاسی کا صرف یہی ایک دروازہ تھا۔

"اوہ ہو — یہ کیا چکر ہے!" دعاگو چاروں طرف دیکھتا ہوا بولا۔ وہ متحیرانہ انداز میں پلکیں جھپکا رہا تھا۔

"تم ہی بتاؤ گے؟" عمران زہریلے لہجے میں بولا۔

"یہ لوگ مجھے ایک ایسی مریضہ کے لئے یہاں لائے تھے جو اپنی یادداشت کھو بیٹھی تھی۔ یہ اس سے کچھ معلوم کرنا چاہتے تھے۔ لہٰذا میں نے اسے ہپنوٹائز کیا —!"

"سچ مچ!" عمران نے حیرت سے کہا پھر مسکرا کر بولا۔ "میں یہی دیکھنا چاہتا تھا کہ تم ہپناٹزم کے بھی ماہر ہو یا نہیں — اس وقت اس کی بھی تصدیق ہو گئی واقعی ماہر ہو۔ اگر کسی آدمی کو ٹرانس میں لا کر یہ بات اس کے ذہن نشین کرا دو کہ اسے خودکشی کرنی ہے تو وہ یقینی طور پر خودکشی کر لے گا۔"

"کیا مطلب؟" ڈاکٹر دعاگو اچھل پڑا۔

"وہ ڈپٹی سیکرٹری یاد ہے ڈاکٹر جس نے تمہارے پھاٹک پر ریوالور سے خودکشی کر لی تھی —"

"اوہ۔ ہاں تو پھر —"

"تمہیں معلوم ہو گیا تھا کہ پولیس اس کے پیچھے ہے! وہ نہیں جانتا تھا کہ تم ہی اس تنظیم کے سرغنہ ہو — وہ ان دنوں الجھن میں مبتلا تھا! تمہارے متعلق سُن پایا ہو گا کہ تم ایک ماہر نفسیات بھی ہو۔ اسی لئے سکون حاصل کرنے تمہارے پاس چلا آیا تھا۔ تم اُسے ٹرانس میں لا لا کر اُسے خودکشی کی ترغیب دیتے رہے لیکن اس سے بے خبر تھے کہ وہ خودکشی کے لئے بھی تمہارا ہی پھاٹک منتخب کرے گا۔ تم شاید یہ بحث کرنا بھول گئے تھے کہ خودکشی اپنے مکان ہی پر کرے۔"

"یہ بیہودگی ہے۔ یہ بکواس ہے" ڈاکٹر بگڑ کر بولا۔

"سنو ڈاکٹر تم بہت ذہین آدمی ہو....... تم نے اپنی ذہانت کے بے شمار مظاہرے کئے اور آخر کار گدھے ہو کر رہ گئے۔ اگر تم اس کی خودکشی کے بعد خاموش رہ جاتے اور مجھے میرے حال پر چھوڑ دیتے تو شاید یہ دن دیکھنا نصیب نہ ہوتا — میں جادوگر نہیں تھا کہ اس کی خودکشی کے اسباب معلوم کر کے تمہیں سلاخوں کے پیچھے دھکیل دیتا۔ تم نے مجھے بھی راستے سے ہٹانے کی کوشش شروع کر دی۔ بل بلے والے معاملے میں ناکام ہونے کے بعد تم نے خود اپنی ذات پر بھی اسی پلاٹ کو آزما ڈالا کہ اگر تمہارے خلاف کچھ شبہات ہوں بھی تو رفع ہو جائیں۔ انتہائی احمقانہ فعل تھا ڈاکٹر — تھا یا نہیں — بہرحال مجھے ختم کر دینے کی کوششیں جاری رہیں! پھر تم نے اس بیچاری مارتھا کو بھی ختم کرا دیا۔ محض یہ باور کرانے کے لئے کہ وہ حادثہ اسی نامعلوم آدمی کی دھمکیوں کا ایک جزو تھا۔ یعنی اگر تم نے اس کے احکامات سے سرتابی کی تو وہ تمہیں بھی اسی طرح ختم کرا دے گا — اس معصوم کی موت میرے سینے میں کسی جوالا مکھی کے لاوے کی طرح کھول رہی ہے۔"

"یہ تم لوگوں نے مجھے کس چکر میں لا پھنسایا" ڈاکٹر دعاگو نے ڈوہرنگ سے انگریزی میں کہا۔

"یہ کیا کہہ رہا ہے!" ڈوہرنگ نے پوچھا اور دعاگو عمران کی گفتگو کا لب لباب اُسے انگریزی میں بتانے اور احمقانہ انداز میں ہنسنے بھی لگا۔

"کیوں یہ سب کیا بکواس ہے" ڈوہرنگ نے عمران سے پوچھا۔

"تم چپ رہو گندے سور!" عمران نے ٹامی گن کا رُخ اسکی جانب کرتے ہوئے کہا "تم بڑی مصیبت میں پھنس جاؤ گے! میں ایک غیر ملکی سفارت خانے سے تعلق رکھتا ہوں۔ تمہارا باپ بھی اس سلسلے میں کچھ نہ کر سکے گا —"

"میں کہتا ہوں بکواس بند کرو —" عمران غرایا "تم نے تو مجھے اُلجھانے کے لئے اپنی بیٹی پر بھی وہ بیہوشی طاری کرنے والی زہریلی سوئی آزمائی تھی"

"سب بکواس ہے — کیا ثبوت ہے تمہارے پاس"

"میں کچھ نہیں سمجھ سکتا کہ یہ سب کیا ہو رہا ہے!" ڈاکٹر دعاگو اپنی پیشانی رگڑتا ہوا بڑبڑایا۔

"ابھی سمجھ میں آ جائے گا" عمران نے کہا اور صمیعہ سے پوچھا "تم یہاں کیوں آئی تھیں"

"مجھے طارق نے فون کیا تھا کہ وہ رات کو مجھ سے یہاں ملنا چاہتا ہے۔ ایک سیاہ رنگ کی کار ہسپتال کی کمپاؤنڈ میں کھڑی ملے گی چپ چاپ نکل آنا"

"کب فون کیا تھا؟"

"آج ہی —"

"لیکن وہ تو میری قید میں ہے۔ کیا تم اس کی آواز نہیں پہچانتیں —"

"میرا خیال ہے کہ وہ فون پر کھانس رہا تھا اور زکام کا عذر بھی کیا تھا"

"سنو — بلیک میلر —" عمران ڈاکٹر دعاگو کو مخاطب کر کے بولا "کچھ دیر پہلے تم نے ڈوہرنگ سے کہا تھا کہ تم اسے جانتے نہیں ہو، اور وہ ان معاملات میں تمہارا ماتحت نہیں ہے"

"تم خواب دیکھ رہے تھے شاید!" ڈاکٹر دعاگو مسکرا کر بولا۔

دفعتاً ایک فائر ہوا اور ڈوبرنگ کا ایک سفید فام ساتھی دائیں بازو پر ہاتھ رکھے ہوئے چیختا ہوا دیوار سے جا ٹکرایا — اور ساتھ ہی پشت سے صفدر کی آواز آئی۔

"یہ ریوالور نکالنے کی کوشش کر رہا تھا۔"

ڈوبرنگ اور اس کے دوسرے ساتھی بلند آواز میں گالیاں بکنے لگے۔

"واقعی یہ کیا لغویت ہے!" ڈاکٹر دعاگو چیخ کر بولا۔ "تمہارا دماغ تو نہیں خراب ہو گیا —"

"دعا کرو کہ ٹھیک ہو جائے —؟" عمران مسکرایا۔ پھر ڈوبرنگ اور اس کے ساتھیوں کو مخاطب کر کے کہا۔ "تم سب اپنے ہاتھ اٹھا لو — میرے آدمی تمہاری جامہ تلاشی لیں گے۔"

تھوڑی دیر بعد صفدر نے تین ریوالور برآمد کئے اور انہیں پھر ہاتھ گرا دینے کا حکم دیا گیا۔

"ڈوبرنگ!" عمران بولا۔ "تم مجھے اپنی حرکات سے متعلق ایک تحریر دو گے!"

"میں کوئی تحریر نہیں دے سکتا —" ڈوبرنگ نے لاپرواہی سے شانوں کو جنبش دی۔ "میں کہتا ہوں مجھے جانے دو — ورنہ تمہاری حکومت کو پچھتانا پڑے گا۔"

اتنے میں ایک لیمپ کی لو بھڑکنے لگی۔ شاید اس میں تیل ختم ہو چکا تھا۔ پھر ایک بار وہ بجھ ہی گیا — کمرے میں روشنی کم ہو گئی۔ دفعتاً عمران نے صفدر سے کہا۔ "تم ریڈیو کار سے اپنے چیف کے نام پیغام بھیجو — کہ ڈاکٹر دعاگو کی کوٹھی کی تلاشی لی جائے — میرا خیال ہے کہ وہاں تہہ خانے بھی ہیں۔"

"ایسا نہیں ہو سکتا۔" ڈاکٹر دعاگو دہاڑا۔

"یقیناً ہو گا — صفدر جاؤ —!" اور صفدر باہر نکل گیا۔

"م..... میں بھی جاؤں گی۔" سمیعہ منمنائی۔

"ٹھیک ہے۔" عمران نے کہا اور صفدر کو آواز دی — وہ واپس آیا اور عمران نے اس سے کہا۔ "ان محترمہ کو بھی لے جاؤ — لیکن ان کی واپسی ہمارے ساتھ ہی ہو گی۔"

صفدر اُسے ساتھ لے گیا —

"تم اچھا نہیں کر رہے ہو۔" ڈاکٹر دعاگو جھلائے ہوئے لہجے میں بولا۔ "میرے خلاف کچھ بھی ثابت نہ کر سکو گے۔"

"یہ میرا کام ہے تمہیں پریشان نہ ہونا چاہئے! مجھے یقین تھا کہ وہ بلیک میلر اور تنظیم کے سرغنہ تم ہی ہو۔ جب چاہتا تمہیں پکڑ لیتا۔ لیکن مزید اطمینان کے لئے چاہتا تھا کہ تم سب کہیں یکجا بھی نظر آ جاؤ — تم ڈپٹی سیکرٹری کی خودکشی کے بعد ہی میری سیٹ پر آ گئے تھے۔ تم سے ایک حماقت سرزد ہوئی تھی۔ وہ بیان جو تم نے اس کی خودکشی کے بعد پولیس کو دیا تھا۔ تم نے اس کے بچوں کا تذکرہ کیا تھا جن کے مستقبل کے خیال سے وہ پریشان تھا۔ حالانکہ وہ لاولد تھا۔ اس کے کبھی کوئی بچہ ہوا ہی نہیں تھا — تم نے یونہی اٹکل سے اپنے بیان میں زور پیدا کرنے کے لئے بچوں کے مستقبل کا بھی تذکرہ کر دیا تھا — یاد ہے یا نہیں۔ پھر تم سے حماقتوں پر حماقتیں ہوتی چلی گئیں — کلارا اُس زہریلی سوئی کا نشانہ اس لئے بنائی گئی تھی کہ ڈوبرنگ کی طرف سے ہماری توجہ ہٹ جائے اور ہم کسی تیسرے آدمی کی تلاش میں سرگرداں ہو جائیں —"

"بکواس کئے جاؤ — میں نہیں جانتا کہ تم کس کلارا اور ڈوبرنگ کی بات کر رہے ہو!"

"دیکھو لڑکے۔" دفعتاً ڈوبرنگ بولا۔ "اب یہ مذاق ختم کرو۔ تم نے ہمارے

ایک آدمی کو زخمی کر دیا ہے۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ اس کی حالت خراب ہوتی جا رہی ہے۔ تمہیں اس کے لیے جوابدہ ہونا پڑے گا۔"

"شٹ اپ" عمران نے اسے للکارا اور پھر اپنے آدمیوں سے پوچھا "ہتھکڑیاں بھی ہیں کسی گاڑی میں — ؟"

لیکن ابھی کوئی جواب بھی نہیں دینے پایا تھا کہ ڈومبرنگ نے اس چھوٹی سی گول میز پر ٹھوکر ماری جس پر دوسرا لیمپ رکھا ہوا تھا — لیمپ ٹوٹا اور اندھیرا چھا گیا۔ عمران "خبردار" کی ہانک ہی لگاتا رہ گیا اور اندھیرے میں خاصی ہڑبونگ مچ گئی —

عمران چاہتا تو فائرنگ شروع کر دیتا لیکن وہاں اس کے آدمی بھی تھے اور پھر یہ ایک غیر ملکی سفارت خانے کا معاملہ تھا اس لیے وہ بھی محتاط رہنا چاہتا تھا ان غیر ملکیوں میں سے کسی کی موت دشواریاں پیدا کر دیتی۔

ذرا ہی سی دیر میں اُس نے محسوس کیا کہ وہ تنہا رہ گیا ہے۔ پھر اسے اپنی حماقت کا احساس ہوا۔ وہ پنسل ٹارچ بھی استعمال کر سکتا تھا — ڈومبرنگ اور اُس کے ساتھی پہلے ہی نکل کے جا چکے تھے اس لیے اس کا بھی خطرہ نہیں تھا کہ پنسل ٹارچ روشن ہوتے ہی کوئی اس پر فائر کر دے گا —

وہ پنسل ٹارچ روشن کر کے آگے بڑھا بایاں بازو درد سے پھٹا جا رہا تھا۔

زخم میں شاید پھر کوئی گڑبڑ ہوئی تھی۔ ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے پورا بایاں ہاتھ ہمیشہ کے لئے بیکار ہو گیا ہو۔!

باہر اندھیرے میں کئی آدمی بھاگتے نظر آئے — لیکن وہ فائر کرنے کی ہمت نہ کر سکا — ہو سکتا تھا کہ اُس کا ہی کوئی ماتحت گولیوں کی زد میں آ جاتا —

اور پھر وہ سب اندھیرے میں غائب ہو گئے — لیکن ایک جگہ دو آدمی گتھے ہوئے نظر آئے۔ اور عمران نے آواز دی "کون ہے۔

"ڈوڈ — ڈاکٹر — دعاگو —" اُس نے خاور کی آواز سنی۔

اور پھر ایک کو اچھل کر دور گرتے دیکھا۔

"وہ گیا — نکل گیا —" غالباً یہ گرنے ہی والے کی آواز تھی اور وہ خاور تھا عمران بھاگنے والے کے پیچھے دوڑا۔ جو ڈیل ڈول کے اعتبار سے ڈاکٹر دعاگو ہی معلوم ہوتا تھا۔

لیکن اس جُثّہ کے باوجود بھی وہ بہت تیز دوڑ رہا تھا۔

عمران کو اُس کی تیز رفتاری کی بنا پر خدشہ ہوا کہ کہیں وہ بھی نہ اندھیرے میں نظروں سے اوجھل ہو جائے۔ بائیں ہاتھ کی تکلیف کی وجہ سے خود اُس کا تیز دوڑنا تقریباً ناممکن ہی ہو کر رہ گیا۔

آخر اس نے بھاگنے والے پر ٹامی گن کھینچ ماری ... وہ لڑکھڑایا اور کسی تناور درخت کی طرح ڈھیر ہو گیا۔

پھر دوبارہ اٹھنے کی کوشش کر رہا تھا کہ عمران اور خاور دونوں ہی نے اسے جا لیا۔

عمران کے اندازے کے مطابق ٹامی گن ڈاکٹر دعاگو کے سر ہی پر لگی تھی — سر پھٹ گیا تھا۔ اور خون کی چپچپاہٹ انہیں اپنے ہاتھوں میں محسوس ہو رہی تھی۔

پھر ڈاکٹر دعاگو بیہوش ہو گیا۔

دوسرے لوگوں میں سے کوئی بھی ہاتھ نہ لگا — جس کے جدھر سینگ سمائے تھے بھاگ نکلا تھا۔ کچھ دیر بعد اُس کے دوسرے ماتحت بھی واپس آ گئے۔!

سمیعہ کو ہسپتال میں چھوڑ دیا گیا! وہ گڑگڑا کر عمران سے کہتی رہی تھی کہ اسے عدالت میں طلب نہ کیا جائے۔ عمران نے وعدہ نہیں کیا تھا کیونکہ

یہ حالات پر منحصر تھا — اگر ڈاکٹر دعاگو کے یہاں سے کوئی قابل اعتراض چیز برآمد نہ ہوتی تو بہر حال میں اس کی شہادت لازمی ہو جاتی۔

لیکن اُس کی توقعات سے کچھ زیادہ ہی مواد ڈاکٹر کی کوٹھی سے برآمد ہوا۔ ٹرانسمیٹر پر صفدر کا پیغام موصول ہوتے ہی بلیک زیرو نے کارروائی شروع کر دی تھی۔

بہت ہی اہم قسم کے کاغذات کوٹھی سے برآمد ہوئے — ایسے جو ڈاکٹر دعاگو کو کیفر کردار تک پہنچا دینے کے لئے کافی تھے — وہ اُسی وقت پولیس کی حراست میں دے دیا گیا۔

دوسرے دن جوزف نے بھی دل کی بھڑاس نکالی۔ بگوٹہا کا تعلق براہ راست سفارت خانے سے نہیں تھا۔ وہ ہرنگ کا نجی ملازم تھا۔ اسے بذریعہ پولیس گرفت میں لے کر تشدد کیا گیا — جوزف کے ہاتھوں اُس کی خوب ہی دُرگت بنی اور اس نے اعتراف کیا کہ عمران پر ہسپتال میں اُسی نے گولی چلائی تھی۔

دانش منزل کے قیدی بھی پولیس کے حوالے کر دیئے گئے — یہی نہیں۔ اور بہت سے ایجنٹ بھی گرفتار ہوئے۔ جنہیں بلیک میل کر کے ڈاکٹر دعاگو نے اس تنظیم میں شامل کیا تھا۔ ان کی لسٹ ڈاکٹر دعاگو کی کوٹھی ہی سے برآمد ہوئی تھی۔ وہ روزنامچہ بھی ملا جس میں ڈاکٹر دعاگو اپنی روزانہ کی مصروفیات تحریر کرتا تھا۔!

حالات کا رُخ دیکھ کر عمران نے یہی فیصلہ کیا کہ سمیہ کو عدالت میں جانے سے بچایا جائے — چونکہ وہ سارے کاغذات پہلے اُسی کے ہاتھ پڑے تھے۔ اُس لئے کارکنوں کی لسٹ سے اس کا نام اور پتہ غائب کر دینے میں کوئی دشواری نہیں ہوئی تھی۔!

تمام شد